ساتھ متحد اور منظم ہو رہے ہیں اور ہمارے جنگی وسائل ایسے نہیں کہ ہم بویب کی فتح سے پُورا فائدہ اُٹھا سکیں۔ ایک وقت ایسا تھا کہ مدائن فتح کرنے کے لئے مجھے صرف دس ہزار مزید جانبازوں کی ضرورت تھی۔ لیکن اب ہم ایرانیوں کو مکمل شکست دیئے بغیر آگے بڑھنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ ہمیں کسی صُورت میں بھی اس غلطی کا اعادہ نہیں کرنا چاہیئے جس کے باعث ہم نے جسر کے میدان میں شکست کھائی تھی۔ ایرانیوں سے فیصلہ کُن معرکہ کے لئے ہمیں کوئی ایسا میدان تلاش کرنا پڑے گا جہاں ہمارے پیچھے صحرا یا پہاڑ ہوں۔ اگر دشمن کی قوت منتشر ہو تو ہم اُسے ہراساں کرنے کے لئے ہر وقت دریا عبُور کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ متحد اور منظم ہو کر میدان میں آجائے تو ہمیں فرات کے اُس پار اس کا انتظار کرنا چاہیئے۔"

سعد نے کہا۔ "مجھے اس رائے سے ذرّہ بھر اختلاف نہیں۔ لیکن میں گردو پیش کے تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہی یہ فیصلہ کر سکتا ہوں کہ ایران کے ساتھ فیصلہ کُن معرکے کے لئے کونسا مقام موزوں ہو گا۔ تم مثنیٰ کی بیوہ کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ ہم اُنہیں اسی عزت کا مستحق سمجھتے ہیں جو اُنہیں اپنے نامور شوہر کی زندگی میں حاصل تھی۔"

دو ہفتے بعد ایک صبح امیر المومنین عمرؓ بن خطاب کا قاصد پہنچا اور حضرت سعد بن ابی وقاص اس کے ساتھ مُلاقات کے فوراً بعد سردارانِ لشکر کو بتا رہے تھے کہ امیر المومنین نے ہمیں قادسیہ پہنچ کر دشمن کا انتظار کرنے کا حکم دیا ہے اور پھر جب امیر لشکر کے استفسار پر معنیٰ بن حارثہ قادسیہ کا محل وقوع بیان کر رہا تھا تو سُننے والے یہ محسوس کر رہے تھے کہ عراق کا سارا نشیب و فراز امیر المومنین کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ اور اگر مثنیٰ بن حارثہ زندہ ہوتے تو شاید وہ حق و باطل کے عظیم معرکے کے لئے قادسیہ کے سوا کوئی اور مقام منتخب نہ کرتے۔

باب ۲۷

مدائن سے لے کر دجلہ اور فرات کے درمیان ایران کا ہر شہر اور گاؤں فوجی مستقر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ تاہم رستم مختلف حیلوں اور بہانوں سے جنگ کو ٹالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ستاروں کا علم جانتا تھا اور اُس کی نگاہ میں ستاروں کی گردش ایران کے خلاف تھی ایران کے دوسرے نجومی بھی اُسے آنے والے خطرات سے آگاہ کر چکے تھے۔

جب مدائن کے لوگ لشکر کی پیشقدمی کا مُطالبہ کرتے تو وہ اُنہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیتا "ہمارا فائدہ اسی میں ہے کہ ہم اطمینان سے تیاریاں جاری رکھیں اور مسلمانوں کو اس بات پر مجبُور کر دیں کہ وہ یا تو دریا عبُور کر کے بڑھیں یا پھر سامانِ رسد کی تنگی سے پریشان ہو کر واپس چلے جائیں۔ ان دونوں صورتوں میں ہمارا فائدہ ہے۔ اگر وہ ہماری جنگی تیاریوں سے مرعوب ہو کر قادسیہ سے واپس چلے جائیں تو فرات کے پار عرب قبائل اُن کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے اور اُنہیں دوبارہ ایران کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ ہو گی اور اگر وہ دریا عبُور کرنے کی حماقت کر بیٹھے تو ہماری کوشش یہ ہو گی کہ اُن کا ایک سپاہی بھی جان بچا کر واپس نہ جا سکے۔"

فوج کے سرداروں کو یہ منطق پسند تھی اور وہ اپنے سالار کی تائید میں یہ کہتے تھے کہ آیندہ جنگ جس قدر مدائن سے قریب لڑی جائے گی اسی قدر مسلمانوں کے لئے تباہ کُن ثابت ہو گی۔ دجلہ اور فرات کا دریائی علاقہ ایران کے شیروں کے کچھار ہیں اور شکار بذاتِ خود کچھار میں آجائے تو ہمیں باہر نکل کر پیچھا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یزدگرد کو بھی انتہائی ضرورت کے بغیر کوئی خطرہ مول لینا پسند

نہ تھا۔ چنانچہ وہ اطمینان سے قادسیہ میں جمع ہونے والے دشمن کے آئندہ اقدام کا انتظار کر رہا تھا۔

یہ صورت حال سعد بن ابی وقاص کے لئے غیر متوقع تھی۔ وہ موسم بہار میں مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے چند ماہ سیراف میں قیام کیا۔ پھر غریب کے مقام پر ایرانیوں کی ایک اہم چوکی فتح کی۔ چند دن وہاں رُکے اور بالآخر قادسیہ میں ڈیرے ڈال دئے۔

جب قریباً ایک ماہ تک دشمن کی نقل و حرکت کی کوئی اطلاع نہ ملی اور مسلمانوں کو رسد کی کمی محسوس ہونے لگی تو سعد نے ان مجاہدوں کو چھاپے مارنے کا حکم دیا جو مثنیٰ ابن حارثہ کی رفاقت میں عراق کا ایک ایک گوشہ دیکھ چکے تھے۔ چنانچہ یہ مجاہد چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں پڑاؤ سے نکلتے اور دشمن سے مویشی اور غلہ چھین لاتے۔ اس کے بعد یہ کارروائی جس کا ابتدائی مقصد لشکر کے لئے خوراک حاصل کرنا تھا باقاعدہ حملوں کی صورت اختیار کرنے لگی اور چند دن بعد حیرہ کی کوئی بستی اور کوئی شہر مسلمانوں کی دسترس سے محفوظ نہ تھا۔ پھر یہ طوفانی دستے حیرہ سے آگے دریا عبور کر کے جزیرہ کے علاقوں میں داخل ہو گئے اور ایرانیوں کی چوکیوں کو تباہ و برباد کرتے ہوئے فراض تک جا پہنچے۔ مقامی باشندوں کے وفود مدائن پہنچے اور انہوں نے یزدگرد سے فریاد کی کہ اگر ایران کی افواج میں حرکت میں نہ آئیں تو پورے عراق پر مسلمانوں کی ہیبت چھا جائے گی اور لوگ ایران سے مایوس ہو کر ان کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔

مرزبانوں، زمینداروں اور فوجی چوکیوں کے محافظوں کی طرف سے بھی یزدگرد کو فوری اعانت کی درخواستیں موصول ہو رہی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی مدائن کی بے چینی میں بھی اضافہ ہو رہا تھا اور امراء اور مذہبی پیشواؤں کا یہ مطالبہ زور پکڑ رہا تھا کہ رستم کو بلاتاخیر پیشقدمی کا حکم دیا جائے۔ چنانچہ ایک دن یزدگرد نے رستم کو طلب کیا اور کہا "ہم کل غروب آفتاب سے پہلے یہ سننا چاہتے ہیں کہ ہماری فوج قادسیہ کے راستے کی پہلی منزل طے کر چکی ہے۔"

رستم کا چہرہ اُتر گیا۔ اُس نے کہا "عالم پناہ! مجھے آپ کے حکم سے انکار کی مجال نہیں مدائن کا لشکر آج ہی روانہ ہو جائے گا۔ لیکن۔۔۔۔"

"لیکن کیا؟" یزدگرد نے برہم ہو کر پوچھا۔

رستم نے ملتجی ہو کر جواب دیا "عالی جاہ! میرا پایہ تخت سے قریب رہنا ضروری ہے مجھے اس بات کی اجازت دیجئے کہ میں لشکر کو ساباط پہنچانے کے بعد واپس آجاؤں۔ میدانِ جنگ میں ہماری افواج کی راہنمائی کے لئے کئی اور تجربہ کار اور قابلِ اعتماد سردار موجود ہیں۔ میں جالینوس، ہرمزان، فیروزان اور بہمن میں سے کسی ایک کو یہ مہم سونپ سکتا ہوں۔"

یزدگرد نے زیادہ تلخ ہو کر کہا "اور تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ تمہاری نسبت یہ لوگ دشمن کے نیزوں کے سامنے سینہ سپر ہونا زیادہ پسند کرتے ہیں؟"

رستم نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا "عالیجاہ! میں بزدل نہیں ہوں لیکن فوج کے حوصلے بلند کرنے کے لئے میرا پیچھے رہنا ضروری ہے۔ قادسیہ کی طرف پیشقدمی کرنے والے سپاہیوں کے دل میں یہ اطمینان ضرور ہونا چاہیئے کہ ایران کا دارالسلطنت محفوظ ہے اور انہیں ضرورت کے وقت مدد مل سکتی ہے۔ میں مدائن میں بیکار نہیں بیٹھوں گا بلکہ میری کوشش یہ ہوگی کہ اگر کسی دن مجھے ایک ہزار سوار بھیجنے کی ضرورت پیش آئے تو اگلے دن ان کی جگہ چار ہزار نئے سپاہی بھرتی ہونے کے لئے موجود ہوں۔ میں دشمن پر یہ دبدبہ رکھنا چاہتا ہوں کہ میں نے جتنی فوج آگے بھیجی ہے اس سے زیادہ مدائن کے مستقر میں تربیت حاصل کر رہی ہے۔"

یزدگرد نے ایک حقارت آمیز تبسم کے رستم کی طرف دیکھا اور کہا "ہم نے کسی ایسے سپہ سالار کے متعلق نہیں سنا جس نے میدانِ جنگ سے دُور رہ کر دشمن کو مرعوب کرنے کی کوشش کی ہو۔ تم نے یہ کہا تھا کہ اگر ہم کچھ عرصہ آرام سے بیٹھے رہیں تو دشمن اپنے جنگی وسائل کی کمی کے باعث خود بخود پیچھے ہٹ جائے گا۔ تم نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر دشمن نے پیشقدمی کی تو تم اُسے دریا عبور کرتے ہی پیس کر رکھ دو گے۔ لیکن اب صورتِ حال یہ ہے کہ دشمن قادسیہ میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہے اور اس کے سوار بلاخوف و خطر ہمارے زرخیز علاقوں میں تباہی مچا رہے ہیں۔ اُن کے پاس رسد کی کوئی کمی نہیں انہوں نے کئی مہینوں کی ضرورت کے لئے ذخائر جمع کر لئے ہیں۔ اور اگر تمہارے تدبّر کے باعث انہیں کچھ وقت اور مل گیا تو انہیں کمک حاصل کرنے میں بھی کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ شام

کے محاذ پر رومیوں کو کچلنے کے بعد اُنہیں ایران کا رُخ کرنے میں دیر نہیں لگے اور پھر شاید تم ایران کی پُوری آبادی مدائن کے مستقر پر جمع کرنے کے بعد بھی اُنہیں مرعُوب نہ کر سکو۔ تمہاری اپنی اطلاع کے مُطابق قادسیہ کے میدان میں دشمن کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ نہیں۔ تم ساٹھ ہزار سواروں کو مدائن کے مستقر میں جمع کر چکے ہو۔ ساٹھ ہزار سپاہی ساباط میں اور اسی قدر راستے کی دوسری چوکیوں میں تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم کئی مہینوں سے دشمن کا سامنا کرنے سے پس و پیش کر رہے ہو؟ ہم نے سُنا ہے کہ تم ستاروں کا علم جانتے ہو۔ لیکن ایران کو ایک منجم سے زیادہ سپاہی کی ضرورت ہے۔"

رستم خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اُس نے کہا۔ "عالیجاہ! ستاروں کا علم جاننا کوئی جُرم نہیں۔ لیکن اگر آپ کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ ستارہ شناسی نے مجھے بُزدل بنا دیا ہے یا اپنی جان کے خوف سے میری اطاعت اور وفاداری میں کوئی فرق آ گیا ہے تو میں یہ ثابت کروں گا کہ آپ نے اپنے غلام کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ میں آج ہی روانہ ہو جاؤں گا۔"

یزدگرد نے قدرے متاثر ہو کر کہا۔ "مجھے تم پر کوئی شبہ نہیں اور تمہیں اس قدر جلد بازی سے کام لینے کی ضرورت نہیں۔ ایک دن سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم کل علی الصباح تمہیں مستقر سے رخصت کریں گے۔"

رستم ۱ لاکھ ہزار سواروں کے ساتھ مدائن سے نکلا۔ اُس کے آگے آگے جنگی ہاتھی اور پیچھے اُن اُونٹوں اور خچروں کی قطاریں تھیں جن پر خزانہ، رسد کا سامان اور خیمے لدے ہوئے تھے جب وہ ساباط پہنچا تو ایران کے وہ آزمُودہ کار جرنیل جنہوں نے چند برس قبل رومیوں اور اُس کے بعد مُسلمانوں کے کئی معرکوں میں حصّہ لیا تھا۔ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ اُس کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔

ساباط میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد وہ بظاہر پیشقدمی کی تیاریوں میں مصرُوف تھا لیکن اس کے تساہل کی اصل وجہ یہ تھی کہ مشہُور و معرُوف منجم جنہیں وہ مدائن سے اپنے ساتھ لایا تھا ابھی تک

یہی کہہ رہے تھے کہ ستاروں کی گردش اس کے خلاف ہے۔ پھر جب ایک دن اُسے یہ اطلاع ملی کہ مسلمانوں کا ایک وفد کسریٰ سے گفتگو کرنے کے لئے مدائن کا رُخ کر رہا ہے تو اُس نے پہلی بار اپنے دل میں یہ اطمینان محسوس کیا کہ اہرمزد نے اُس کی دُعائیں سُن لی ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اُس کے رُفقا اُسے یہ مشورہ دے رہے تھے کہ ایران کو ایک جواں سال اور تندمزاج حکمران کی حماقتوں کے نتائج سے بچانے کے لئے آپ کا مدائن پہنچنا ضروری ہے۔

یزدگرد اپنے دربار میں ان جسُور و غیوّر انسانوں کو دیکھ رہا تھا جن کی نگاہوں میں اپنے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ تھا۔ ان کے سروں پر جواہرات سے مزین ٹوپیاں اور جسم پر حریر و اطلس کی قبائیں نہ تھیں۔ تاہم ایران کی عظیم سلطنت کا حکمران اُن کے چہروں پر وہ آسُودگی اور بے نیازی دیکھ رہا تھا جو اُس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ مغرور نہ تھے لیکن اُنہیں انتہائی سادہ لباس میں چھپے ہوئے بازوؤں کی قوت کا پُورا احساس تھا اور اُن کی بیباک نگاہیں اس ملت کے عزم و یقین کی ترجمانی کر رہی تھیں جسے اللہ کی زمین پر انسانوں کی بادشاہت گوارا نہ تھی۔ داعیانِ اسلام کا یہ وفد چودہ ارکان پر مشتمل تھا۔ ان میں سے سات[1] وہ تھے جنہیں جسمانی وجاہت اور رعب داب کے لحاظ سے جفاکش صحرانشینوں کی بہترین خصوصیات کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا اور سات[2] ایسے تھے جن کے چہرے قبائلِ عرب کی ذہانت اور سیاسی بصیرت کے آئینہ دار تھے۔

---

[1] عاصم بن عمر، معنیٰ بن حارثہ، عطارد بن حاجب، اشعث بن قیس، حارث بن حسان، مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن معدی کرب جسمانی توانائی اور قد و قامت کے لحاظ سے پُورے عرب میں مشہور تھے۔

[2] سفارت کے باقی سات ارکان جنہیں دانائی اور سیاسی بصیرت کے اعتبار سے غیر معمولی شہرت حاصل تھی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ نعمان بن مقرن، فرات بن حیان العجلی، بسر بن ابی رہم، حنظلہ بن الربیع، عدی بن سہیل اور مغیرہ بن زرارہ۔ بعض مؤرخین نے آخری نام "مغیرہ بن زرارہ" کی بجائے "قیس بن زرارہ" بیان کیا ہے۔

توہم پرست ایرانی ہربات سے فال لینے کے عادی تھے۔ یزدگرد نے کچھ دیر حیرت اور اضطراب کے عالم میں اُن لوگوں کی طرف دیکھا اور پھر اُس نے مترجم کی وساطت سے سوال کیا۔ "چادر کو تمہاری زبان میں کیا کہتے ہیں؟"

نعمان بن مقرن نے جو اس وفد کے سرکردہ تھے آگے بڑھ کر جواب دیا "برد"

یزدگرد کی زبان سے بے اختیار "جہاں برد" کے الفاظ نکل گئے اور حاضرینِ دربار زہر کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔

"تم کوڑے کو کیا کہتے ہو؟" یزدگرد نے بلا توقف دوسرا سوال کر دیا۔

"سوط" نعمان بن مقرن نے جواب دیا۔ لیکن یزدگرد "سوط" کو "سوخت" سمجھ کر چلّا اُٹھا۔

"پارس را سوختند"

مدائن کے اُمراء اور مجوسی کاہنوں کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ لیکن جوان سال اور مغرور شہنشاہ کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔

شہنشاہ نے پُوچھا۔ "تم ہمارے ملک میں کیوں آئے ہو؟"

نعمان بن مقرن نے ایک مختصر اور جامع تقریر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دینِ اسلام کی تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ "ہم اس دین کے داعی ہیں جس نے ہمیں جہالت اور گمراہی کی تاریکیوں سے نجات کا راستہ دکھایا ہے۔ اگر تم ہماری دعوت قبول کر لو تو ہم واپس چلے جائیں گے اور تمہاری راہنمائی کے لئے اللہ کی کتاب چھوڑ جائیں گے۔ جب تک تم اس پر عمل کرو گے ہم تمہاری حکومت سے کوئی تعرض نہیں کریں گے۔ اگر تمہیں اسلام کی دعوت قبول نہیں تو دوسری صورت یہ ہے کہ تم جزیہ دو۔ ورنہ ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔"

یزدگرد کا چہرہ غصے سے تمتما اُٹھا۔ اُس نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں نے تم سے زیادہ بدبخت اور خستہ حال قوم نہیں دیکھی۔ تم جب کبھی ہم سے سرکشی کرتے تھے تو یہاں سے سرحد کے زمینداروں کو حکم بھیج دیا جاتا تھا۔ وہ تمہارا سارا کَس بل نکال دیتے تھے۔ ایران میں عربوں کو دو ہی ناموں

سے یاد کیا جاتا ہے ایک تاجر دوسرے بھکاری۔ تمہاری خوراک سبز رنگ کے سانڈے تھے۔ تم کھاری پانی پیتے تھے اور تم اُونٹ کے سخت بالوں کے لباس پہنتے ہو۔ اب تم ایران کا میٹھا پانی پی چکے ہو اور تمہیں اس زمین کی خوراک بھی پسند آ گئی ہے۔ اگر تم قحط اور افلاس سے مجبُور ہو کر یہاں آ گئے ہو تو ہم تمہیں صرف معاف ہی نہیں کرتے بلکہ تمہارے اُونٹوں پر غلّہ اور کھجُوریں لادنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم تمہارے سرداروں کی عزت کریں گے۔ تمہیں کھانا اور کپڑا دیں گے اور پھر تم پر کسی ایسے بادشاہ کو مقرر کریں گے جو تمہارے ساتھ لُطف و مروّت سے پیش آئے۔ لیکن یاد رکھو اگر تم نے ہماری فیاضی کی قدر نہ کی تو کوئی طاقت تمہیں ہمارے غضب اور انتقام سے نہیں بچا سکے گی۔"

دربار میں تھوڑی دیر کے لئے سناٹا چھا گیا اور یزدگرد داد طلب نگاہوں سے اپنے اُمرا کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اچانک مغیرہ بن شعبہ اُٹھے اور اُنہوں نے کہا "اے بادشاہ! یہ شرفائے عرب ہیں اور شرفا ایسی باتوں کا جواب دینا پسند نہیں کرتے لیکن میں تمہاری ہر بات کا جواب دے سکتا ہُوں اور یہ میری تصدیق کریں گے۔ تم نے ہمارے ماضی کے متعلق جو کچھ کہا ہے درست ہے۔ ہم واقعی بدبخت اور گمراہ تھے۔ ہمیں نیکی اور بدی کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ہم ایک دوسرے کا خون پیتے تھے۔ ہم اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ لیکن اللہ کو ہماری بے چارگی پر رحم آیا اور اُس نے ہماری ہدایت کے لئے نبیؐ بھیجا جس نے ہمیں دینِ حق سے آشنا کیا۔ وہ جو کچھ کہتا تھا اور جو کچھ کرتا تھا خدا کے حکم سے کرتا تھا۔ اُس نے ہمیں حکم دیا کہ اللہ کے دین کو ساری دُنیا کے سامنے پیش کرو۔ جو اس دین کو قبُول کر لیں وہ تمہارے بھائی ہیں اور اُن کے حقوق تمہارے برابر ہوں گے۔ جن کو اسلام سے انکار ہو اور جزیہ دینے پر راضی ہوں وہ تمہاری پناہ میں ہوں گے اور جو ان دونوں باتوں سے انکار کرے گا اُس کے لئے تمہاری تلوار ہو گی۔"

یزدگرد نے غصے سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "اگر قاصدوں کا قتل جائز ہوتا تو ہم تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتے۔"

مغیرہ نے جواب دیا۔ "اگر ہمیں موت کا خوف ہوتا تو یہاں نہ آتے۔"

حاضرینِ دربار دم بخود ہو کر یزدگرد کے چہرے کا اُتار چڑھاؤ دیکھ رہے تھے۔ اُس نے مسند کے قریب مسلح پہریداروں میں سے ایک قوی ہیکل نوجوان کو ہاتھ کے اشارے سے اپنے قریب بُلا کر دبی زبان سے کچھ کہا اور وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔ پھر تھوڑے سے توقف کے بعد وہ ارکانِ وفد کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم بہت گستاخ ہو۔ لیکن ہمیں تمہاری مفلسی اور ناداری پر ترس آتا ہے۔ اس لئے ہم تمہیں ایک ایسا تحفہ دینا چاہتے ہیں جو تمہاری شان کے شایان ہو۔"

سعد بن ابی وقاص کے ایلچی تذبذب کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد دو غلاموں نے مٹی سے بھرا ہوا ایک ٹوکرا لاکر اُن کے سامنے رکھ دیا۔

یزدگرد نے حکم دیا۔ "یہ مٹی اُس آدمی کے سر پر لاد دو جو اپنے آپ کو زیادہ عزت کا مستحق سمجھتا ہے اور پھر انہیں ہانکتے ہوئے مدائن سے باہر چھوڑ آؤ۔" حاضرینِ دربار کے چہروں پر مسکراہٹیں کھیلنے لگیں۔ اچانک عاصم بن عمرو آگے بڑھا اور اُس نے مٹی کا ٹوکرا اُٹھا کر اپنے کندھے پر رکھتے ہوئے کہا: "میں ان سب سے معزز ہوں۔"

حاضرین کی مسکراہٹیں اچانک قہقہوں میں تبدیل ہو گئیں۔ عاصم بن عمرو رفقاء کے ساتھ چل دیا اور دیکھنے والوں کو یہ محسوس ہوا کہ وہ مٹی کو پھول سمجھتا ہے۔ کسریٰ کے دربار سے نکلنے کے بعد وہ چلنے کی بجائے بھاگ رہا تھا۔ باہر دروازے پر اُن کے گھوڑے کھڑے تھے۔ عاصم نے مٹی کا ٹوکرا اپنے گھوڑے پر لاد دیا اور پھر اُس پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا: "یزدگرد ہمیں ایران کی مٹی دے چکا ہے۔ سعد کے لئے اس سے بہتر تحفہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ اب ہمیں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔" تھوڑی دیر بعد مدائن کی سڑکوں پر اُن کے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دے رہی تھی۔

ایک ساعت بعد یزدگرد محل کے ایک اور کمرے میں اُن مصاحبوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا جو ہر شہنشاہ کی ہر بات کی تائید میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیا کرتے تھے اور آج اس حکمران کی دانشمندی اور تدبر ان لوگوں کا موضوعِ کلام تھا جس کے دربار سے سعد بن ابی وقاص کا ایک ایلچی مٹی کا ٹوکرا اُٹھا کر نکلا تھا۔ رستم کمرے میں داخل ہوا اور ان خوشامدیوں اور جی حضوریوں کے قہقہے اچانک

خاموش ہو گئے۔

"عالیجاہ!" رستم نے تین بار فرشی سلام کرنے کے بعد کہا۔ "میں آپ کی اجازت کے بغیر یہاں حاضر ہونے کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔ مجھے مسلمانوں کی سفارت کے متعلق اطلاع ملی تھی اور مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں بروقت حاضر نہ ہو سکا۔"

یزدگرد نے جواب دیا۔ "تمہیں یہاں آنے کی ضرورت نہ تھی۔"

"عالیجاہ! میں آج ہی واپس چلا جاؤں گا۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے ان بھکاریوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟"

"نہیں عالیجاہ! لیکن میں اس بات پر حیران ہوں کہ وہ اتنی جلدی واپس چلے گئے ہیں۔"

"تم اس بات سے زیادہ حیران ہو گے کہ جب وہ ہمارے دربار سے نکلے تھے تو اُن کے ایک معزز ساتھی کے کندھے پر مٹی کا ایک ٹوکرا تھا۔"

"مٹی کا ٹوکرا؟"

"ہاں یہ بدوی ایران کی مٹی کو بھی ایک تحفہ سمجھتے تھے۔ ہمیں یہ افسوس ہے کہ ہم ان سب کو مٹی کا ایک ایک ٹوکرا نہ دے سکے۔" یزدگرد نے ہنسنے کی کوشش کی اور کچھ دیر کمرے میں حاضرین کے قہقہے گونجتے رہے۔ لیکن رستم کے چہرے پر اچانک زردی چھا گئی۔ وہ چلایا: "عالیجاہ! آپ ہمارے دشمنوں کو مٹی دے چکے ہیں؟"

"تمہارا خیال ہے کہ ہم مذاق کر رہے ہیں؟"

"عالیجاہ! یہ بدشگونی ہے۔" رستم یہ کہہ کر مُڑا اور بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ محل سے باہر اپنے محافظ سواروں سے کہہ رہا تھا: "دشمن کے ایلچی یہاں سے مٹی کا ٹوکرا اُٹھا کر لے گئے ہیں۔ تم ان کا پیچھا کرو اور یہ مٹی چھین لو۔"

"مٹی کا ٹوکرا؟" محافظ دستے کے ایک سالار نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

رستم تلملا اُٹھا۔ "بیوقوف! وقت ضائع نہ کرو۔ وہ زیادہ [illegible] نہیں گئے ہوں گے۔ میں اپنے

مکان پر تمہارا انتظار کروں گا۔"

سواروں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا دی لیکن سہ پہر کے وقت وہ رستم کو بتا رہے تھے کہ سعد کے ایلچی اُن کے ہاتھ نہیں آئے۔

○

شام کے وقت ماہ بانو اور یاسمین پائیں باغ میں ٹہل رہی تھیں۔ ایک نوکر ڈیوڑھی کی طرف بھاگتا ہُوا اُن کے قریب پہنچا اور اُس نے ماہ بانو سے کہا: "سپہ سالار رستم اندر آنا چاہتا ہے اُس کا رتھ ڈیوڑھی سے باہر کھڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں زرِبخت کی بہن سے ملنا چاہتا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو دروازہ کھول دوں۔"

ماہ بانو کے چہرے پر زردی چھا گئی۔ اُس نے سوال کیا: "تم نے اُسے بتا دیا ہے کہ میں یہاں ہوں؟"

"اُسے بتانے کی ضرورت نہ تھی۔ اُسے معلوم ہے کہ آپ یہاں رہتی ہیں۔ اُس کے ایک ساتھی نے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے یہ کہا تھا کہ زرِبخت کی بہن کو یہ اطلاع دو کہ سپہ سالار اس سے ملنا چاہتے ہیں اور میں اُس کے ساتھ بات کرنے کی بجائے اس طرف بھاگ آیا ہوں اب اگر آپ کی اجازت ہو تو دروازہ کھول دیا جائے۔"

"اس نے بذاتِ خود تمہارے ساتھ کوئی بات نہیں کی؟"

"نہیں اُس کا رتھ دروازے سے چند قدم دُور کھڑا ہے۔ لیکن میں نے اُسے سوراخ سے دیکھ لیا تھا۔"

یاسمین نے پوچھا: "تمہیں یقین ہے کہ وہ رستم ہے؟"

"ہاں میں اسے پہچانتا ہوں۔"

ماہ بانو نے سوال کیا: "اس کے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟"

"اس کے ساتھ صرف دو سوار آئے ہیں۔"

ماہ بانو نے یاسمین کی طرف دیکھا اور ملتجی ہو کر کہا: "یاسمین میں اس سے بات نہیں کروں گی۔"

"لیکن وہ ایران کا سپہ سالار ہے۔"

"تم اس سے یہ کہہ دو کہ میں بیمار ہوں۔ نہیں بلکہ تم یہ کہو کہ میں اپنے کسی رشتہ دار کے گھر چلی گئی ہوں۔ وہ تمہارے ساتھ گستاخی سے پیش آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ وہ تمہارے نانا اور تمہارے والد کو جانتا ہے۔"

یاسمین نے کہا: "ممکن ہے کہ وہ تمہارے بھائی کے متعلق کچھ بتانا چاہتا ہو۔"

"اگر اسے اتنے دنوں کے بعد اچانک مجھ پر رحم آگیا ہے تو میرے بھائی کو اس کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا۔ میں دوسری مرتبہ اُس کے سامنے رحم اور انصاف کے لئے ہاتھ نہیں پھیلاؤں گی۔ میں چھپ جاتی ہوں۔ تم اُسے اندر بُلا لو۔" ماہ بانو یہ کہہ کر نوکر کی طرف متوجہ ہوئی۔ "تم کیا دیکھ رہے ہو۔ جاؤ اُسے یاسمین کے پاس لے آؤ اور اگر وہ میرے متعلق پُوچھے تو صرف یہ کہہ دو کہ میں یہاں نہیں ہوں۔"

نوکر چلا گیا تو یاسمین نے کہا: "ماہ بانو وہ ایران کا سپہ سالار ہے۔ اگر اُس نے ہمارے گھر کی تلاشی لینے کی کوشش کی تو میں اُسے منع نہیں کر سکوں گی۔"

"اگر اُس نے مکان کی تلاشی لینے کی کوشش کی تو تمہیں منع کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اندر نہیں جاؤں گی۔"

ماہ بانو بھاگ کر دیوار کے ساتھ انار کے درختوں کے پیچھے چھُپ گئی۔ تھوڑی دیر بعد رستم یاسمین کے سامنے کھڑا تھا۔ "آپ سروش کی بیٹی ہیں؟" اُس نے پُوچھا۔

"جی ہاں۔"

"مُعاف کیجئے آپ کا نوکر بہت بدتمیز ہے۔"

یاسمین نے جواب دیا: "اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ ایران کے سپہ سالار یہاں قدم رنجہ فرمائیں گے تو میں کسی مہذب آدمی کو دروازے پر بٹھا دیتی۔ ہمارے جو نوکر تھوڑی بہت سمجھ رکھتے تھے

وہ بازار چلے گئے ہیں اور شاید ڈیوڑھی کے پہریدار کو دروازہ بند رکھنے کی تاکید کر گئے ہیں۔"

رستم نے پوچھا۔ "ندبخت کی بہن کہاں ہے؟"

"وہ چند دن قبل مدائن میں اپنے بھائی کے کسی دوست یا رشتہ دار کے ہاں چلی گئی تھی۔ چلیے اندر تشریف رکھیے۔"

رستم نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ "نہیں اس وقت میں بہت مصروف ہوں۔ لیکن آپ کو یقین ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔"

"اگر آپ کو یقین نہیں تو آپ ہمارے گھر کی تلاشی لے سکتے ہیں۔"

رستم نے جواب دیا۔ "میں کسی مجرم کی تلاش میں نہیں آیا۔"

یاسمین نے کہا۔ "اگر آپ اُسے کوئی پیغام دینا چاہتے ہوں تو میں اُسے تلاش کرنے کی کوشش کروں گی۔ ممکن ہے کہ چند دن تک وہ خود ہی یہاں پہنچ جائے۔"

رستم نے کہا۔ "آپ اُسے یہ پیغام دے سکتی ہیں کہ میں جنگ پر جا رہا ہوں۔ مجھے پچھلے دنوں اُس کے بھائی کے متعلق سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن جب میں فتح کے بعد مدائن واپس آؤں گا تو شاید میری پہلی خواہش یہی ہو کہ بعض قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔"

یاسمین کا چہرہ مسرت سے چمک اُٹھا اور پھر یکایک اُس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ اُس نے بڑی مشکل سے کہا۔ "ماہ بانو کا بھائی بے قصور ہے اور آپ کو ایک اچھے سپاہی کی ضرورت ہے۔ کیا آپ اُسے میدانِ جنگ میں اپنی وفاداری کا ثبوت دینے کا موقع نہیں دے سکتے؟"

رستم نے جواب دیا۔ "یہ ہو سکتا ہے کہ میں فتح کی خوشی میں اُس کا جرم بھول جاؤں اور اُس کی باقی سزا معاف کر دوں لیکن یہ ممکن نہیں کہ میں اُسے قید سے نکال کر کوئی ذمہ داری سونپ دوں۔"

یاسمین کا دل بیٹھ گیا۔

رستم نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "اگر زربخت کو رہا کیا گیا تو اُس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ اس لڑکی کا بھائی ہے جس کی آنکھوں میں آنسو دیکھنا مجھے پسند نہیں۔ تم اُسے یہ پیغام بھی دے سکتی ہو کہ جنگ سے فارغ ہو کر میں سیدھا اُس کے پاس آؤں گا اور کوشش کروں گا کہ ہمارے درمیان نفرت کی دیوار باقی نہ رہے۔"

یاسمین نے پُر اُمید ہو کر کہا۔ "کیا میں اُسے یہ خوشخبری دے سکتی ہوں کہ آپ فتح کی خوشی میں اس کے بھائی کو رہا کر دیں گے؟"

"ہاں اگر میں نے یہ محسوس کیا کہ ندبخت کو رہا کئے بغیر میں اُس کی نفرت دُور نہیں کر سکتا تو ممکن ہے میں اپنی زندگی کا ایک اہم اصول بدلنے پر آمادہ ہو جاؤں۔ آپ ماہ بانو سے یہ کہہ سکتی ہیں کہ مستقبل کے حالات خواہ کچھ ہوں اُسے میری نگاہوں سے چھُپنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ میں بند دروازوں پر دستک دینا پسند نہیں کروں گا۔ آپ کا چہرہ بتا رہا ہے کہ وہ یہیں ہے۔"

رستم یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔

"ٹھہریئے!" یاسمین نے اچانک آگے بڑھ کر کہا۔

وہ رُکا اور مُڑ کر دیکھنے لگا۔ یاسمین نے سراپا التماس بن کر کہا۔ "ماہ بانو کو معاف کر دیجئے۔ جب وہ آپ کے پاس گئی تھی تو اس کا اضطراب ایک بہن کا اضطراب تھا۔ ممکن ہے کہ اس کی زبان پر کوئی ایسا لفظ آ گیا ہو جو آپ کو ناگوار گزرا ہو۔ لیکن اگر آپ اس کے بھائی پر احسان کر سکیں تو اُسے ناشکر گزار نہیں پائیں گے۔"

"تم اُسے یہ پیغام دے سکتی ہو کہ جنگ سے واپسی پر مجھے اُس کے آنسوؤں کی بجائے اُس کی مسکراہٹیں زیادہ پسند ہوں گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ التجا کرنے کی بجائے مجھے حکم دے سکے۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"یاسمین!" اُس نے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے جواب دیا۔

"تم رو رہی ہو۔ کیا تمہاری تسلی کے لئے میرا یہاں آنا کافی نہیں؟ جاؤ ماہ بانو سے کہو کہ اُس

کا بھائی جنگ کے میدان کی بجائے قید خانے میں زیادہ محفوظ ہے۔ وہاں اُسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جب میں جنگ سے واپسی پر اس گھر کا رُخ کروں گا تو وہ میرے ساتھ ہوگا۔"

یاسمین نے کہا۔ "آپ میدانِ جنگ کا رُخ کرنے سے پہلے بھی اُس کی رہائی کا حکم دے سکتے ہیں۔"

رستم نے جواب دیا۔ "یہ اُس صورت میں ہو سکتا ہے کہ میں اُسے دوبارہ فوج میں شامل کر لوں۔ اور اپنے ساتھ لے جاؤں۔ لیکن اگر تمہارے آنسو اُس کے لئے ہیں تو میرا خیال ہے کہ تم اس کے انتظار میں میدانِ جنگ کی بجائے قید خانے کی طرف دیکھنا زیادہ پسند کرو گی۔ مجھے آج ہی ساباط واپس پہنچنا ہے اور وہاں سے جو لوگ میرے ساتھ قادسیہ روانہ ہوں گے اُن میں سے سینکڑوں یا ہزاروں ایسے ہوں گے جو واپس نہیں آئیں گے۔ اگر تمہاری یا اُس کی بہن کی خواہش ہے کہ وہ قید خانے سے نکل کر میدانِ جنگ میں پہنچ جائے تو ہو سکتا ہے کہ میں اس کے لئے بھی آمادہ ہو جاؤں۔"

یاسمین نے مضطرب ہو کر کہا۔ "میں آپ کو مجبور نہیں کروں گی۔ اگر آپ جنگ کے بعد اُس کی رہائی کا وعدہ کرتے ہیں تو ہم اس کا انتظار کر سکیں گی۔"

رستم نے کہا۔ "مجھے معلوم نہ تھا کہ سروش کی بیٹی اور فریبرز کی نواسی کو ایک غیر ذمہ دار آدمی کی زندگی اس قدر عزیز ہے۔"

یاسمین کو اچانک یہ محسوس ہوا کہ اُس نے ایران کے سپہ سالار سے گفتگو کرتے وقت احتیاط سے کام نہیں لیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن رستم مسکراتا ہوا ڈیوڑھی کی طرف چل دیا۔ وہ چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑی رہی اور پھر بھاگتی ہوئی انار کے پودوں کی طرف بڑھی۔

"ماہ بانو! ماہ بانو! تمہیں چھپنے کی ضرورت نہ تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ تم یہیں ہو۔ رستم نے وعدہ کیا ہے کہ وہ جنگ سے واپس آتے ہی تمہارے بھائی کو رہا کر دے گا۔" اور اس کے ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ بہے۔

باب ۲۸

قادسیہ کی جنگ کفر و اسلام کا ایک عظیم ترین معرکہ تھی۔ اور اس جنگ میں حصہ لینے والے عرب و عجم کی بہترین خصوصیات کے نمائندہ تھے۔ اور اُنہیں اپنی فتح اور شکست کی اہمیت کا پورا احساس تھا۔ یہ وہ نازک موڑ تھا جہاں سے صدیوں کے لئے انسانی تاریخ کا رُخ بدلنے والا تھا۔

سعد بن ابی وقاص کی قیادت میں قریباً تیس ہزار مجاہدوں کا جو لشکر قادسیہ پہنچا تھا اُس کے ساتھ ستر وہ جلیل القدر صحابی تھے جنہیں بدر کے میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب ہونے کا شرف حاصل تھا۔ تین سو وہ تھے جو بیعت رضوان میں حاضر تھے اور اسی قدر وہ بزرگ تھے جنہیں فتح مکہ میں حصہ لینے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ یہ وہ غازی تھے جن کے دلوں میں اسلام کے لئے فتح اور اپنے لئے شہادت سے زیادہ کوئی اور آرزو نہ تھی اور یہ شاہراہِ حیات کا وہ قافلہ تھا جس پر اللہ کا ہاتھ تھا۔

اس جنگ کے ساتھ امیر المومنین کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ اُنہوں نے اپنے لشکر کے لئے مدینہ سے لے کر قادسیہ تک راستے کی اہم منازل بذاتِ خود متعین کی تھیں اور امیر لشکر ہر منزل پر مقامی قبائل کے مجاہدوں کو اپنا منتظر پاتے تھے۔ عراق کی حدود میں داخل ہونے کے بعد سعد بن ابی وقاص کے ایلچی آئے دن دربار خلافت کو اپنے گرد و پیش کے حالات سے پوری طرح باخبر رکھتے تھے اور ان حالات کے پیشِ نظر لشکر کی پیشقدمی، سامانِ رسد کی فراہمی، دستوں کی ترتیب، سالاروں نقیبوں اور علم برداروں کے تقرر اور میدانِ جنگ کے انتخاب کے متعلق امیر المومنین کے احکام

سُننے والوں کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اُن کے ساتھ ہیں۔

یہ لشکر پُورے عرب کی تڑپ اور حوصلوں کا امین تھا۔ اس کے ساتھ وہ جادو بیان خطیب اور شعلہ نوا شاعر تھے جن کا کلام مردانِ کار کی رگوں میں خون کی گردش کو تیز کر دیا کرتا تھا۔ غرض یہ تیس ہزار انسان اس ملّت کی ذہنی، جسمانی اور روحانی توانائی کا جوہر تھے جسے قدرت نے آقاؤں اور غلاموں، ظالموں اور مظلوموں کی دنیا میں عدل و مساوات کے پرچم بلند کرنے کے لئے منتخب کیا تھا۔ اُن کے ماضی کے راستے بدر و حنین کی منازل سے گزرتے تھے اور وہ اپنے عزم و یقین کی روشنی میں دجلہ اور فرات کے آگے عجم کی وسعتوں میں ان منازل کی نشان دہی کر سکتے تھے۔ جہاں مستقبل کی فتوحات ان کا انتظار کر رہی تھیں۔ قادسیہ اس راستے کا دروازہ تھا اور اُس کی حفاظت اہلِ عجم کے نزدیک موت و حیات کا مسئلہ بن چکی تھی۔



رستم شاہی دربار کے ساتھیوں اور جی حضوریوں کو کوستا ہوا واپس ساباط پہنچا۔ اب اس کا یہ وہم یقین کی حد کو پہنچ چکا تھا کہ ستاروں کی گردش ایران کے خلاف ہے۔ اس کے منجم اس اطلاع سے کم پریشان نہیں تھے کہ یزدگرد نے مسلمانوں کے سپہ سالار کو ایران کی خاک بھیج دی ہے۔ چنانچہ اُس نے مختلف حیلوں اور بہانوں سے قادسیہ کی طرف پیشقدمی ملتوی کرنے کی کوشش کی۔

۱؎ بعض روایات کے مُطابق رستم نے کوئی ایسا خواب دیکھا تھا جس کے باعث وہ جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا۔ اور بعض روایات کے مُطابق اس کے تذبذب کی وجہ چند بدشگونیاں تھیں۔ بہرحال وجوہ خواہ کچھ ہوں، اس نے اپنی زبردست تیاریوں اور بے پناہ جنگی وسائل کے باوجُود قادسیہ کی جنگ کو کئی مہینے ٹالنے کی کوشش کی تھی۔ مجوسیوں کی توہم پرستی کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ قادسیہ کی جنگ سے کئی صدیاں قبل جب سکندرِ اعظم نے ایران پر حملہ کیا تھا تو دارا کی عظیم فوج نے چاند گرہن کو دیکھ کر حوصلہ ہار دیا تھا۔ اصنام پرست یونانی بھی اگرچہ توہم پرست تھے اور چاند گرہن کے باعث سکندر کے لشکر میں بھی سراسیمگی پھیل گئی تھی۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

ایک غیر معین عرصہ کے لئے ساباط میں ساٹھ ہزار سواروں اور ایک سو جنگی ہاتھیوں کا اجتماع کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اس لشکر نے گرد و نواح کے علاقوں میں تباہی مچا رکھی تھی۔ ہاتھی اور گھوڑے میلوں تک لہلہاتی کھیتیاں چٹ کر چکے تھے اور سپاہیوں کی لُوٹ مار سے آس پاس کی کوئی بستی یا کوئی گھر محفوظ نہ تھا۔ اور یہی حال قادسیہ کے راستے کی ان چوکیوں کا تھا جہاں کسریٰ کی دوسری افواج رستم کی آمد کا انتظار کر رہی تھیں۔

غریب اور بے بس کسان اپنے زمینداروں سے فریاد کر رہے تھے اور زمیندار اپنے گھر بار چھوڑ کر مدائن کی گلیوں میں دُہائی مچا رہے تھے۔ یزدگرد اس صورت حال کو زیادہ دن برداشت نہ کر سکا۔ چنانچہ اُس نے سختی سے رستم کو پیشقدمی کا حکم دیا۔

(بقیہ نوٹ) لیکن سکندر اعظم نے اپنے لشکر کے حوصلے قائم رکھنے کے لئے یہ تشریح کی تھی کہ ایران کے چاند پر یونان کا گہن چھا گیا ہے۔ یعنی یونانی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے۔ پھر اُس نے اپنے لشکر کو فتح کے نقارے بجانے کا حکم دیا اور چند جاسوس ایرانیوں کے بھیس میں دارا کے لشکر میں بھیج دئے جنہوں نے یہ مشہور کر دیا کہ اب ایران کی شکست یقینی ہے۔ ایرانیوں کو دشمن کے کیمپ میں مسرت کے نعرے سنائی دئے تو اُن کے حوصلے ٹوٹ گئے اور اُنہیں ایک عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن قادسیہ کی جنگ کے واقعات اس سے قدرے مختلف ہیں۔ اس جنگ میں رستم نے اپنی توہم پرستی کے باوجود پُوری جرأت اور ہمت کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور کوئی مؤرخ اُسے بزدلی کا طعنہ نہیں دے سکا۔ وہ یزدگرد سے زیادہ حقیقت پسند تھا۔ اُس کی سیاسیانہ بصیرت نے مستقبل کے خطرات دیکھ لئے تھے۔ خالدؓ بن ولید اور مثنیٰ ابن حارثہ کی فتوحات کے باعث اُسے اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ ایرانی اپنے ظاہری اسباب کی برتری کے باوجود مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آگے چل کر جب ہم اسلامی لشکر کے نمائندوں کے ساتھ رستم کے مذاکرات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اس رائے کی تائید میں کافی مواد ملتا ہے کہ رستم اپنی بے پناہ قوت کے باوجُود مسلمانوں سے مرعوب تھا۔

رستم نے بادلِ ناخواستہ ساباط سے کوچ کیا۔ راستے کی منازل میں دوسرے جرنیل اُس کے ساتھ شامل ہوئے۔ اس عظیم[1] لشکر کے قلب میں ساٹھ ہزار سپاہی براہ راست رستم کی کمان میں تھے اور اُن کے آگے ایک سو جنگی ہاتھی تھے۔ مقدمۃ الجیش کی کمان جالینوس کے ہاتھ میں تھی اور یہ چالیس ہزار سپاہیوں اور بیس ہاتھیوں پر مشتمل تھا۔ میسرہ میں تیس ہزار اور ۷۵ ہاتھی تھے اور اس کی قیادت مہران[2] بن بہرام رازی کو سونپی گئی تھی۔ میمنہ پر ہرمزان متعین تھا اور قریباً اسی قدر سوار اور جنگی ہاتھی اس کے ساتھ تھے۔ ساقہ میں بیس ہزار سپاہی اور تیس ہاتھی تھے۔ لشکر کے پیچھے ان خچروں اور اونٹوں کی قطاریں تھیں جن پر رسد اور جنگ کے دوسرے سازوسامان کے علاوہ خزانہ لدا ہوا تھا۔ یہ ٹڈی دل افواج اپنے پیچھے ویران کھیتیاں اور اُجڑی ہوئی بستیاں چھوڑتی ہوئی آگے بڑھیں۔ بابل سے چند کوس دور اُنہوں نے دریا عبور کیا۔ حیرہ میں میں تباہی مچائی اور بالآخر نہر عتیق کے کنارے قادسیہ کے سامنے ڈیرے ڈال دیے۔

اسلامی لشکر کے عقب میں شاپور کی خندق تھی جس کا ایک سرا مغرب کی جانب حیرہ سے آگے دریائے فرات سے جاملتا تھا اور اس خندق کے پیچھے وہ صحرا اور پہاڑیاں تھیں جو جنوب کی سمت عرب کی وسعتوں میں گم ہوجاتی تھیں۔ دائیں ہاتھ کوسوں تک ناقابلِ گزر جھیلیں اور دلدلیں پھیلی ہوئی تھیں اور سامنے وہ گہری اور چوڑی نہر تھی جس کے دوسرے کنارے کچھ فاصلے پر رستم کا پڑاؤ تھا اور اس کے آگے دریائے فرات بہہ رہا تھا۔

اپنے محل وقوع کے اعتبار سے فریقین کے کیمپ یکساں محفوظ تھے۔ مسلمان اس لئے پہل کرنے کے تیار نہ تھے کہ نہر اور خندق کے درمیان ایک وسیع میدان کو اپنی نقل و حرکت کے

---

[1] ایرانی لشکر کی مجموعی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے لے کر ایک لاکھ اسی ہزار تک بیان کی گئی ہے

[2] مہران دو تھے، ایک جس کا پورا نام مہران بن مہرویہ ہمدانی تھا، بویب کی جنگ میں ایرانی لشکر کا سپہ سالار تھا اور اسی جنگ میں مارا گیا تھا۔

لئے محفوظ رکھنا چاہتے تھے اور رستم کو حملہ کرنے کی اس لئے جلدی نہ تھی کہ وہ سرے سے ہی اس جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا۔ اُسے اب بھی اُمید تھی کہ چند دنوں یا ہفتوں کے بعد سامانِ رسد کی تنگی مسلمانوں کو قادسیہ کا میدان چھوڑنے پر مجبور کردے گی۔ لیکن سعد بن ابی وقاص نے اُسے نہر عبور کرنے پر مجبور کرنے کے لئے پھر انہی حربوں سے کام لیا جن کے باعث رستم مدائن اور ساباط سے پیشقدمی کرنے پر مجبور ہوگیا تھا۔ مسلمانوں کے طوفانی دستے کبھی مار دھاڑ کرتے ہوئے عراق کے ڈیلٹائی علاقوں میں پہنچ جاتے تھے اور کبھی نہر عبور کرکے دشمن کے پڑاؤ میں جا گھستے تھے۔ نہر کا پل مسلمانوں کے قبضے میں تھا اور وہ اس سے پورا فائدہ اُٹھا رہے تھے۔ ان کارروائیوں نے رستم کے لئے دن کا آرام اور رات کی نیند حرام کردی تھی۔ اس کے علاوہ جنگ شروع کرنے کے متعلق جو احکام موصول ہو رہے تھے اُنہیں ٹالنا اُس کے بس کی بات نہ تھی۔ بالآخر اُس نے فوج کو حملے کے لئے تیاری کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی سعد بن ابی وقاص کو پیغام بھیجا کہ میں مصالحت کی گفتگو کے لئے آپ کے کسی معتمد سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت سعد نے اس کی دعوت قبول کر لی اور یہ خدمت ربعی بن عامر کو سونپ دی۔

○

اگلے دن ربعی بن عامر گھوڑا دوڑاتے ہوئے ایرانیوں کے پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ رستم اپنے لشکر کو قوت اور شان و شوکت کا مظاہرہ کرنے کا حکم دے چکا تھا۔ چنانچہ ربعی کے راستے میں اُس کے ہاتھیوں، سواروں اور پیادہ سپاہیوں کی صفیں کھڑی تھیں۔ پڑاؤ کے درمیان ایک کشادہ شامیانے کو حریر و اطلس کے پردوں سے اور موتیوں کی جھالروں سے سجایا گیا تھا۔ شامیانے کے درمیان رستم کا سنہری تخت تھا جس کے اوپر سونے کے چھتر میں ہیروں اور موتیوں کی جھالریں لٹک رہی تھیں۔ فرش پر بیش قیمت قالین بچھے ہوئے تھے اور اُن کے اوپر گاؤ تکیوں پر زربفت کے غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ رستم کے تخت کے گرد دو قدآور اور باہمت جوان کھڑے تھے۔ جنہیں پورے لشکر سے منتخب کیا گیا تھا۔ ان کے خود، زرہیں چمک رہی تھیں۔ یہ ایک عظیم سلطنت

کے ظاہری ساز و سامان کی نمائش تھی۔ لیکن ربعی بن عامر جنہیں رستم مرعوب کرنا چاہتا تھا اس شان سے آئے کہ دیکھنے والے دم بخود رہ گئے۔ اُن کا لباس موٹا اور کھردرا تھا۔ اُن کی زرہ ایران کے ایک ادنیٰ سپاہی کے قابل بھی نہ تھی۔ تلوار کے بوسیدہ نیام پہ چیتھڑے بندھے ہوئے تھے۔ وُہ ایرانی لشکر کی صفوں کے درمیان گھوڑا دوڑاتے ہوئے شامیانے کے قریب پہنچ کر اُترے۔ پھر انہوں نے نیزہ مار کر ایک قالین کے سرے میں سوراخ کر دیا۔ اپنے گھوڑے کی باگ وہاں اٹکانے کے بعد نیزے کی اَنی ٹیکتے اور بیش قیمت قالینوں میں چھید کرتے ہوئے آگے بڑھے اور تخت کے سامنے نیزہ گاڑنے کے بعد رستم کے برابر بیٹھ گئے۔ دربار میں تھوڑی دیر کے لئے سناٹا چھا گیا پھر رستم کے محافظوں نے ربعی کو پکڑ کر تخت سے اُتارنے اور اُن کے ہتھیار چھیننے کی کوشش کی تو اُس نے کہا "میں اپنی مرضی سے نہیں بلکہ تمہاری دعوت پہ یہاں آیا ہوں۔ ہمارے مذہب میں کسی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ خدا بن کر بیٹھے اور دوسرے بندوں کی طرح ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔ اگر تمہیں میرا یہاں بیٹھنا گوارا نہیں تو میں واپس چلا جاؤں گا۔"

رستم نے اپنے آدمیوں کو منع کیا اور وہ ربعی کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر ربعی کے دل میں کوئی خیال آیا۔ وہ رستم کے تخت سے اُترے اور اپنے خنجر سے قالین کا کچھ حصہ چاک کیا۔ اور خالی زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا "میں خدا کے فرش کو اس مصنوعی فرش پر ترجیح دیتا ہوں۔"

حاضرین خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔ لیکن رستم کی موجودگی میں کسی کو زبان ہلانے کی جرأت نہ ہوئی۔

رستم نے سوال کیا "تم ہمارے ملک میں کیوں آئے ہو؟"

ربعی نے جواب دیا "یہ خدا کی زمین ہے اور ہمارا مقصد یہ ہے کہ یہاں مخلوق کی بجائے خالق کی اطاعت کی جائے۔ اگر تم اللہ کا دین قبول کر لو تو ہم تمہارے ملک اور مال و دولت سے تعرض نہیں کریں گے۔ اگر تم اسلام کی دعوت رد کرتے ہو تو تمہیں جزیہ دینا پڑے گا۔ اگر تمہیں اس پر بھی اعتراض ہے تو ہم تمہارے ساتھ اُس وقت تک لڑیں گے جب تک کہ ہمیں فتح

حاصل نہیں ہوتی یا ہم جنت میں نہیں پہنچ جاتے۔"

رستم نے کہا "ہمارا خیال تھا کہ ایران کا لشکر دیکھنے کے بعد تمہاری خوش فہمیاں دُور ہو جائیں گی۔"

ربعی نے جواب دیا "ایران کا لشکر دیکھنے کے بعد میرا شوقِ جہاد زیادہ ہو گیا ہے۔"

کچھ دیر ربعی اور رستم کی نوک جھونک جاری رہی۔ بالآخر رستم نے کہا "ہم تمہاری شرائط کے متعلق ارکانِ سلطنت سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"تم مشورہ کر سکتے ہو لیکن یہ شرائط تبدیل نہیں ہوں گی۔" ربعی یہ کہہ کر اُٹھے اور فرش پر گڑا ہوا نیزہ اُٹھا لیا۔ جب وہ شامیانے سے باہر نکل رہے تھے تو ایک افسر نے کہا "تم ان تلواروں کے ساتھ ایران فتح کرنے کے خواب دیکھ رہے ہو؟"

"تم نے صرف نیام دیکھا ہے تلوار نہیں دیکھی۔" ربعی نے یہ کہہ کر اچانک تلوار نیام سے باہر کی اور دیکھنے والوں کی نگاہوں میں بجلی کوند گئی۔ ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر اپنی ڈھال پیش کرتے ہوئے کہا "جنگ کے میدان میں تلواروں کی چمک کی بجائے اُن کے جوہر دیکھے جاتے ہیں۔ تم اس ڈھال کو کاٹ سکتے ہو؟"

ربعی مسکرایا۔ پھر اُس کی چمکتی ہوئی تلوار ہوا میں لہرائی اور ڈھال کا ایک حصہ کٹ کر فرش پر جا گرا۔

دو اور جوانوں نے یکے بعد دیگرے اپنی ڈھالیں پیش کیں لیکن ربعی کی تلوار کی ضربوں نے اُن کے پرخچے اُڑا دئیے۔ پھر اُس نے آگے بڑھ کر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اس کی پیٹھ پر کُودتے ہوئے کہا "ہم جنگ کے میدان میں تمہیں مایوس نہیں کریں گے۔"

اگلے دن رستم کی دعوت پر حضرت سعد نے ربعی کی بجائے حذیفہ بن محسن کو اپنا سفیر بنا کر بھیج دیا لیکن رستم کے دربار میں اُن کا اندازِ گفتگو بھی ربعی سے مختلف نہ تھا۔ تیسرے دن رستم کی طرف سے ایک اور پیغام موصول ہونے پر سعد بن ابی وقاص نے مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا۔ لیکن

رستم کو اس مرتبہ بھی مایوسی ہوئی۔ مغیرہ ایک فاتح کی شان سے رستم کے دربار میں داخل ہوئے۔ کچھ دیر اُن کے درمیان نوک جھونک ہوتی رہی۔ بالآخر رستم کو ان کی جرأت اور بیباکی ناقابلِ برداشت محسوس ہونے لگی اور اُس نے اہلِ عرب کی مفلسی اور ناداری کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا۔ "تمہیں ایران کے جنگی وسائل کا علم ہے۔ تم ہمارے لشکر کی تعداد دیکھ چکے ہو۔ ہم جب چاہیں تمہاری حقیر فوج فوج کو تباہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میں اپنی قوت کی بجائے فیاضی اور رحم دلی کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تم ننگے اور بھوکے ہو اور ایران تمہیں تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا اور پیٹ بھرنے کے لئے اناج دے سکتا ہے۔ اگر تم واپس چلے جاؤ تو ہم ماضی کی تلخیاں بھول کر تمہاری اعانت کے لئے تیار ہیں۔"

مغیرہ نے جواب دیا۔ "ہمارے واپس جانے کی یہی صورت ہے کہ تم اسلام قبول کر لو یا جزیہ دو۔"

رستم نے تلملا کر جواب دیا۔ "تمہیں یقین ہے کہ تم جنگ کے بعد زندہ رہو گے؟"

مغیرہ نے اطمینان سے جواب دیا۔ "ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ ہم میں سے جو شہادت کا رتبہ پائیں گے اُن کے لئے جنت ہوگی۔ اور جو باقی رہ جائیں گے وہ فتح یاب اور غالب ہوں گے۔"

رستم کی قوتِ برداشت جواب دے گئی اور اُس نے غصے سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم موت کے طلب گار ہو اور میں تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ کل غروبِ آفتاب تک قادسیہ کے میدان میں تمہاری لاشوں کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔"

تھوڑی دیر بعد مغیرہ بن شعبہ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اسلامی لشکر کے پڑاؤ کا رُخ کر رہے تھے اور رستم اپنی فوج کے سرداروں سے کہہ رہا تھا۔ "کاش تم میں سے کوئی میرے اس سوال کا جواب دے سکتا کہ ان لوگوں کو زندگی بجائے موت سے اتنی محبت کیوں ہے؟"

ایک سردار نے اُٹھ کر کہا۔ "جناب آپ کو ایک حقیر دشمن کی احمقانہ باتوں سے متاثر

نہیں ہونا چاہیئے۔ آپ کے سامنے اُن کی جسارت اور گستاخی کی وجہ صرف یہ تھی کہ ایلچی ہونے کے باعث اُنہیں کسی سزا کا خطرہ نہ تھا۔"

رستم نے جواب دیا۔ "مجھے صرف یہ خطرہ ہے کہ تم ان سرپھروں کو حقیر یا کمزور سمجھنے کی حماقت نہ کر بیٹھو۔"

باب ۲۹

رستم نے فوج کو تیاری کا حکم دینے کے بعد سعد بن ابی وقاص کو پیغام بھیجا کہ تم اس طرف آؤ گے یا ہمیں نہر عبور کرنے کے لئے پُل پر سے گزرنے کا موقع دو گے۔ تھوڑی دیر بعد اس کا ایلچی یہ جواب لایا کہ مسلمان نہر عبور کرنے کے لئے تیار نہیں اور پُل کے متعلق وہ یہ کہتے ہیں کہ جس چیز پر ہم نے زبردستی قبضہ کیا ہے وہ تمہیں واپس نہیں کریں گے۔

رستم نے اپنے لشکر کو نہر پاٹنے کا حکم دیا۔ اور ہزارہا آدمیوں نے راتوں رات نہر میں مٹی ڈال کر ایک کشادہ راستہ تیار کر دیا۔

طلوعِ سحر کے ساتھ رستم کے لشکر نے پیشقدمی شروع کی اور دوپہر سے قبل وہ نہر کے دوسرے کنارے مسلمانوں کے سامنے صفیں باندھ رہا تھا۔

اس جنگ کے متعلق یزدگرد کے اضطراب کا یہ عالم تھا کہ خبر رسانی کے لئے مدائن کے محل سے لے کر قادسیہ کے میدان تک آدمیوں کی ایک قطار کھڑی کر دی گئی تھی۔ اُن کے درمیان صرف اس قدر فاصلہ رکھا گیا تھا کہ ایک آدمی کی آواز بآسانی دوسرے کے کانوں تک پہنچ سکے۔ چنانچہ میدانِ جنگ کے عینی شاہدوں کے منہ سے جو آواز نکلتی تھی وہ راستے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہونے آدمیوں کی وساطت سے کسریٰ کے کانوں تک پہنچ جاتی تھی۔

رستم نے دُہری زرہ پہنی۔ سر پر چمکتا ہوا خود رکھا، اپنے بہترین گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر کی صفوں میں ایک چکر لگایا اور پھر قلب لشکر میں اپنے زریں تخت کے سامنے درفش کاویانی کے نیچے رُک کر کہا۔

آج ہم دشمن کو نیست و نابود کر دیں گے۔"

اس کے محافظ سپاہیوں میں سے ایک نوجوان نے کہا۔ "ہاں اگر خدا نے چاہا۔" رستم نے تلملا کر کہا "اگر خدا نے نہ چاہا تو بھی۔"

حضرت سعد بن ابی وقاص جنہیں ہر میدان میں غازیانِ اسلام کی پہلی صف میں کھڑا ہونا پسند تھا۔ اپنی سپاہیانہ زندگی کی کٹھن آزمائش کے وقت عرق النسا کے مرض اور پھوڑوں کی تکلیف کے باعث چلنے پھرنے یا گھوڑے پر سواری کرنے کے قابل نہ تھے۔ جب قادسیہ کے میدان میں عرب و عجم کا فیصلہ کُن معرکہ شروع ہونے والا تھا اُن کی یہ حالت تھی کہ سہارے کے بغیر اُٹھ کر کھڑے ہونا یا بیٹھنا بھی ممکن نہ تھا۔ وہ اسلامی لشکر کے پڑاؤ کے کنارے ایک پُرانے محل کی چھت پر گاؤ تکیے کے سہارے بیٹھ کر میدانِ جنگ کا نقشہ دیکھ رہے تھے۔

اُنہوں نے خالد بن عرطفہ کو میدان میں اپنا نائب مقرر کر دیا تھا اور اُنہیں اپنے احکامات پہنچانے کے لئے محل کے نیچے پیام رساں اور نقیب کھڑے کر دئے تھے۔

غازیانِ اسلام نے انتہائی سکون اور اطمینان کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی اور امیر لشکر کی ہدایات کے مُطابق دشمن کے سامنے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر خوش الحان قاریوں نے قرآنِ پاک کی تلاوت کی، آتش نوا شاعروں نے رجز خوانی اور سحر بیان خطیبوں نے اپنی روح پرور تقریریں

---

[1] شعراء میں عمر معدی کرب، اوس بن مغرا، شماخ عطیۃ، عبدۃ بن الطبیب اور خطیبوں میں سے عاصم بن عمر تیمی، بسر بن ابی رہم، ابن الہندیل الاسدی، قیس بن ہبیر غالب، ربیع معدی اور ربعی بن عامر کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ عاصم بن عمرو کی تقریر کے چند جملے یہ ہیں :۔ "تمہیں جنّت کی آرزو ہے اور دشمن کو دنیا کی تمنا۔ دیکھنا کہیں دُنیا کے کتے آخرت کے شیروں پر بازی نہ لے جائیں۔" دوسرے نامور خطیب ابن الہندیل کے رُوح پرور الفاظ یہ تھے :۔ "خاندانِ سعد! اپنی تلواروں کو قلعہ بنا لو اور دشمن کے مقابلے میں شیر بن کر جاؤ۔ گرد کی زرہ پہن لو اور نگاہیں نیچی کر لو۔ جب تلواریں تھک جائیں تو تیروں کی باگ چھوڑ دو۔ کیونکہ جہاں تیروں کو بار مل جاتی ہے وہاں تلواروں کو نہیں۔"

سے پورے لشکر میں ایک بے پناہ جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔

سعد بن ابی وقاص نے تین تکبیریں کہیں اور اگلی اور پچھلی صفوں کے نقیبوں نے ان کے نعرے دہرائے۔ پھر سپہ سالار نے چوتھی بار اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور جنگ شروع ہو گئی۔ سب سے پہلے فریقین کے مبارز خواہ میدان میں آئے۔ لشکرِ اسلام سے غالب بن عبد اللہ الاسدی، عمر معدی کرب اور عاصم بن عمرو تمیمی نے سبقت کی۔ ان کے مقابلے میں ایران کے تین پہلوان نکلے۔ غالب کے ساتھ ایک ایرانی شہزادے ہرمز[1] نے قوت آزمائی کی۔ وہ پوری رفتار سے گھوڑے بھگاتے اور نیزے سیدھے کئے ایک دوسرے کی طرف بڑھے۔ ہرمز زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور ابھی وہ اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ غالب نے پلٹ کر اپنے نیزے کی نوک اُس کے سینے پر رکھ دی۔ ہرمز نے اُٹھ کر دونو ہاتھ بلند کر دئے۔ غالب اُسے قتل کرنے کی بجائے ہانکتے ہوئے اپنے لشکر میں لے آئے۔

عمر و معدی کرب کا مدِمقابل جسے ایرانی لشکر کا بہترین قدر انداز سمجھا جاتا تھا، ریشم کی قبا زیب تن کئے، زرّیں کمر بند لگائے اور ہاتھوں میں سونے کے کڑے پہنے میدان میں نکلا۔ اس کا پہلا تیر عمرو معدی کرب کی زرہ میں اٹک کر رہ گیا۔ پھر لشکرِ اسلام کا یہ شہسوار گرد کے بادل اُڑاتا اور اپنی ڈھال پر تیر روکتا ہوا آگے بڑھا۔ اُس نے ایرانی پہلوان کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُوپر اُٹھایا اور زمین پر دے مارا۔ پھر آنکھ جھپکنے میں تلوار کی ایک ہی ضرب کے ساتھ اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

عاصم بن عمرو تمیمی جن کے نام کی شہرت کسریٰ کے ایوانوں تک پہنچ چکی تھی، رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے تو اُن کا مدِمقابل دہشت زدہ ہو کر بھاگ نکلا۔ وہ دشمن کی اگلی صفوں تک اس کا پیچھا کرنے کے بعد مڑنے لگے تو قریب ہی ایک ایرانی خچر لئے جا رہا تھا جس پر رستم کے خورد و نوش کا سامان لدا ہوا تھا۔ عاصم گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس کے قریب پہنچے تو ایرانی بھاگ گیا اور عاصم خچر کو ہانکتے ہوئے اپنے لشکر میں لے آئے۔

---

[1] [illegible] کے ہاتھ [illegible] ہوا تھا۔

اس کے بعد فریقین کی صفوں سے یکے بعد دیگرے چند اور بہادر میدان میں نکلے لیکن انفرادی شجاعت کے اس کھیل میں مسلمانوں کا پلہ بھاری دیکھ کر رستم کی قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ اور اس نے اپنے لشکر کو عام حملے کا حکم دیا۔



حضرت سعد بن ابی وقاص انتہائی کرب و اضطراب کی حالت میں قدیس کے محل کی چھت سے جنگ کا نقشہ دیکھ رہے تھے۔ جسمانی تکلیف کے باعث وہ کبھی سینے کے نیچے تکیہ رکھ کر منہ کے بل بورئے پر لیٹ جاتے اور کبھی تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے۔ جب کوئی تازہ حکم دینے کی ضرورت محسوس ہوتی وہ پرچہ لکھتے اور گولی بنا کر محل سے نیچے اُن لوگوں کی طرف پھینک دیتے جو لشکر اور اس کے امیر کے درمیان پیام رسانی کا فرض سرانجام دے رہے تھے۔ لشکر کے مختلف حصوں کے سرداروں کو ان کی زبانی ہدایات نقیبوں کے ذریعے پہنچ رہی تھیں۔

لڑائی کے ابتدائی دور میں بنو بجیلہ کے شہسوار اپنی امتیازی شان سے آگے بڑھے اور انہوں نے دشمن کی صفوں میں تباہی مچادی۔ لیکن تھوڑی دیر بعد ایرانیوں نے اُن کے سامنے اپنے ہاتھیوں کی دیوار کھڑی کر دی اور انہوں نے آن کی آن میں جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ عربوں کے گھوڑے ان متحرک پہاڑوں سے خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ رہے تھے۔ بجیلہ کے سرفروشوں نے گھوڑوں سے اُتر کر ہاتھیوں کی یلغار روکنے کی کوشش کی لیکن اُن کی پیش نہ گئی۔ سعدؓ نے قبیلہ اسد کے سواروں کو اُن کی اعانت کا حکم دیا اور وہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے ہاتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اُن کے نیزوں اور برچھیوں نے یہ طوفان روک دیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد ہاتھیوں کا ایک اور دستہ اُن کے سامنے آچکا تھا اور بنو بجیلہ بنو اسد کے جانباز ایک خطرناک صورتِ حال کا سامنا کر رہے تھے۔ حضرت سعدؓ بنو تمیم کے مجاہدوں کو جو قدر اندازی اور نیزہ بازی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ بنو اسد کے جانبازوں کی اعانت کا حکم دینے کے بعد بے چینی سے کروٹیں بدل رہے تھے۔ مثنیٰ بن حارثہ کی بیوہ سلمیٰ جسے وہ اپنے عقد[1] میں لا چکے تھے اُن کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں۔ یہ

شیر دل بدویہ جو اپنے شوہر کی رفاقت میں کفر و اسلام کے کئی معرکے دیکھ چکی تھیں حضرت سعد کی نسبت کم بے چین اور مضطرب نہ تھیں۔ بنو اسد کے مجاہدوں پر دشمن کے ہاتھیوں کی یلغار دیکھ کر وہ بار بار یہ کہہ رہی تھیں: "افسوس آج مثنیٰ نہ ہوئے۔"

سعد بن ابی وقاص جنگ کی صورتِ حال اور اپنی تکلیف کے باعث پہلے ہی کم مضطرب نہ تھے۔ اُنہوں نے اچانک غصّے میں آکر سلمیٰ کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ لیکن یہ جرأت مند خاتون مرعوب نہ ہوئی۔ اُس نے اپنے نامور شوہر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا: "یہ بزدلی اور یہ غیرت!"

احساسِ ندامت سے حضرت سعد کی نگاہیں جُھک گئیں اور اُن کی پیشانی پسینے سے تر ہو گئی۔ اُنہوں نے کہا: "بخدا اگر تم بھی مجھے معذور نہیں سمجھتیں تو دوسروں کو کیسے یقین آئے گا؟"[1]

پھر جب بنو تمیم کے سرفروش عاصم بن عمر کی راہنمائی میں اسد کی اعانت کے لئے پہنچ گئے اُنہوں نے اپنے تیروں کی بارش اور نیزوں کی ضربوں سے ہاتھیوں کا منہ پھیر دیا۔ ان کے ہودے اور عماریاں اُلٹ دیں تو حضرت سعد کا اضطراب اور سلمیٰ کا ملال دُور ہو چکا تھا۔ اُن کی زبان پر مجاہدین کے لئے تحسین و آفرین کے نعرے اور معبودِ حقیقی کی بارگاہ میں فتح اور نصرت کی دُعائیں تھیں۔

ہاتھیوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کا جوش اور ولولہ انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ ہر لشکر کا سالار اپنے پرچم کو دوسرے لشکر کے پرچم سے آگے اور ہر قبیلے کا رئیس اپنے جوانوں

(پچھلے صفحے کا حاشیہ) عرب میں یہ عام رواج تھا کہ ایک راہنما یا سردار کی موت کے بعد اُس کا جانشین اُس کے بال بچوں کی اعانت اور دلجوئی اپنا پہلا فرض سمجھتا تھا اور اُن کے نزدیک بڑے آدمی کی بیوہ کی دلجوئی اور عزت افزائی کی بہترین صُورت یہی تھی کہ اُس کے شوہر کا جانشین اُس کے ساتھ نکاح کرے۔

[1] بعض روایات کے مطابق حضرت سعدؓ کو چند آدمیوں کے طعنوں کا علم ہُوا تو اُنہوں نے حکم دیا کہ مجھے اُٹھا کر لوگوں کے سامنے لے جاؤ۔ تاکہ وہ میری حالت دیکھ سکیں۔ اور لشکر حضرت سعدؓ کے اس طرزِ عمل سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

کو دوسرے قبائل کے جوانوں سے آگے دیکھنا چاہتا تھا۔ اُن کے نقیب اور شاعر اُن کی غیرت اور حمیت کو آوازیں دے رہے تھے۔ وہ اپنے دائمیں بائیں اور سامنے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔

اور ایرانی اپنی تعداد کی برتری اور اپنے ساز و سامان کی فراوانی کے باوجود مدافعانہ کارروائی پر اکتفا کر رہے تھے۔ اُنہیں یقین تھا کہ ان تیس ہزار انسانوں کے حوصلے زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکیں گے۔ اور جب ان پر آخری ضرب لگنے کا وقت آئے گا تو وہ اپنے تازہ دم دستے میدان میں لے آئیں گے۔ جنگ کی طوالت اُن کے لئے پریشانی کا باعث نہ تھی۔ جہاں اُن کی ایک صف منتشر ہوتی تھی وہاں دو نئی کھڑی ہو جاتی تھیں اور جہاں ایک سپاہی گرتا تھا وہاں چار تازہ دم پہنچ جاتے تھے۔

قادسیہ کی فضا میں گرد و غبار کی تہوں پر شام کی تاریکی نے اپنی چادر تان دی۔ لیکن لڑائی کی تندی اور تیزی میں کوئی فرق نہ آیا۔ پھر ایک پہر رات گئے۔ لڑائی کا زور تھم گیا اور میدان میں آہستہ آہستہ خاموشی چھا گئی۔

سعد کے حکم سے شہداء کی لاشیں میدان جنگ کے قریب دفن کی گئیں، اور زخمیوں کو مرہم پٹی کے لئے عذیب کے قریب عورتوں اور بچوں کے کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔

○

اگلی صبح نماز کے بعد سردارانِ لشکر قدیس کے محل کی چھت پر سعد بن ابی وقاص کے گرد جمع ہو رہے تھے۔

حسان زینے کے راستے چھت پر پہنچا اور معنیٰ ابن حارثہ نے اُسے دیکھتے ہی سپہ سالار سے مخاطب ہو کر کہا: "یا امیر! حسان آگیا ہے۔ اب ہمیں دشمن کے متعلق زیادہ صحیح اطلاعات مل سکیں گی۔"

حسان آگے بڑھا اور وہ جو اس کے راستے میں کھڑے تھے اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔

سعد بن ابی وقاص نے اُسے دیکھتے ہی سوال کیا: "تم دشمن کے پڑاؤ میں گئے تھے؟"

"جی ہاں۔ رات کے وقت لڑائی ختم ہوتے میں وہاں پہنچ گیا تھا۔"

" واپس کب آئے ؟"

" ابھی۔ مجھے اپنے پہریداروں سے بچنے کے لئے صبح کی روشنی کا انتظار کرنا پڑا۔ ورنہ میں نماز سے پہلے یہاں پہنچ جاتا۔"

" تم ایک ایرانی کے بھیس میں وہاں گئے تھے ؟"

" جناب رات کے وقت میرے لئے ایک گرے ہوئے ایرانی کی قبا اور خود کافی تھا۔ پھر میں نے ایک زخمی کو اُٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا تھا۔ واپسی پر ایرانی لشکر کے پہریداروں نے مجھے روکنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں ان کے پڑاؤ سے اُنہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا تھا اور جب پہریداروں کو تیر چلانے کا خیال آیا تو میں اُن کی زد سے باہر آ چکا تھا۔"

" تم کیا اطلاع لائے ہو ؟"

" میری اطلاع یہ ہے کہ کل دشمن نے جس قدر نقصان اُٹھایا تھا اس سے زیادہ کمک اُن کے پاس پہنچ گئی ہے۔ تاہم اُن کے حوصلے کافی پست ہو چکے ہیں۔ اُنہیں زیادہ پریشانی اس بات کی ہے کہ آج وہ اپنے ہاتھی میدان میں نہیں لا سکیں گے۔ بیشتر ہاتھی ہودوں سے محروم ہو چکے ہیں اور اگر اُنہوں نے بہت زیادہ مستعدی سے کام لیا تو بھی وہ شام یا دوپہر سے پہلے نئے ہودے تیار نہیں کر سکیں گے۔"

" ہمیں اندیشہ تھا کہ وہ صبح کی اذان سنتے ہی حملہ کر دیں گے۔"

" نہیں میرا اندازہ ہے کہ وہ طلوع آفتاب سے دو یا کم از کم ایک ساعت بعد میدان میں آ سکیں گے۔ ابھی اُنہوں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔"

سعد بن ابی وقاص کے ذہن میں کئی سوال تھے۔ لیکن ایک نوجوان نے پڑاؤ کے عقب میں ٹیلوں اور پہاڑیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ادھر دیکھئے شاید شام یا مدینے سے کوئی ایلچی آ رہا ہے۔"

سردارانِ لشکر کی نگاہیں شاہ پور کی خندق سے آگے ٹیلوں پر مرکوز ہو کر رہ گئیں جن کا سلسلہ

بتدریج اُونچی پہاڑیوں سے جا ملتا تھا۔ ایک سرپٹ سوار گرد کے بادل اُڑاتا ہوا آ رہا تھا۔ اس کا خود ڈھال اور نئی زرہ دھوپ میں چمک رہے تھے۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے ایک وادی کے نشیب میں اوجھل ہو گیا۔ پھر خندق کے قریب آخری ٹیلے پر نمودار ہوا۔ نیچے اُترا۔ پُل عبور کرنے کے بعد چند ثانیے پہریداروں کے قریب رُکا اور پھر گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا محل کی طرف بڑھا۔

عاصم بن عمر چلایا۔ "وہ قعقاع کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

قعقاع بن عمر محل کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے کود پڑا۔ بھاگتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ پھر آن کی آن میں وہ سعد بن ابی وقاص کے سامنے کھڑا تھا۔

" یا امیر! میں شام کے مجاہدین کی طرف سے آپ کے لئے نصرت کی دعائیں لایا ہوں۔ ابوعبیدہ بن جراح آپ کو سلام بھیجتے ہیں۔ ہاشم بن عتبہ کی قیادت میں شام کے چھ ہزار مجاہد کل تک یہاں پہنچ جائیں گے۔"

" لیکن .... تم تنہا آئے ہو؟"

" نہیں ایک ہزار جانباز میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ وہ تھوڑی دیر تک پہنچ جائیں گے۔ آپ لڑائی شروع ہونے سے تھوڑی دیر بعد انہیں یکے بعد دیگرے ایک ایک سو کی ٹولیوں میں ان ٹیلوں سے نمودار ہوتا دیکھیں گے۔ باقی پانچ ہزار مجاہدین ہاشم بن عتبہ کی قیادت میں کل تک یہاں پہنچ جائیں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ایک دن قبل آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔"

سعد بن ابی وقاص نے کہا۔ "اگر تم ایک دن قبل یہاں پہنچ جاتے تو مجھے اپنی علالت اور معذوری اس قدر محسوس نہ ہوتی۔"

تھوڑی دیر بعد حضرت سعد بن وقاص میدانِ جنگ کا نقشہ سامنے رکھ کر مختلف دستوں کی ترتیب کے متعلق سردارانِ لشکر کو ہدایات دے رہے تھے۔

جب دشمن کے ہاتھیوں کا مسئلہ زیر بحث آیا تو سعدؓ نے عاصم بن عمرو کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

" اگر حسان کی اطلاع درست ہے تو آج ہمیں ہاتھیوں کی جمعیت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

لیکن اگر اطلاع غلط ثابت ہوئی تو بھی مجھے یقین ہے کہ کل کی طرح آج بھی بنو تمیم کے نیزے اور تیر ان مہیب جانوروں کا منہ پھیر سکیں گے۔"

عاصم نے جواب دیا "بنو تمیم آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔"

قعقاع نے عاصم سے مخاطب ہو کر کہا "آج ایرانیوں کو ہمارے اُونٹ اپنے ہاتھیوں سے زیادہ خوفناک دکھائی دیں گے۔"

امیر لشکر نے سوال کیا "تم اُونٹوں کو میدان میں لانا چاہتے ہو؟"

"ہاں ہم ان پر جھولیں اور چادریں ڈال کر اُنہیں دشمن کے ہاتھیوں سے کہیں زیادہ خطرناک بنا سکتے ہیں۔"



فریقین نے صفیں آراستہ کیں۔ حسان کا اندازہ درست نکلا۔ آج ایرانیوں کے جنگی ہاتھی میدان میں نہیں تھے۔ تاہم رستم کا عظیم لشکر حدِّ نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ قلب میں اپنے زرّیں تخت پر رونق افروز تھا۔

لڑائی کی ابتدا آج بھی انفرادی شجاعت کے مظاہروں سے ہوئی۔ ایرانی لشکر سے جسر کی جنگ کا ہیرو بہمن نمودار ہوا۔ اُسے دیکھتے ہی قعقاع بن عمر نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گرد کے بادل اُڑاتا ہوا اُس کے قریب پہنچ گیا۔ یہ ان جری انسانوں کا مقابلہ تھا جن میں سے ایک کو عجم اور دوسرے کو عرب کی سپاہیانہ خصوصیات کا بہترین نمونہ سمجھا جاتا تھا۔ وہ اپنی ڈھالوں پر نیزوں کے وار روکتے ہوئے ایک دوسرے سے آگے نکل گئے۔ قعقاع نے پلٹ کر اپنا نیزہ پھینک دیا۔ تلوار نکالی اور پھر ایک آنکھ جھپکنے میں بہمن کی لاش زمین پر تڑپ رہی تھی۔ لشکرِ اسلام کی صفوں سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوئیں اور ایرانیوں پر تھوڑی دیر کے لئے سکتہ طاری ہو گیا۔ قعقاع نے دشمن کی صفوں کے سامنے چکر لگایا اور بلند آواز میں کہا "تم میں سے اور کون ہے جسے موت کی تمنا ہے؟"

ایران کے چند اور نامی پہلوان یکے بعد دیگرے میدان میں آئے لیکن قعقاع بن عمر نے اُنہیں بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

پھر جنوب مغرب کے اُفق کی پہاڑیوں اور ٹیلوں سے شام کے اُن مجاہدوں کا پہلا دستہ نمودار ہوا جنہیں قعقاع نے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد میدانِ جنگ میں پہنچنے کا حکم دیا تھا۔ مسلمانوں نے پُرجوش نعروں سے اُن کا استقبال کیا۔ یہ سو آدمی دائیں بازو سے چکر لگاتے ہوئے اگلی صف میں پہنچ گئے اور قعقاع نے اُن کے ساتھ دشمن کے مقدمۃ الجیش پر حملہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی دشمن کے میمنہ نے جوابی حملہ کیا اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد قعقاع کے لشکر کا دوسرا دستہ نمودار ہوا اور بائیں بازو سے چکر کاٹنے کے بعد پہلے دستے کے ساتھ آ ملا۔

رستم نے اپنے مقدمۃ الجیش کی صفوں میں سراسیمگی کے آثار دیکھے تو میسرہ کے سواروں کو حملے کا حکم دیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد وہ ایک غیر متوقع صورت حالات کا سامنا کر رہا تھا۔ قدیس کے محل کی طرف سے اچانک وہ اُونٹ نمودار ہوئے جن پر مسلمانوں نے جھولیں اور چادریں ڈال رکھی تھیں۔ دس دس اُونٹ ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح بندھے ہوئے تھے کہ وہ متحرک دیواریں معلوم ہوتی تھیں۔ اُن کے اُوپر تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے۔ آنکھوں کے سوا اُونٹوں کے جسم جھولوں، چادروں اور برقعوں میں چھپے ہوئے تھے۔

یہ متحرک دیواریں جنگ کے میدان میں اس طرح پھیلا دی گئی تھیں کہ جب ایرانی سوار حملے کرتے تھے تو اُنہیں سب سے پہلے اُونٹوں پر بیٹھے ہوئے قدر اندازوں کے تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ پھر اُن کے گھوڑے ان مصنوعی دیواروں کو دیکھ کر بدکتے[1] اور آگے بڑھنے کی بجائے رخ پا ہو کر سواروں کو گراتے ہوئے واپس بھاگ جاتے۔ مسلمانوں کو

---

[1] یہ گھوڑے کی فطرت ہے کہ جب اُس کے سامنے کوئی آ جائے تو وہ آگے (باقی اگلے صفحہ پر)

ان مصنوعی دیواروں کے درمیانی راستوں سے آگے بڑھنے یا بوقتِ ضرورت پیچھے ہٹنے کی پوری آزادی تھی اور دشمن کے حملے کا زور توڑنے کے لئے وہ اُونٹوں کی ترتیب میں بآسانی ردّ و بدل کر سکتے تھے۔ لیکن ایرانی سواروں کو ان اُونٹوں کے درمیان مسلمانوں کی صفیں توڑنے کے لئے کئی حصّوں میں تقسیم ہونا پڑتا تھا اور اس تقسیم سے جو افراتفری پیدا ہوتی اس کے باعث ان کی یلغار کا زور ٹوٹ جاتا تھا۔

رستم نے اس صورتِ حال سے عہدہ برا ہونے کے لئے پیادہ افواج آگے کر دیں یہ افواج

(بقیہ حاشیہ) بڑھنے سے انکار کر دیتا ہے اور سیخ پا ہو کر واپس بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ عام مورخین نے قادسیہ کی جنگ کے دوسرے دن عربوں کے اُونٹ کی اہمیت کے متعلق صرف یہ لکھنے پر اکتفا کیا ہے کہ ایرانی گھوڑے اونٹوں سے مانوس نہ تھے اور جب ان پر جھولیں ڈال دی گئیں تو اُن کے لئے اور زیادہ ہیبت ناک بن گئے تھے لیکن علامہ ابن خلدون کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اونٹوں کو گھوڑوں یا ہاتھیوں کی طرح میدان میں نہیں لایا گیا تھا بلکہ دس دس اونٹ ایک ساتھ باندھ دیئے گئے تھے۔ اس صورت میں یہ متحرک دیواریں گھوڑوں کو خوفزدہ کرنے اور حملے کا زور توڑنے کے لئے زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتی تھیں۔ قادسیہ کی جنگ کے کئی صدیاں بعد جب فرانس کا عظیم فاتح نپولین بوناپارٹ شام میں ترک شہسواروں کے نرغے میں آچکا تھا تو اُس نے میدانِ جنگ میں پیادہ دستوں کے جُدا جُدا بلاک کھڑے کر دیئے تھے اور جب ترک سوار حملہ کرتے تھے تو اُن کے گھوڑے انسانوں کے ان مربع نما ٹیلوں کے قریب آکر بدک جاتے تھے اور بندوقوں سے مسلح فرانسیسی اُن کی تلواروں اور نیزوں کی زد سے محفوظ رہ کر گولیاں برسا سکتے تھے۔ قادسیہ کی جنگ کے دوسرے دن اُونٹوں کو میدان میں لانے کے متعلق قعقاع بن عمر کی تجویز اس لئے کامیاب تھی کہ اس دن ایرانی اپنے ہاتھیوں کو میدان میں نہیں لا سکے تھے۔ چنانچہ جب جنگ کے تیسرے دن ایرانی اپنے ہاتھیوں کو میدان میں لے آئے تھے تو مسلمانوں نے اُن کے مقابلے میں اُونٹ کھڑا کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

جم کر لڑیں لیکن عقب سے یکے بعد دیگرے قعقاع بن عمر کے ساتھیوں کے دوسرے گروہ نمودار ہونے لگے۔ چونکہ قادسیہ کا تدریجی ڈھلوان دریا کی سمت تھا اِس لئے ایران کا ہر سپاہی پہاڑیوں اور ٹیلوں سے اُترنے والے دستوں کو دیکھ سکتا تھا۔ جب ایک دستہ تھوڑی دیر کے لئے خندق کے قریب آخری وادی کے نشیب میں رُوپوش ہو جاتا تو اُنہیں حد نگاہ پر گرد و غبار کے نئے بادل کسی اور قافلے کی آمد کا پتہ دیتے۔ قعقاع بن عمر ہر تازہ گروہ کی آمد پر ایرانیوں کی سراسیمگی سے فائدہ اُٹھاتا اور ایک نئے جوش و خروش کے ساتھ اُن پر حملہ کر دیتا۔ اس جری انسان کی اپنی تلوار جن تیس آدمیوں کے خون میں ڈوب چکی تھی۔ ان میں سے اکثر ایرانی فوج کے نامور سردار تھے۔ لیکن جانبازی اور جان فروشی کی اس امتحان گاہ میں وہ تنہا نہ تھا۔ آج کارکنانِ قضا و قدر قادسیہ کے میدان کے ہر نمازی کی اداؤں میں ایک نیا بانکپن دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے دل میں شہادت کی تمنا نہ تھی۔ اور کوئی ایسا نہ تھا جس کی پیشانی پہ فتح کی روشنی نہ تھی۔ ملّتِ اسلام کے سینے میں بدر و حنین کی دھڑکنیں بیدار ہو چکی تھیں۔ وہ اپنے گرد آلود چہروں اور خون میں ڈوبی ہوئی قباؤں کے ساتھ فتح اور نصرت کے مالک کی بارگاہ کی طرف دوڑ رہے تھے اور کسی کو کسی کے پیچھے رہنا گوارا نہ تھا۔ قادسیہ کے میدان میں اُن کے ایک ایک قدم کے ساتھ انسانی عظمتوں کی ناقابلِ فراموش داستانیں جنم لے رہی تھیں۔



بنو ثقیف کے نامور شاعر ابو محجن کو شراب نوشی کے جرم میں قید کر دیا گیا تھا۔ وہ پابہ زنجیر قدیس کے محل میں نچلی منزل کے ایک کمرے کی کھڑکی سے میدانِ جنگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر انتہائی کرب کی حالت میں پیچ و تاب کھانے کے بعد وہ گھسٹتا ہوا کمرے سے نکلا اور محل کی چھت پر پہنچ کر حضرت سعد کے سامنے گڑگڑایا "یا امیر! میری زنجیریں کھلوا دیجئے۔ میرے لئے اس سے بڑی سزا کیا ہو سکتی ہے کہ میرے بھائیوں کی لاشیں خاک میں تڑپ رہی ہیں۔ اور میرے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑ دئے گئے ہیں"۔

لیکن شراب نوشی کے متعلق اسلام کا ضابطہ اس قدر سخت تھا کہ سپہ سالار کے سامنے اس کی التجائیں بے اثر ثابت ہوئیں اور انہوں نے اُسے ڈانٹ کر نیچے بھیج دیا۔

ابو محجن نے مایوس ہو کر سپہ سالار کی بیوی سلمیٰ سے التجا کی لیکن انہوں نے بھی اس کی طرف توجہ نہ دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر اپنے کمرے کے دریچے سے میدان جنگ کا نقشہ دیکھ رہا تھا۔ اور اُس کی زبان پر یہ اشعار تھے:

"اس سے بڑھ کر کیا غم ہو گیا کہ سوار نیزہ بازیاں کر رہے ہیں۔
اور میں زنجیروں میں جکڑا پڑا ہوں۔
جب کھڑا ہونا چاہتا ہوں تو زنجیر اُٹھنے نہیں دیتی۔
اور دروازے اس طرح بند کر دئے جاتے ہیں کہ پکارنے والا پکارتے پکارتے تھک جاتا ہے۔

میرے پاس دولت بھی کثیر ہے اور میرے بھائی بھی بہت ہیں۔
لیکن انہوں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے اور کسی کو میرا خیال نہیں۔
میں نے اللہ سے عہد کیا ہے اور اس عہد سے نہیں پھروں گا۔
کہ اگر میرے لئے شراب خانوں کے دروازے کھول دئے جائیں تو بھی میں اُن کا رُخ نہیں کروں گا۔"

سلمیٰ جو باہر کھڑی یہ اشعار سُن رہی تھی ابو محجن کے کرب و اضطراب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ چنانچہ انہوں نے اُس کی بیڑیاں کھلوا دیں۔

ابو محجن حضرت سعد کے ذاتی ہتھیاروں سے مسلح اور انہی کے گھوڑے بلقاء پر سوار ہو کر میدان میں نکلے اور میمنہ سے میسرہ تک اپنی صفوں میں چکر لگانے کے بعد دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اُن کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ جس طرف نکلتے تھے دُشمن کی صفیں اُلٹ دیتے تھے۔ وہ کبھی دشمن کے میمنہ میں جا گھستے اور کبھی میسرہ میں تباہی مچا دیتے۔ اُن کا چہرہ خود میں چھپا ہوا تھا اور مسلمان یہ

سمجھ رہے تھے کہ قعقاع بن عمرو کی طرح شام کے لشکر سے ایک اور سرفروش اُن کی مدد کے لئے پہنچ گیا ہے اور سعد بن ابی وقاص محل کی چھت سے یہ منظر دیکھ کر کہہ رہے تھے (واللہ! اگر ابو محجن آج قید میں نہ ہوتا تو میں یہی کہتا کہ وہ گھوڑا میرا ہے اور سوار کے انداز ابو محجن کے سے ہیں۔

شام کے وقت ابو محجن واپس آئے تو گھوڑا پسینے میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ اپنے قید خانے میں پہنچ کر بیڑیاں پہن رہے تھے کہ سعد بن ابی وقاص جن کی حالت گزشتہ دن سے کچھ بہتر تھی سلمیٰ کے ساتھ نیچے اترے اور اپنے گھوڑے کو ایک نظر دیکھنے کے بعد ابو محجن کے کمرے میں داخل ہوئے۔ اس نامور شاعر اور بہادر سپاہی نے گھبراہٹ کی حالت میں آنکھیں نیچی کر لیں۔ سعدؓ نے سلمیٰ کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر کہا "ابو محجن! اب تمہیں بیڑیاں پہننے کی ضرورت نہیں، خدا کی قسم جو شخص مسلمانوں پر اس طرح نثار ہو میں اُسے سزا نہیں دے سکتا۔"

ابو محجن نے اپنی بیڑیاں اُتار کر پھینک دیں۔ اُٹھ کر سپہ سالار کی طرف دیکھا اور کہا "یا امیر! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔" تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ میدانِ جنگ کا رُخ کر رہا تھا۔

رات ہو گئی لیکن جنگ کی شدت میں کوئی فرق نہ آیا۔ اہل فارس کے قلب لشکر کی صفیں ابھی تک محفوظ تھیں اور اگلی صفوں میں ہلاک اور زخمی ہونے والے سپاہیوں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے وہ عقب سے تازہ دم دستے میدان میں لا رہے تھے۔ مُسلمان تھکاوٹ سے چور ہو چکے تھے۔ تاہم نصرتِ خداوندی پر ایک غیر متزلزل یقین کے باعث اُن کے حوصلے قائم تھے۔ پھر آدھی رات کے قریب فریقین اپنے اپنے پڑاؤ کی طرف ہٹنے لگے اور میدان میں آہستہ آہستہ خاموشی چھا گئی۔ اس لڑائی میں دو ہزار مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا اور ان کے مقابلے میں دشمن کے دس ہزار سپاہی ہلاک ہو چکے تھے۔

باقی رات فریقین اگلے دن کے لئے تیاریوں میں مصروف رہے۔ گزشتہ دو دن کی تھکاوٹ

کے پیشِ نظر اُنہیں اس بات کا پورا احساس تھا کہ اس جنگ کا تیسرا دن فیصلہ کُن ثابت ہوگا۔ اور فتح صرف اس فریق کا انعام ہوگی جس کے حوصلے آخری وقت تک قائم ہوں گے۔ اس لئے وہ اپنے تمام وسائل اور ساری قوتیں جمع کرنے میں مصرُوف تھے۔

یزدگرد کو مدائن کے محل میں ایک ایک پل کی خبر مل رہی تھی اور وہ رستم کی اعانت کے لئے مزید دستے روانہ کر رہا تھا۔

مسلمانوں کو اس بات کا یقین نہ تھا کہ صبح ہنگامہ کا زور شروع ہوتے ہی شام کا باقی لشکر ان سے آملے گا۔ اس لئے قعقاع بن عمر کی تجویز پر سواروں کے چند دستے پڑاؤ سے باہر بھیج دیئے گئے اور اُنہیں یہ ہدایت کی گئی کہ صبح جب لڑائی شروع ہو تو وہ یکے بعد دیگرے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ٹیلوں کی اوٹ سے نکل کر میدان میں پہنچتے رہیں اور اس عرصہ میں اگر ہاشم بن عقبہ شام کے لشکر کے ساتھ پہنچ جائیں تو وہ بھی اس تجویز پر عمل کریں۔



اگلی صبح جب فرزندانِ اسلام اور علمبردارانِ مجوسیت ایک دوسرے کے سامنے صفیں باندھ رہے تھے تو قعقاع کی ہدایت کے مُطابق عقب کے ٹیلوں سے یکے بعد دیگرے سواروں کے گروہ نمودار ہونے لگے۔

تھوڑی دیر بعد ایک دیو قامت ایرانی میدان میں آیا لیکن وہ ایک معمولی قد و قامت کے مُسلمان کے ہاتھوں مارا گیا۔

پھر جب عام لڑائی شروع ہونے والی تھی تو لشکرِ اسلام کے نقیب اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ ہاشم بن عقبہ کی آمد کا اعلان کرنے لگے اور مجاہدین کی نگاہیں عقب کے ٹیلوں اور پہاڑیوں کی طرف مبذول ہوگئیں۔

ہاشم اپنے سواروں کے پہلے گروہ کے ساتھ گرد کے بادل اُڑاتے ہوئے لشکر کے عقب میں نمودار ہوئے۔ پھر بلا توقف دُشمن کے میسرہ کی طرف بڑھے اور اُن کی صفیں چیرتے ہوئے اپنے

مقدمتہ الجیش سے آملے۔ قادسیہ کا میدان اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج اُٹھا۔ اس کے بعد شام سے آنے والے لشکر کے باقی دستے یکے بعد دیگرے نمودار ہونے لگے۔ رستم قلبِ لشکر میں اپنے زرّیں تخت پر رونق افروز تھا اور اُس کی پریشان نگاہیں بار بار ان ٹیلوں کی طرف اُٹھ رہی تھیں جہاں اُٹھتا ہوا غبار ہر آن ایک نئے قافلے کی آمد کی اطلاع دے رہا تھا۔ اچانک وہ مضطرب ہو کر اُٹھا اور لشکر کو عام حملے کا حکم دیا۔ پھر اہلِ فارس کی صفوں سے نقاروں کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

آج ایرانی ہودے اور عماریاں مرمت کرنے کے بعد اپنے تمام ہاتھی میدان میں لا چکے تھے اور اُنہوں نے گزشتہ تجربات کے پیشِ نظر ہر ہاتھی کے ساتھ پیادہ سپاہیوں کی صفیں قائم کر دی تھیں۔ جن کا مقصد ایک طرف اُنہیں مسلمانوں کے نیزوں سے بچانا دوسری طرف اُنہیں ادھر اُدھر ہٹنے یا پلٹ کر بھاگنے سے روکنا تھا۔

لیکن ایرانیوں کی یہ تدبیر بھی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ غازیانِ اسلام اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور اپنے گھوڑوں سے کود کر پیادہ دستوں کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے۔ اب ہاتھیوں کے لئے اپنوں اور غیروں کی تمیز کرنا مشکل تھا اور فیل بان جنہیں پیادہ دستوں کے ساتھ رہنے کی ہدایت تھی اُنہیں آگے بڑھانے کا فیصلہ نہ کر سکے۔ عمرو بن معدی کرب اپنے گھوڑے سے کود کر ایک ہاتھی پر حملہ کر رہے تھے کہ ایرانیوں کا ایک دستہ اُن پر ٹوٹ پڑا۔ پھر مسلمانوں کا ایک گروہ آگے بڑھا اور دشمن کا گھیرا توڑ کر اُن سے آملا۔ اس عرصہ میں عمرو بن معدی کرب کئی زخم کھا چکے تھے۔ تاہم اُن کے جوش و خروش میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ کئی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد آگے بڑھے اور دشمن کے سواروں کی صفوں تک جا پہنچے۔ دشمن نے اُنہیں دوبارہ نرغے میں لینے کی کوشش کی۔ لیکن عمرو اور اُن کے ساتھی جس سمت کا رُخ کرتے تھے وہاں میدان خالی ہو جاتا تھا۔ اچانک ایک ایرانی سوار اُن کے برابر سے نکلا اور عمرو نے اُس کے گھوڑے کی دُم پکڑ لی۔ ایرانی نے بار بار ایڑ لگائی لیکن گھوڑا اپنی جگہ سے نہ ہل سکا۔ بالآخر ایرانی

اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا کر بھاگ نکلا عمرو کود کر اُس پر سوار ہو گئے اور لڑتے بھڑتے باقی لشکر سے آملے۔ میدان کے باقی حصوں میں بھی گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ رستم نے اپنے ہاتھیوں کے ساتھ پیدل سپاہیوں کی رفاقت نقصان دہ خیال کرتے ہوئے اُنہیں تنہا آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ پیادہ دستے پیچھے ہٹ گئے اور ہاتھیوں کی قطاریں آزادی کے ساتھ آگے بڑھنے لگیں۔

اب مسلمان اسی صورت حال کا سامنا کر رہے تھے جو اس جنگ کے پہلے روز پیش آئی تھی۔ اُن کے تیراندازوں اور نیزہ بازوں نے کئی ہاتھیوں کو زخمی کیا۔ لیکن اُنہیں ان متحرک پہاڑوں کا رُخ بدلنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ پیادہ دستوں کو پیچھے ہٹانے کے بعد ایرانیوں نے اپنے دو مشہور ہاتھیوں کو آگے کر دیا تھا۔ ان میں سے ایک سفید اور دوسرا چتکبرا تھا۔ یہ ہاتھی جو ماضی کی کئی لڑائیوں میں حصہ لے چکے تھے آہنی بکتر کے علاوہ سونے کی زنجیروں سے آراستہ تھے اور باقی ہاتھیوں کی پوری فوج اُن کے پیچھے آرہی تھی۔ سعد بن ابی وقاص قدیس کے بالاخانے سے یہ کرب انگیز منظر دیکھ رہے تھے۔ اُنہوں نے بنو اسد اور بنو تمیم کے جانبازوں کو پیغام بھیجا کہ تم ان دو ہاتھیوں کو میدان سے نکالنے کی کوشش کرو۔

چنانچہ بنو تمیم کے لشکر سے قعقاع اور عاصم بن عمرو آگے بڑھے اور اُنہوں نے اپنے گھوڑوں سے کود کر سفید ہاتھی پر حملہ کر دیا۔ ان کے نیزے بیک وقت کوہ پیکر ہاتھی کی آنکھوں میں پیوست ہو گئے اور وہ غضب ناک ہو کر فیل بان کو گرانے اور پاؤں تلے کچلنے کے بعد چنگھاڑتا اور سونڈ گھماتا ہوا ادھر اُدھر بھاگنے لگا۔ حضرت قعقاع نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور پھر آگے بڑھ کر تلوار کی ایک ہی ضرب سے ہاتھی کی سُونڈ مستک سے جدا کر دی۔ دوسرے ہاتھی پر بنی اسد کے دو جانبازوں حمال اور زبیل نے حملہ کیا اور آنکھیں پھوڑنے اور سُونڈ کاٹنے کے بعد اُس کا منہ پھیر دیا۔ اب یہ دونوں ہاتھی اپنے فیل بانوں کے بوجھ سے آزاد ہو کر بے تحاشا اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے اور ہاتھیوں کی پوری فوج ان کا پیچھا کر رہی تھی۔

وہ کبھی مسلمانوں اور کبھی ایرانیوں کی صفوں میں گھس کر تباہی مچا رہے تھے۔ بالآخر چتکبرا ہاتھی

ایرانیوں کی صفوں کو روندتا ہوا میدان سے نکلا اور نہر میں کود پڑا۔ باقی ہاتھیوں نے اُس کا پیچھا کیا اور اپنے راستے میں تباہی مچاتے ہوئے نہر کے پار نکل گئے۔ اُنہیں دوبارہ میدان میں لانے کے لئے ایرانیوں کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ مسلمانوں نے ہاتھیوں سے نجات حاصل کرتے ہی ہر محاذ پر پورے جوش و خروش کے ساتھ حملہ کر دیا اور قادسیہ کے میدان میں ہر سمت گرد و غبار کے بادل چھا گئے۔

دوپہر کے وقت جب مسلمانوں کے پے در پے حملوں کے باعث ایرانیوں کی اگلی صفیں ٹوٹ رہی تھیں اُن کی اعانت کے لئے مدائن سے تازہ دم کمک پہنچ گئی اور وہ دوبارہ جم کر لڑنے لگے۔

تین دن کی بے آرامی اور تھکاوٹ نے اُنہیں نڈھال کر دیا تھا۔ اُن کے بازو شل ہو چکے تھے۔ اُن کے گھوڑے جواب دے چکے تھے۔ تاہم کوئی فریق جنگ کے فیصلے کو اگلے دن پر ٹالنے کے لئے تیار نہ تھا۔

ایرانیوں کے مقدمۃ الجیش اور بازوؤں کی اگلی صفیں ٹوٹ رہی تھیں لیکن اُن کا قلب ابھی تک مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ تھا۔ تیس ہزار آزمودہ کار سپاہی جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے رستم کے تخت کے گرد صفیں باندھے کھڑے تھے جو تند و تیز لہریں مسلمانوں کے لشکر سے اُٹھتی تھیں اُن کا زور ان آہنی دیواروں تک پہنچتے پہنچتے ٹوٹ جاتا تھا۔

جب آفتاب گرد و غبار کے بادلوں سے جھانکتا ہوا مغرب کے اُفق میں چھپ گیا اور رات کی تاریکی نے اپنا دامن پھیلا دیا تو فریقین ایک دوسرے سے الگ ہو کر پیچھے ہٹنے لگے اور قادسیہ کے میدان میں آہستہ آہستہ خاموشی چھا گئی لیکن یہ عارضی سکوت ایک نئے طوفان کا پیش خیمہ تھا۔ تھکے ہوئے سپاہی جس قدر آرام کی ضرورت محسوس کرتے تھے اسی قدر اُنہیں اس بات کا احساس تھا کہ جو معرکہ اُنہیں اگلے دن پیش آنے والا ہے وہ پچھلے تین دنوں سے زیادہ سخت ہوگا۔ اُنہوں نے اپنی اپنی صفیں درست کیں لیکن میدان سے نہ ہٹے۔ ایرانیوں کی یہ خواہش تھی کہ پہلے مسلمان اپنے

پڑاؤ میں چلے جائیں اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ پہل ایرانیوں کی طرف سے ہو۔ دن بھر کے تھکے ہوئے سپاہیوں کی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں اور بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کچھ دیر اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کے بعد دونوں لشکر اپنے اپنے کیمپ کی طرف لوٹ آئیں گے اور یہ لڑائی اگلے دن پر ملتوی ہو جائے گی۔

لیکن فتح اور نصرت کے مالک نے غازیانِ اسلام پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دئے اور چند سر پھروں کی جلد بازی نے ایسے حالات پیدا کر دئے جن کے باعث فریقین ایک نئے جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ سعد بن ابی وقاص کو معلوم تھا کہ ایرانیوں کو مدائن سے لگاتار کمک پہنچ رہی ہے۔ اس لئے اُنہوں نے عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ کی قیادت میں فوج کا ایک دستہ میدانِ جنگ سے کچھ دور اُس گھاٹ کی نگرانی پر متعین کر دیا جہاں سے نہر عبور کرنے کے بعد دشمن کے دستے مسلمانوں کے عقب کے لئے خطرہ پیدا کر سکتے تھے۔ باقی لشکر کو سعدؓ نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ چوکس رہیں لیکن حملے کے لئے اُن کی تیسری تکبیر کا انتظار کریں۔

طلیحہ اور عمرو میدان کے بائیں ہاتھ چکر لگانے کے بعد گھاٹ کے قریب پہنچے تو انہیں آس پاس دشمن کی نقل و حرکت کے کوئی آثار نظر نہ آئے۔ امیرِ لشکر کی ہدایت کے مطابق اُنہیں باقی رات گھاٹ کے قریب چھپ کر پہرہ دینا چاہیئے تھا۔ لیکن طلیحہ کی جرأت تمام مصلحتوں پر غالب آگئی اور وہ چند جانبازوں کے ساتھ نہر عبور کر کے ایرانی لشکر کے پڑاؤ کے عقب میں پہنچ گئے اور رستم کے محفوظ دستوں پر حملہ کر دیا۔ جب عمرو بن معدی کرب نے اپنے ساتھیوں کے نعرے سنے تو اُنہوں نے بھی دشمن کی اس فوج پر حملہ کر دیا جو گھاٹ سے کچھ فاصلے پر نہر کے دوسرے کنارے سستا رہی تھی۔ اب نہر کے آر پار ایران کی پوری فوج حرکت میں آچکی تھی۔ ایرانی لشکر کی اگلی صف میں قعقاع بن عمرو کو ایرانیوں کی چیخ پکار کے ساتھ اللہ اکبر کے نعرے سُنائی دیئے تو وہ یہ سمجھے کہ عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ کے ساتھی دشمن کے نرغے میں آچکے ہیں۔ اُنہوں نے چند لمحے امیرِ لشکر کی تکبیر کا انتظار کیا لیکن جب دشمن کی طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی تو اُنہوں نے بنو تمیم کے جانبازوں

کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور ان کی دیکھا دیکھی غازیانِ اسلام کا پورا لشکر دشمن پر ٹوٹ پڑا۔

سعد بن ابی وقاص اس صورتِ حال سے باخبر ہوئے تو وہ بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور دُعا کی "یا اللہ! قعقاع کو معاف کر دے اور اُس کی اعانت فرما۔"

قادسیہ کے میدان میں گرد اور تاریکی کے بھاری پردوں سے گھوڑوں کی ٹاپ، تیروں کی سنسناہٹ، تلواروں کی جھنکار، لڑنے والوں کے نعرے اور زخمیوں کی چیخ پکار سُنائی دے رہی تھی۔

غازیانِ اسلام ہر آن ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ آگے بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ اور کسریٰ کے تخت و تاج کے محافظ جنہیں اپنی شکست کا خطرہ اور موت کا خوف تھا اپنی صفیں سمیٹ کر رستم کے گرد انسانوں کے حصار کھڑے کر رہے تھے۔

شہسوارانِ اسلام کبھی دائیں کبھی بائیں اور کبھی سامنے سے حملے کرتے تھے لیکن انہیں انسانوں کا یہ حصار توڑنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ پھر وہ گھوڑوں سے اُتر کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور رات بھر دست بدست لڑائی جاری رہی۔

سعد بن ابی وقاص کو یہ معلوم نہ تھا کہ رات کی سیاہی اور گرد و غبار کے پردوں کے پیچھے کیا ہو رہا ہے۔ وہ فتح اور نصرت کے مالک کی بارگاہ میں سربسجود تھے اور اُن کے لبوں پر لشکرِ اسلام کی کامیابی کے لئے دُعائیں تھیں۔

پھر جب قادسیہ کی فضا پر صبح کا نُور بکھرنے لگا تو انہیں قعقاع بن عمرو کی آواز سُنائی دی۔

"مجاہدو! فتح اور کامرانی صرف اُن کا ساتھ دے گی جو آخری دم تک ثابت قدم رہیں گے۔ اپنی صفیں درست کر لو اور حملے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

سعد نے سر اُٹھا کر میدان کی طرف دیکھا۔ وہ رات کے ہنگامے سرد ہو چکے تھے۔ گرد بیٹھ رہی تھی اور غازیانِ اسلام ایک نئے حملے کے لئے صفیں درست کر رہے تھے۔ سردارانِ لشکر اپنے اپنے دستوں کے سامنے رجز خوانی کر رہے تھے۔

وہ بھیانک رات جسے مؤرخ لیلۃ الہریر کے نام سے پکارتے ہیں گزر چکی تھی[1] اور وہ سحر نمودار ہو چکی تھی جس کی روشنی میں راہِ حق کے مسافر اللہ کی نصرت کا عظیم معجزہ دیکھنے والے تھے۔

طلوعِ آفتاب سے ایک ساعت بعد لڑائی دوبارہ شروع ہوئی اور مسلمان پے در پے حملوں کے بعد اپنے دائیں بائیں اور سامنے ایرانی لشکر کی صفیں توڑتے ہوئے اُس کے قلب تک جا پہنچے اور ان آہن پوش دستوں کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے جنہیں اہلِ فارس اپنی فتح کی آخری ضمانت سمجھتے تھے۔

رستم نہر کے قریب اپنے تخت پر بیٹھا لشکر کے سرداروں کو ہدایت دے رہا تھا۔

قعقاع نے بلند آواز میں کہا "مجاہدو! رستم کی طرف بڑھو!" اور پھر ہر سردار اپنے قبیلے کے مجاہدوں کو آوازیں دیتا ہوا دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ دوپہر تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ اس کے بعد ایرانیوں کی صفیں ٹوٹنے لگیں اور وہ اپنے بازوؤں کے دستوں کو قلب کی طرف سمٹنے پر مجبور ہو گئے۔

پھر جب غازیوں کا ایک گروہ رستم کی محافظ فوج کی صفیں چیرتا ہوا اُس کے قریب پہنچا تو جنوب کے اُفق سے ایک طوفان اُٹھا اور تند ہوا کے پہلے جھونکے نے رستم کا خیمہ اور اُس کے تخت کے اُوپر سنہری چتر اُڑا کر نہر میں پھینک دیا۔

مسلمانوں نے اس آندھی کو تائیدِ غیبی سمجھ کر اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے اور وہ دوڑتے ہوئے تخت کی طرف بڑھے۔ ایران کے لشکر میں افراتفری پھیل گئی۔ رستم نے تخت سے اُتر کر کچھ دیر تک حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ پھر زخموں سے چُور ہو کر بھاگا اور گرد و غبار کی تاریکی میں مسلمانوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا نہر کے قریب خزانے سے لدے ہوئے خچروں کے پیچھے جا چھپا۔ اُس نے ابھی دم

---

[1] اس رات کے متعلق بشر بن ربیعہ کے مشہور اشعار کا مفہوم یہ ہے: "اللہ تجھے نیکی دے تو قدیس کے دروازے پر ہماری تلواروں کی کاٹ یاد کر، جب شدتِ ہجوم کے باعث پلٹنے کی گنجائش نہ تھی۔ وہ رات ایسی تھی جس میں لوگ چاہتے تھے کہ طائر کے پَر مستعار لے جائیں تو اُڑ جائیں۔"

نہیں لیا تھا کہ ایک مجاہد ہلال بن علقمہ اس طرف آ نکلے۔ رستم انہیں دیکھ کر خچر کے نیچے دبک گیا جس پر خزانے کی بوری لدی ہوئی تھی۔ ہلال نے تلوار کی ضرب سے رسیاں کاٹ کر بوری اُلٹ دی اور اس کا سارا بوجھ رستم پر آ گرا۔ رستم نے وہاں سے نکل کر نہر میں چھلانگ لگا دی لیکن ہلال نے اُسے پہچان لیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی اُس کے پیچھے نہر میں کود پڑے اور اُس کی ٹانگیں پکڑ کر باہر کھینچ لائے۔ پھر انہوں نے تلوار کی ایک ہی ضرب سے رستم کا کام تمام کر دیا اور سنہری تخت پر چڑھ کر اپنے ساتھیوں کو آوازیں دینے لگے۔ "ربِ کعبہ کی قسم! میں نے ایران کے سپہ سالار کو قتل کر دیا ہے۔" جواب میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوئیں۔ آن کی آن میں میدان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک رستم کے قتل کی خبر پھیل گئی۔ ایرانی لشکر میں بھاگڑ مچ گئی۔

وہ نہر عبور کرنے کے لئے بند کی طرف بھاگے لیکن مٹی کا بند بیٹھ گیا اور ہزاروں آدمی اپنی زرہوں کے بوجھ سے پانی میں غرق ہو گئے۔ مسلمانوں نے دیر تک بھاگنے والوں کا تعاقب جاری رکھا۔ ایرانیوں کے احساسِ شکست کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک مسلمان بیس بیس جنگی قیدیوں کو بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہانک کر واپس لا رہا تھا۔ قادسیہ کے میدان میں رستم کی موت کے ساتھ ایران کی ایک ہزار سالہ سطوت دفن ہو چکی تھی۔ درفشِ کاویانی جسے ضرار بن الخطاب اُٹھا لائے تھے سعد بن ابی وقاص کے قدموں میں پڑا ہوا تھا۔

لڑائی کے اختتام پر تھکے ہوئے غازی شہیدوں کی لاشیں اُٹھانے اور زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئے اور پچھلے کیمپ سے عورتیں اور بچے بھی اس کام میں حصہ لینے کے لئے وہاں پہنچ گئے۔



آندھی تھم چکی تھی۔ گرد کے بادل چھٹ رہے تھے اور مجاہدین قادسیہ کے میدان میں اپنے بھائیوں، عزیزوں اور دوستوں کو تلاش کر رہے تھے۔ حسان کو دوپہر کے بعد اپنے بھائی کی کوئی خبر نہ تھی۔ اُس نے زخمی ہونے کے باوجود بنی بکر کے مجاہدین کے ساتھ دُور تک بھاگتے ہوئے دشمن کا

بھیجا گیا تھا۔ غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل یہ مجاہد پانچ سو قیدی ہانکتے ہوئے پہنچے تو معنیٰ ابن حارثہ نے اُس کی خون آلود زرہ اُتروا کر اپنے ہاتھوں سے اُس کے بازو اور سینے کے زخموں پر پٹیاں باندھیں اور اُسے قدلیس کے محل کے قریب دوسرے زخمیوں کے ساتھ لٹاتے ہوئے کہا۔" اب تم اطمینان سے پڑے رہو۔ ہم تمہارے بھائی کو تلاش کرتے ہی تمہارے پاس پہنچا دیں گے"۔

" نہیں، سہیل کو تلاش کئے بغیر مجھے چین نہیں آئے گا۔ میں آپ کے ساتھ جاؤں گا"۔ حسان نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن نقاہت کے باعث اُس کے سر میں چکر آگیا اور وہ دوبارہ لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اُس پر تھکاوٹ اور نیند غالب آ چکی تھی۔ جب اُس کی آنکھ کھُلی تو صبح ہو چکی تھی اور وہ کھُلی فضا کی بجائے ایک کُشادہ خیمے میں پڑا ہوا تھا اور اُس کے آس پاس زخمی کراہ رہے تھے۔ چند خواتین اور بچے اُن کی تیمارداری کر رہے تھے۔

" میں کہاں ہوں؟" اُس نے گھبراہٹ کی حالت میں ایک عورت سے سوال کیا۔

اُس نے جواب دیا۔" باہر دھوپ آگئی تھی اور وہ آپ کو اُٹھا کر اندر ڈال گئے تھے۔ جراح پٹیاں کھُلوا کر آپ کے زخم دیکھ گئے تھے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ آپ بہت جلد تندرست ہو جائیں گے۔ نماز کے بعد معنیٰ، قعقاع اور عاصم آپ کو دیکھنے آئے تھے۔ اُن کے ساتھ فوج کے چند سردار بھی تھے وہ یہ کہتے تھے کہ آپ ایرانیوں کے خلاف کئی جنگوں میں حصّہ لے چکے ہیں۔ میں آپ کے لئے کھانا لاتی ہوں"۔

" لیکن میرا بھائی؟ معنیٰ نے اُس کے متعلق کچھ نہیں کہا تھا؟"

" اِدھر دیکھئے!" عورت نے اُس کے پاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

حسان نے گردن اُٹھا کر دیکھا۔ سہیل مُنہ کے بَل اُس کے پاؤں کے قریب لیٹا ہوا تھا۔ وہ " سہیل! سہیل!" کہتا ہوا اُٹھ کر گھٹنوں کے بل آگے بڑھا اور اُسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑنے لگا۔

عورت نے کہا۔" نہیں نہیں، اسے بے آرام نہ کیجئے۔ یہ بہت تھکا ہوا ہے"۔

لیکن سہیل نے کروٹ بدل کر آنکھیں کھول دیں اور اُٹھ کر اپنے بھائی کے ساتھ لپٹ گیا۔

" سہیل تم ٹھیک ہو۔ تم زخمی تو نہیں ہو؟"

" میں بالکل ٹھیک ہوں بھائی جان!"

" لیکن تم کہاں تھے؟"

سہیل نے جواب دیا۔" بھائی جان! میرے گھوڑے نے دریا کے قریب پہنچتے ہی دم توڑ دیا تھا۔ اور آپ آگے نکل گئے تھے۔ پھر مجھے پیاس محسوس ہوئی اور میں دریا کی طرف چل پڑا۔ وہاں جھاڑیوں میں دو ایرانی چھپے ہوئے تھے۔ میں نے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے نے بھاگ کر دریا میں چھلانگ لگا دی۔ پھر میں نے پانی پیا اور تھوڑی دیر سستانے کی نیت سے جھاڑیوں میں لیٹ گیا لیکن مجھے نیند نے آدبوچا۔ رات کے پچھلے پہر میری آنکھ کھُلی اور واپس چل پڑا۔ پھر معنیٰ ابن حارثہ مل گئے اور اُنہوں نے مجھے آپ کے پاس پہنچا دیا۔ میں صبح تک باہر آپ کے پاس بیٹھا رہا۔ جب دھوپ آگئی تو آپ کے دوست آپ کو اُٹھا کر یہاں لے آئے"۔

○

چند دن بعد قادسیہ کا ایک مجاہد سعد بن عمیلہ جسے امیر لشکر نے فتح کا مژدہ سُنانے کے لئے امیر المومنین کی خدمت میں بھیجا تھا ایک اُونٹ پر اپنے طویل راستے کی آخری منزل طے کر رہا تھا طلوعِ آفتاب کے ساتھ اُسے وادیٔ یثرب کے نخلستان دکھائی دینے لگے تو اُس کا دل مسرت سے اُچھلنے لگا۔

سعد بن عمیلہ اپنے اندازے سے دو دن قبل اپنا سفر پورا کر چکا تھا اور اب وہ اس مقدس شہر میں داخل ہونے والا تھا جس کے باشندوں کو اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور اُسے جس قدر قادسیہ کی عظیم فتح کی خوشی تھی اسی قدر اس بات کی خوشی تھی کہ اُسے اپنی زندگی میں پہلی بار اِس عظیم انسان کو دیکھنے اور اُس کے ساتھ ہمکلام ہونے کی سعادت نصیب ہو گی جس نے مشرق و مغرب کے کج کلاہوں کا غرور خاک میں ملا دیا ہے۔ فاروقِ اعظمؓ کی شکل و صورت اور دربارِ خلافت کی شان و شوکت کی اَن گنت تصویریں

اس کے ذہن میں تھیں اور اُس نے سارا راستہ اپنے دماغ کی بہترین صلاحیتیں ان کے ساتھ گفتگو کے لئے موزوں الفاظ تلاش کرنے میں صرف کی تھیں۔ اور اب مدینے کی پہلی جھلک دیکھنے کے بعد وہ اپنے دل میں یہ الفاظ دہرا رہا تھا۔

پھر اسے راستے کے قریب ایک ٹیلے کی چوٹی پر ایک تنہا انسان دکھائی دیا۔ اُس نے ہاتھ کے اشارے سے سعد بن عمیلہ کو روکنے کی کوشش کی لیکن سعد کو ایک ثانیہ کی تاخیر بھی گوارا نہ تھی۔

اجنبی بھاگتا ہوا ٹیلے سے اُترا اور اُس نے شتر سوار کا راستہ روکتے ہوئے پُوچھا: "تم کہاں سے آئے ہو؟"

اس نے بے پروائی سے جواب دیا: "قادسیہ سے" اور پھر کسی توقف کے بغیر اُونٹ کو چابک رسید کر دی۔

اجنبی نے اُس کے ساتھ بھاگتے ہوئے پُوچھا: "اللہ کے بندے وہاں سے کیا خبر لائے ہو؟"

"اللہ نے مشرکین کو شکست دی ہے۔"

"تمہیں سعد بن وقاص نے بھیجا ہے؟"

"ہاں"

"اللہ تمہیں جزائے خیر دے میں کئی دنوں سے تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں۔ مجھے جنگ کے حالات سُناؤ!"

قاصد نے رُکے بغیر اجنبی کی طرف دیکھا اور ایک انتہائی سادہ لباس کے باوجود اُس کے بارعب چہرے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اُس نے قدرے توقف کے بعد قادسیہ کی داستان شروع کر دی۔ اجنبی کی مسرت کا یہ عالم تھا کہ وہ شہر کی گلیوں تک اس کے ساتھ دوڑتا رہا کبھی کبھی جنگ کی تفصیلات کے متعلق اُس کے پے در پے سوالات شتر سوار کو پریشان کر دیتے اور وہ اپنے دل سے پوچھتا: "یہ کون ہو سکتا ہے؟"

پھر اہلِ مدینہ "انسانی عظمتوں کے اس پیکر کو" امیر المومنین" کہہ کر سلام کرنے لگے تو ابن عمیلہ نے احساسِ ندامت سے مضطرب ہو کر کہا: "امیر المومنین مجھے معاف کیجئے۔ آپ نے اپنا نام نہیں بتایا تھا۔ ورنہ مجھ سے یہ گستاخی نہ ہوتی۔"

اور امیر المومنین نے اطمینان سے جواب دیا: "میرے بھائی! کوئی بات نہیں، تم اپنا کلام جاری رکھو" ابن عمیلہ نے اُونٹ سے اُترنے کی کوشش کی۔ لیکن آپ نے اُسے منع فرما دیا اور اسی طرح باتیں کرتے ہوئے اپنی جائے قیام تک لے گئے۔ پھر سعد بن ابی وقاص کا مکتوب پڑھنے اور اپنے گرد جمع ہونے والوں کو فتح کی خوشخبری سنانے کے بعد آپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"مسلمانو! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تمہیں غلام بنانے کی خواہش کروں۔ میں خود اللہ کا غلام ہوں اگر میں تمہارا کام کروں اور تمہیں چین کی نیند نصیب ہو تو یہ میری سعادت ہے اور اگر میری یہ خواہش ہو کہ تم میرے دروازے پر حاضری دو تو یہ میری بدبختی ہے۔ میں تمہیں باتوں سے نہیں بلکہ عمل سے تعلیم دینا چاہتا ہوں۔"

باب ۳

قادسیہ کی جنگ کے ہفتے بعد جو ان کے زخم مندمل ہو چکے تھے۔ ماہ سرما کے دو مہینے قادسیہ میں قیام کے بعد سعد بن ابی وقاص کی صحت بھی ٹھیک ہو چکی تھی۔ چنانچہ کلدیہ کی طرف پیشقدمی کی اور راستے کے اہم مقامات پر قبضہ کرنے کے بعد حیرہ میں ڈیرے ڈال دئے۔ اس عرصہ میں ایران شکست خوردہ افواج بابل میں جمع ہو رہی تھیں۔ سعد بن ابی وقاص نے حیرہ سے کوچ کیا اور راستے میں چند مقامات پر ایرانی افواج کی مزاحمت کچلنے کے بعد بابل پہنچ گئے۔ اس کے بعد ایرانیوں نے کوثی کے مقام پر قدم جمانے کی کوشش کی۔ لیکن زہرہ کی قیادت میں ایرانی لشکر کے ہراول دستوں نے اُنہیں شکست دی اور کوثی پر قبضہ کر لیا۔ اب حیرہ اور بابل سے لے کر مدائن کے مضافات تک ایک وسیع علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آ چکا تھا اور عرب قبائل جن کے دلوں سے کسریٰ کی طاقت کا خوف اُٹھ چکا تھا اسلام کے دامن میں پناہ لے رہے تھے۔ کئی صدیاں مجوسی حکمرانوں کے ظلم اور استبداد کی چکی میں پسنے کے بعد اُن کا ایک ایسے دین کی طرف مائل ہونا فطری امر تھا جسے قبول کرنے کے بعد شکست خوردہ قوم کا ایک ادنیٰ فرد، فاتح لشکر کے بڑے سے بڑے سردار کے دوش بدوش کھڑا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص کے جھنڈے تلے ان رضاکاروں کا ایک نیا لشکر جمع ہو رہا تھا جو مفتوحہ علاقوں میں اسلامی عدل و انصاف کے عملی مظاہرے دیکھ چکے تھے۔

قادسیہ کی جنگ سے قبل جب کبھی ایرانی رئیسوں اور مرزبانوں کو مسلمانوں کی پیشقدمی اور فتوحات سے کوئی خطرہ محسوس ہوتا تھا تو وہ عام طور پر مدائن یا شمال کے دوسرے شہروں کی طرف

بھاگ نکلتے تھے اور جب مسلمان ایرانیوں کے جوابی حملے کے باعث مفتوحہ علاقوں میں بکھری ہوئی افواج سمیٹنے پر مجبور ہو جاتے تو یہ لوگ اپنے شہروں اور بستیوں میں واپس آ جاتے۔ مقامی کاشتکاروں کو چند ہفتوں یا مہینوں کے لئے ان کے مظالم سے نجات حاصل کرنے کے بعد پہلے کی نسبت کہیں زیادہ آلام و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس لئے مقامی باشندوں کو جس قدر اپنے آقاؤں کے بھاگ جانے کی خوشی ہوتی تھی اس سے کہیں زیادہ وہ اُن کے واپس آ جانے کے امکانات سے خوفزدہ رہتے تھے لیکن قادسیہ کے میدان میں عبرتناک شکست اور حیرہ اور بابل کے میدانوں میں مسلمانوں کی پیشقدمی کے بعد ان کا یہ خوف بہت حد تک دُور ہو چکا تھا۔

اب ان مرزبانوں اور جاگیرداروں کے اندازِ فکر میں بھی تبدیلی آ چکی تھی جو مسلمانوں کی پیشقدمی کے وقت اس اُمید پر اپنے گھروں سے بھاگ نکلتے تھے کہ جب کسریٰ کی نئی فوج جوابی حملے کے لئے مدائن سے روانہ ہو گی تو اُن کی واپسی کے راستے خود بخود صاف ہو جائیں گے۔ اب ان میں سے کئی ایسے تھے جو جزیہ دینے اور ذمیوں کی حیثیت قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے اور کئی ایسے تھے جنہیں اپنے آبائی مذہب کے مقابلے میں دینِ اسلام کی برتری کا احساس ہو رہا تھا اور شہنشاہیت کے قلعوں کی حفاظت کی بجائے اللہ کے دین کا پرچم بلند کرنے میں انسانیت کی بھلائی نظر آتی تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے اسلام کے مبلغین کے لئے اپنے گھروں کے دروازے کھول دئے تھے۔

فرزندانِ اسلام کا لشکر جس شہر اور بستی سے گزرتا تھا وہاں مقامی باشندوں کے دل میں یہ احساس چھوڑ جاتا تھا کہ اب ایرانی واپس نہیں آئیں گے۔ چنانچہ کوثی میں چند دن قیام کے بعد جب سعد بن ابی وقاص نے مدائن کا رُخ کیا تو اُس کے لشکر کو پہلی بار اس بات کا پورا اطمینان تھا کہ ان کا عقب محفوظ ہے۔



یزدگرد مدائن کے محل کے ایک کشادہ کمرے میں رونق افروز تھا۔ چند فوجی سردار اُس کی

سنہری مسند کے سامنے کھڑے تھے۔ ایک زرہ پوش کمرے میں داخل ہوا اور فرشی سلام کرنے کے بعد مؤدب کھڑا ہو گیا۔

یزدگرد نے بے چین سا ہو کر پوچھا "تم ساباط کی جنگ میں موجود تھے؟"

"ہاں عالم پناہ!"

"تم کون سی فوج کے ساتھ تھے؟"

"عالیجاہ! میں شہزادی پوران کے ہراول کا سالار ہوں۔"

"اور شہزادی پوران نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ جس فوج کے ساتھ بہرہ شیر کا شاہی رسالہ ہو اُسے شکست نہیں ہو سکتی۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ شاہی رسالے کے جانباز مرتے دم تک میدان سے نہیں ہلیں گے۔"

زرہ پوش نے جواب دیا "عالیجاہ! سپہ سالار نے ہمیں میمنہ اور میسرہ کی حفاظت کا حکم دیا تھا اور ہمارے سالار دشمن کے پہلے حملے میں ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ اس کے بعد سپہ سالار گر پڑے اور ہمارے قلب میں افراتفری پھیل گئی۔"

"تم اس خبر کی تصدیق کرتے ہو کہ ہمارے چالیس ہزار سپاہی پانچ ہزار آدمیوں کو میدان میں چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے؟"

"عالیجاہ! ہمیں حکم ملا تھا کہ ہم نہر عبور کر کے دشمن کو روکنے کی کوشش کریں اور ساباط کے میدان میں ہمارا نقصان پانچ ہزار آدمیوں سے زیادہ نہیں۔ ان میں سے کم از کم دو ہزار سپاہیوں کو دشمن نے قید کر لیا ہے۔"

"تم یہ بتا سکتے ہو کہ باقی فوج دشمن کو نہر کے پار کتنے دن روک سکے گی؟"

"عالیجاہ! ہم نے تمام پُل توڑ دئیے ہیں اور مجھے نئے سپہ سالار کی ہدایات معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اگر انہوں نے دشمن کو نہر کے پار روکنے کا حکم دیا تو مجھے یقین ہے کہ ہمارے لوگوں کا خون جب تک ختم نہیں ہو جاتا ہم دشمن کو نہر عبور کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

یزدگرد کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن پوران دخت اچانک کمرے میں داخل ہوئی اور وہ غضب ناک ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

پوران دخت آگے بڑھ کر شہنشاہ کی مسند سے نیچے دائیں جانب ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور اُس نے قدرے توقف کے بعد کہا "عالم پناہ! مجھے یقین نہیں آتا کہ ہمیں شکست ہو چکی ہے۔"

یزدگرد نے جواب دیا "ہماری آئندہ نسلیں بھی جب ان شکستوں کے متعلق سُنا کریں گی تو انہیں بھی یقین نہیں آئے گا۔"

"عالیجاہ! ہمارے سپہ سالار اور شاہی رسالے کے سالارِ اعلیٰ کی موت ایک بہت بڑا حادثہ تھی۔ اگر لشکر میں اُن کی جگہ لینے والے موجود ہوتے تو ساباط کی لڑائی کا نتیجہ بہت مختلف ہوتا۔"

یزدگرد نے قدرے تلخ ہو کر کہا "آپ نے بلا وجہ یہاں آنے کی تکلیف کی۔ میں لڑائی کے تمام واقعات سُن چکا ہوں۔"

پوران نے کہا "عالم پناہ! میں اس لئے یہاں حاضر ہوئی ہوں کہ مجھے ابھی شاہی رسالے کے بیس عہدہ داروں کی طرف سے ایک درخواست موصول ہوئی ہے۔"

یزدگرد نے کہا "اُنہوں نے یہ درخواست بھیجی ہو گی کہ ہم بہرہ شیر کی فصیل کے اندر زیادہ محفوظ رہ سکتے ہیں۔"

"یہ بات نہیں عالیجاہ! اُنہوں نے لکھا ہے کہ محافظ فوج کے سالارِ اعلیٰ کی جگہ لینے کے لئے کسی موزوں آدمی کو بھیج دیا جائے۔"

"اس سلسلے میں آپ کو میرے مشورے کی ضرورت نہ تھی۔ میں شاہی رسالے پر آپ کو پورا اختیار دے چکا ہوں اور میرا خیال ہے کہ سالارِ اعلیٰ کا نائب زندہ ہے اور اُس نے خود بخود لشکر کی کمان سنبھال لی ہو گی۔"

"عالیجاہ! میرے پاس جو درخواست آئی ہے اس پر سب سے پہلے نائب سالارِ اعلیٰ نے دستخط کئے ہیں میں اس لئے حاضر ہوئی ہوں کہ دوسرے آدمی کی تقرری کے لئے مجھے آپ کی اجازت کی

ضرورت ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

پوران نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔ عالیجاہ! میں اس کے متعلق پہلے بھی عرض کر چکی ہوں وہ قید میں ہے اور آپ کے حکم کے بغیر اُس کی رہائی ممکن نہیں۔ اس کا نام زر بخت ہے اور شاہی رسالہ کے جو افسر اُسے جانتے ہیں ان سب کی یہ خواہش ہے کہ لشکر کی کمان اُسے سونپ دی جائے۔"

یزدگرد نے کہا۔ "مجھے یاد ہے جب آپ نے اُس کی سفارش کی تھی تو میں نے رستم سے مشورہ کیا تھا اور اُس نے مجھے تمام واقعات سُنائے تھے۔ اور میرا خیال ہے کہ ابھی ایران کی بدنصیبی کا وہ دَور شروع نہیں ہوا کہ ہم سلطنت کے مجرموں کو قید خانوں سے نکال کر لشکر کی کمان سونپ دیں۔"

پوران نے کہا۔ "عالیجاہ! میں پھر ایک بار آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ زر بخت، فرخ زاد کے قتل کی سازش میں شریک نہیں تھا۔ یہ بات رستم کو بھی معلوم ہو گئی تھی۔ لیکن وہ اُسے سزا دینے پر بضد تھا۔"

"آپ اس کی سزا کے فیصلے میں شریک نہیں تھیں؟"

"عالیجاہ! ایران کے حالات ایسے تھے کہ میں رستم کی ناراضگی کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی اور جب میں نے آپ کے سامنے اس کا مسئلہ پیش کیا تھا تو آپ نے بھی یہ کہا تھا کہ ان معاملات کے متعلق رستم بہتر رائے دے سکتا ہے۔ میں نے قادسیہ کے جنگ کے بعد بھی اس کی رہائی کا مسئلہ پیش کیا تھا لیکن آپ کو یہ خدشہ تھا کہ خراسان کے سپاہیوں کے دل پر رستم کی موت کے زخم ابھی تازہ ہیں اور ایسے آدمی کو رہا کرنا کسی طرح مناسب نہیں جو اُس کے باپ کے قتل میں ملوث ہو چکا ہے۔"

یزدگرد نے سوچ کر کہا۔ "اگر سالاروں اور سپاہیوں کو اس پر اعتماد ہے تو میں اُس کی رہائی کا حکم دیتا ہوں لیکن آپ کو اس بات کی ذمہ داری لینا پڑے گی کہ اُسے شاہی رسالے کی

کمان سونپنے کے بعد ایک رات اچانک ہم یہ نہیں سُنیں گے کہ دشمن بہرہ شیر کے شاہی محل میں داخل ہو چکا ہے۔ اور زر بخت کسی کونے میں شراب کے نشہ میں مدہوش پڑا ہوا ہے۔"

"میں اس کے متعلق ہر ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار ہوں اور یہ نوجوان!" اُس نے زرہ پوش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرے اس دعوے کی تائید کرے گا کہ زر بخت مدائن کے اسلحہ خانے کی بہترین تلوار ہے۔"

یزدگرد نے زرہ پوش کی طرف دیکھا۔ اُس نے کہا۔ "عالیجاہ! بہرہ شیر کے شاہی رسالے کے افسروں نے شہزادی آذر میدخت کو جو درخواست بھیجی تھی اس پر میرے دستخط بھی موجود ہیں۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے اس سے قبل ہم میں سے کسی کو یہ مسئلہ آپ کے سامنے پیش کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔"

تھوڑی دیر بعد یزدگرد کا ایک خاص ایلچی بہرہ شیر کے قید خانے کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔



سہ پہر کے وقت ماہ بانو ایک ساعت آرام کرنے کے بعد اپنے بستر سے اُٹھی اور پائین باغ کی طرف کھلنے والے دریچے کے سامنے بیٹھ گئی۔ یاسمین بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا۔ "ماہ بانو! نوکر شہر سے خبر لائے ہیں کہ ہمارا لشکر واپس آ رہا ہے۔ اُسے مسلمانوں کی پیشقدمی روکنے میں کامیابی نہیں ہوئی وہ اس طرف بڑھ رہے ہیں۔ اب کیا ہوگا؟"

ماہ بانو نے کسی پریشانی یا اضطراب کا اظہار کرنے کی بجائے اطمینان سے سوال کیا۔ "کاؤس نہیں آیا؟"

"نہیں لیکن نوکر کہتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے بال بچوں کو بہرہ شیر[1] سے مدائن بھیجنے کی تیاریاں

---

[1] ایران کی دار السلطنت کے دو حصے تھے ایک دجلہ کے دائیں یعنی مشرقی کنارے جسے طیسیفون کہا جاتا ہے دوسرا سلوقیہ جو دریا کے مغربی یعنی بائیں کنارے یونانیوں نے آباد کیا تھا (باقی نوٹ اگلے صفحے پر)

کر رہے ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اگر دشمن بہرہ شیر کا محاصرہ کرے تو حکومت قیدیوں کو رہا کر دے اور تمہارا بھائی ...؟" یاسمین کی آواز اچانک بیٹھ گئی اور اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔

ماہ بانو نے اُسے بازو سے پکڑ کر اپنے قریب بٹھا لیا اور اُس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیر کر کہا۔ "یاسمین! جب قدرت کو میرے بھائی کی رہائی منظور ہو گی تو اُسے قید خانے کے دروازے کھولنے میں دیر نہیں لگے گی۔ ہر رات کے بعد ایک صبح ہوتی ہے اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ہمارے مصائب کی رات ختم ہونے والی ہے۔"

یاسمین نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "میں سوچ رہی تھی کہ کسی دن ایران کا لشکر ان کی ضرورت محسوس کرے اور شہنشاہ اُنہیں بُلا کر یہ کہے گا کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔

"اور میں یہ دُعا کرتی ہوں کہ خدا میرے بھائی کو گرتی ہوئی دیواروں سے دُور رکھے۔ یاسمین تم بھی یہی دُعا کرو کہ وہ قید خانے سے نکلنے کے لئے شہنشاہ کی غلامی کی زنجیریں پہننے پر آمادہ نہ ہو۔ میں آج تک اس بات پر شرمسار ہوں کہ میں نے رستم سے اس کے لئے رحم کی درخواست کی تھی۔ رستم سے مایوس ہونے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ میں یزدگرد اور پوران دخت کے پاس جاؤں گی لیکن قدرت نے میری رہنمائی کی اور ایک غلط راستے کی طرف میرے ڈگمگاتے ہوئے قدم رُک گئے۔ یاسمین! تم یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ قدرت کو قید خانے میں بھی میرے بھائی کی بہتری مقصود ہے۔"

یاسمین نے کچھ سوچ کر کہا۔ "ماہ بانو تمہیں یقین ہے کہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گی اور وہ تمہارے بھائی کو آزاد کر دیں گے؟"

(بقیہ نوٹ، عرب مؤرخ عام طور پر دونوں حصوں کو مدائن کا نام دیتے ہیں اور یونانیوں کے بعد ایران کے ساسانی حکمرانوں کے دور میں مدائن کے ساتھ جس دوسرے شہر کا ذکر آتا ہے اُسے سلوقیہ کی بجائے بہرہ شیر کہا جاتا ہے۔ مدائن یا طیسفون کی طرح یہاں بھی شاہی محلات تھے اور ساسانی حکمران کبھی کبھی یہاں قیام

"میری بہن! یہ یقین میری زندگی کا آخری سہارا ہے اور اب میں یہ دیکھ رہی ہوں کہ انتہائی مایوسی اور بے بسی کے ایام میں مَیں نے جو دُعائیں مانگی تھیں وہ قبول ہونے والی ہیں۔ تم جس طوفان سے خوفزدہ تھیں مجھے اس کے گرد و غبار میں رحمت کی گھٹائیں دکھائی دے رہی ہیں۔ مجھے صرف اس بات کا خوف ہے کہ میرا بھائی ظلم سے نجات حاصل کرنے کے بعد پھر ایک بار ظالموں کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ ہو جائے اور اگر تم بھی اس کی بھلائی چاہتی ہو تو تمہیں بھی اس کے لئے یہ دُعائیں نہیں کرنی چاہئیں کہ وہ گمراہی اور مصیبت کے ایک چکر سے نکلنے کے بعد دوسرے چکر میں پھنس جائے۔ اگر صرف اُسے قید سے آزاد کروانے کا مسئلہ ہوتا تو رستم کی موت کے بعد میرے راستے کی بہت سی مشکلات دُور ہو چکی تھیں۔ میں فوج کے سرداروں اور حکومت کے عہدیداروں اور شاید کسریٰ کو بھی یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو جاتی کہ تمہیں زرنجت کی خدمات کی ضرورت ہے۔ اور بظاہر کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ میری باتوں پر توجہ نہ دیتے لیکن جب میں نے انسانوں کی بجائے خدا سے مدد مانگی تو میرے دل کو یہ اطمینان محسوس ہونے لگا کہ وہ ہمارے حال سے غافل نہیں۔"

یاسمین کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن باہر پاؤں کی چاپ سُنائی دی اور وہ دروازے کی طرف دیکھنے لگیں۔ کاؤس نے نیم وا دروازے سے جھانک کر دیکھا اور ماہ بانو کے ہاتھ کا اشارہ پاکر اندر داخل ہوا۔

ماہ بانو نے پوچھا۔ "چچا کاؤس! تم اتنی دیر کہاں تھے؟"

"میں بازار میں گھومنے کے بعد مدائن چلا گیا تھا۔"

"کیا یہ درست ہے کہ وہ ساباط سے آگے بڑھ رہے ہیں؟"

"ہاں، سپہ سالار اور شاہی رسالے کا سالارِ اعلیٰ ہلاک ہو چکے ہیں اور ایران کا لشکر نہر سے پیچھے ہٹ آیا ہے۔ ابھی تک مدائن کے پڑاؤ سے تازہ لشکر بھیجنے کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایران کا لشکر اب کھلے میدان میں لڑنے کی بجائے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرے گا۔ اگر مسلمانوں نے شہر [illegible] فتح کر دی تو ممکن ہے [illegible] شہر کو شہری آبادی سے خالی کرا

دیا جائے۔ پُل پر سے گزرتے ہوئے میں نے دیکھا ہے کہ بعض اُمرا نے ابھی سے اپنے بچوں کو دریا کے پار پہنچانا شروع کر دیا ہے۔"

کاؤس کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد باہر نکل کر پائیں باغ میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد یاسمین نے کہا۔ "ماہ بانو! اب شام ہونے والی ہے۔ چلو باہر بیٹھیں۔ مجھے حبس محسوس ہوتا ہے۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "تم جاؤ! میں نہا کر آتی ہوں۔"

یاسمین باہر نکلی اور برآمدے میں ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد اُسے اُکتاہٹ محسوس ہوئی۔ اور وہ اُٹھ کر پائیں باغ میں سنگ مرمر کے چھوٹے سے حوض کے کنارے بیٹھ گئی۔ پھر اُس نے اُٹھ کر چنبیلی کے پودوں سے چند پھول توڑے اور اُنہیں سُونگھتی ہوئی آگے چل پڑی۔ اندرونی ڈیوڑھی کے قریب پہنچ کر وہ واپس مڑنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ اُسے چند آدمی دکھائی دیئے اور اس کے پاؤں زمین سے پیوست ہو کر رہ گئے۔ ایک نوجوان جو اپنے لباس سے فوج کا افسر معلوم ہوتا تھا، ایک نحیف و لاغر آدمی کو سہارا دیئے ہوئے تھا۔ تین اور آدمی جن میں سے دو عام سپاہی اور ایک یاسمین کا نوکر تھا اُن کے ساتھ آرہے تھے۔ وہ یاسمین سے کوئی تیس قدم دُور رُک گئے۔ فوجی افسر اور سپاہیوں نے چند ثانیے نحیف آدمی کے ساتھ کوئی باتیں کیں۔ پھر ادب سے سلام کیا اور واپس چل پڑے۔ یاسمین کے نوکر نے اجنبی کو سہارا دینے کی کوشش کی لیکن اُس نے اُس کا ہاتھ جھٹک دیا اور نوکر کو دوبارہ آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اجنبی آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا آگے بڑھا اور یاسمین سکتے کے عالم میں اُس کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اُس کے سینے سے ایک غبار اُٹھا اور آنکھوں پر چھا گیا۔ اُس کا دل دھڑک رہا تھا اور اُس کی سانس تیز ہو رہی تھی۔ وہ بولنا چاہتی تھی لیکن اُس کے حلق میں آواز نہ تھی۔ ماضی کے سارے غم اور حال اور مستقبل کی تمام مسرتیں بیک وقت اُس کے احساس و شعور کی دُنیا پر یلغار کر رہی تھی۔ وہ اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب رہی تھی۔ وہ بلند فضاؤں میں پرواز کر رہی تھی۔ اُس کے لاتعداد سپنوں اور اَن گنت دُعاؤں کا جواب اس کے سامنے تھا

اور اُس کی لرزتی ہوئی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو رہے تھے۔ وہ چند قدم کے فاصلے پر رُک گیا۔ یاسمین کی آنکھیں جُھک گئیں۔

"یاسمین" اُس نے نحیف آواز میں کہا۔ "تم نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں زربخت ہوں۔"

یاسمین نے گردن اُٹھائی اور اُس کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ نکلے۔ پھر اچانک وہ مڑی اور لرزتی اور ڈوبتی ہوئی آواز میں ماہ بانو کو آوازیں دیتی ہوئی مکان کی طرف بھاگنے لگی۔ ماہ بانو برآمدے سے باہر کھڑی اپنے بال نچوڑ رہی تھی۔ یاسمین بے اختیار اس سے لپٹ گئی اور اُس نے ایک بچے کی طرح سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ "ماہ بانو! ماہ بانو! تمہارا بھائی! تمہارا بھائی!"

ماہ بانو چند ثانیے حیرت اور اضطراب کے عالم میں کھڑی رہی۔ پھر اچانک درختوں کی اوٹ سے زربخت نمودار ہُوا۔ وہ یاسمین کو ایک طرف ہٹا کر آگے بڑھی اور "بھائی جان! بھائی جان!" کہتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔

زربخت چند ثانیے اُسے سینے سے چمٹائے کھڑا رہا۔ پھر نحیف آواز میں کہا۔ "مجھے اندر لے چلو۔ میں تھک گیا ہوں۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔"

ماہ بانو اُسے سہارا دے کر آگے بڑھی اور اُس زربخت کا بایاں بازو پکڑ کر اپنی گردن میں ڈال لیا۔

اتنی دیر میں کاؤس اور دوسرے نوکر وہاں جمع ہو گئے اور وہ زربخت کو چارپائی پر ڈال کر اندر لے گئے۔



زربخت نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں اور چراغ کی روشنی میں اپنے تیمارداروں کی طرف دیکھتے ہی سوال کیا۔ "میں کہاں ہوں؟"

ماہ بانو نے بھرّائی ہوئی میں جواب دیا۔ "بھائی جان! یہ یاسمین کے نانا کا گھر ہے۔ آپ

یہاں پہنچتے ہی بے ہوش ہوگئے تھے۔ میں نے طبیب کی طرف آدمی بھیج دیا ہے۔ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

زربخت کی نگاہیں یاسمین کے چہرے پر مرکوز ہوکر رہ گئیں۔ پھر اُس نے پانی مانگا۔ ایک نوکر بھاگ کر کٹورا لے آیا۔ ماہ بانو اُسے سہارا دے کر اُٹھانے لگی تو اُس نے اُس کا ہاتھ ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔ "میں اتنا بیمار نہیں ہوں ماہ بانو! میں تھک گیا تھا۔" پھر اُس نے پانی کے چند گھونٹ پیئے اور اطمینان سے تکیے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔ "کسی اور طبیب کو بُلانے کی ضرورت نہ تھی۔ آج مجھے شاہی طبیب نے دیکھا تھا۔ وہ یہ کہتا تھا کہ مجھے چند دن آرام کی ضرورت ہے۔ اس کی دوا سے میری طبیعت ٹھیک ہوگئی تھی لیکن شہنشاہ اور پوران سے مُلاقات کے بعد مجھے پھر چکر آنے شروع ہوگئے تھے۔ وہ مجھے پالکی پر ڈال کر لائے تھے اور یہ میری غلطی تھی کہ میں نے ڈیوڑھی پر پالکی چھوڑ دی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ تم پریشان ہوگی۔ یاسمین مجھے دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ اُس نے مجھے شاید بھوت سمجھ لیا تھا۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "آپ بہت کمزور ہوگئے ہیں۔ آپ بیمار تھے؟"

"ایک قیدی کے لئے بے گناہ ہونے کا احساس تمام بیماریوں سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ میرے ساتھ پہلے داروغہ کا سلوک بہت اچھا تھا اور اُس کی بدولت مجھے باہر کی خبریں مل جایا کرتی تھیں۔ مجھے یہ بھی توقع تھی کہ اُس کی کوششوں سے کسی دن مجھے رہائی مل جائے گی لیکن وہ اچانک تبدیل ہوکر کہیں چلا گیا اور نئے داروغہ نے آتے ہی مجھ پر سخت ترین پابندیاں عائد کر دیں۔ کچھ عرصہ سے مجھے کھانے سے نفرت ہوگئی تھی اور میں صرف زندہ رہنے کے لئے چند نوالے کھایا کرتا تھا۔ سہیل کہاں ہے؟"

"وہ ...... یہاں نہیں ہے۔" ماہ بانو نے پریشان ہوکر کاؤس کی طرف دیکھا۔

کاؤس سرہانے کی طرف کھڑا پنکھا جھل رہا تھا۔ اُس نے جلدی سے کہا۔ "چند ماہ قبل وہ کسی مہم پر گیا تھا۔ اب وہ لاپتہ ہے۔"

زربخت اُس کی آواز پہچان کر اُٹھ بیٹھا اور مڑ کر دیکھتے ہوئے بولا۔ "کاؤس! تم یہاں ہو؟"

اُس نے آبدیدہ ہوکر جواب دیا۔ "میں آپ کے حکم کے خلاف یہاں آگیا تھا اور پھر جب یہ معلوم ہُوا کہ آپ قید میں ہیں تو میں ماہ بانو کو اس حال میں چھوڑ کر نہ جا سکا۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہُوں۔"

یاسمین نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "آپ کچھ کھائیں گے؟"

زربخت نے جواب دیا۔ "مجھے طبیب نے مشورہ دیا ہے کہ میں چند دن صرف دودھ پر گزارا کروں۔"

کاؤس نے پنکھا دوسرے نوکر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "میں دُودھ لاتا ہُوں۔"

زربخت نے کہا۔ "دیکھو کاؤس! شہنشاہ نے شاہی طبیب کو میرے علاج کا حکم دیا تھا۔ وہ ہر صبح یہاں آیا کرے گا۔ اب اگر نوکر کسی دوسرے طبیب کو لے آئے تو واپس بھیج دو۔"

باب ۳۱

زربخت کی صحت بتدریج بہتر ہو رہی تھی اور دو ہفتے بعد وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو چکا تھا۔ تاہم طبیب کی ہدایت تھی کہ اُسے کئی دن اور آرام کی ضرورت ہے۔ فوج میں اس کی رہائی کی خبر مشہور ہو چکی تھی اور اُس کے پُرانے دوست اور ساتھی صبح و شام اُسے دیکھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔

ابتدا میں وہ جنگ کے متعلق گفتگو کرنے سے اجتناب کرتا تھا۔ لیکن تندرست ہونے کے بعد بہرہ شیر اور مدائن کے تازہ حالات کے متعلق اُس کی دلچسپی میں اضافہ ہونے لگا۔ آدمان اُن نوجوان افسروں میں سے تھا جنہیں زربخت کے ساتھ والہانہ عقیدت تھی اور جن کی خاموش کوششوں کے باعث زربخت کو قید سے رہائی نصیب ہوئی تھی۔ وہ ہر روز زربخت کی مزاج پُرسی کے لئے آیا کرتا تھا۔ اُسے اِس بات کا احساس تھا کہ بہرہ شیر کے محاصرے کے متعلق تشویشناک خبریں زربخت کو پریشان کرتی ہیں اس لئے جب کوئی دوسرا افسر محاصرے کے متعلق اضطراب کا اظہار کرتا وہ فوراً اُسے ٹوک دیتا اور زربخت کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا۔

ایک دن زربخت نے محاصرہ کی طوالت کے متعلق پریشانی کا اظہار کیا تو اُس نے کہا "میں ابتدا سے ہی یہ محسوس کرتا تھا کہ عربوں سے ہماری فیصلہ کُن جنگ دجلہ کے کنارے لڑی جائے گی اگر یزدگرد اور مدائن کے رؤسا رستم کی بات مانتے تو قادسیہ میں ہمیں تباہی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ اب آئے دن ہمارے لشکر کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر مسلمانوں نے بہرہ شیر پر یلغار کرنے کی کوشش کی تو ہم فصیل کے نیچے اُن کی لاشوں کے انبار لگا دیں گے۔ اگر انہوں نے محاصرہ

کو طول دینے کی کوشش کی تو کچھ عرصہ تک وہ یہ دیکھیں گے کہ ایران کا ہر جوان جو تلوار اُٹھا سکتا ہے مدائن اور بہرہ شیر میں پہنچ چکا ہے۔"

زربخت مضطرب سا ہو کر بولا۔ "آدمان! جو لشکر کھلے میدان میں دشمن کا سامنا کرنے سے ڈرتا ہو اُسے آہنی قلعوں میں بھی پناہ نہیں ملتی۔"

"لیکن ہم کھلے میدان سے کافی سبق حاصل کر چکے ہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ اب ہمارے شہنشاہ نے دُشمن کو فصیلیں توڑنے کی تربیت دینے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ اگر دشمن نے بہرہ شیر کو فتح کر لیا تو اُس کے بعد مدائن کی باری آئے گی اور مدائن کے بعد ایران کے کسی اور شہر کی فصیل مسلمانوں کی پیشقدمی نہیں روک سکے گی۔ کیا یہ درست نہیں ہمارے اُمراء اور فوج کے بعض عہدہ دار بھی اپنے بچوں کو بہرہ شیر سے نکال رہے ہیں؟"

آدمان نے جواب دیا۔ "میں آپ کو یہ بتا چکا ہوں کہ مُسلمانوں نے فصیل سے باہر منجنیق نصب کر دئیے ہیں۔ اس لئے فصیل کے آس پاس صرف وہ مکانات خالی کئے جا رہے ہیں، جنہیں پتھراؤ سے خطرہ تھا۔"

زربخت نے کہا۔ "میں صرف یہ جانتا ہوں کہ جنگ کا فیصلہ صرف وہ سپاہی کرتے ہیں جن کی تلواریں آپس میں ٹکراتی ہیں۔ اگر ہم شہر سے باہر نکل کر مُسلمانوں کو پسپائی پر مجبور نہ کر سکے تو یہ بعید از قیاس نہیں کہ وہ شہر کے اندر داخل ہو کر ہمیں پسپائی پر مجبور کر دیں۔"

"میں بہرہ شیر اور مدائن سے پسپائی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"چند برس قبل میں بھی یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ یہ عرب جو ہمارے سائے سے بھاگتے تھے ہمیں بویب اور قادسیہ کے میدانوں میں روندتے ہوئے بہرہ شیر تک پہنچ جائیں گے۔ آدمان! مجھے قید خانے سے نکلتے وقت جنگ کے حالات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ میں صرف کُھلی ہواؤں میں سانس لینے کے لئے زندہ رہنا چاہتا تھا لیکن اب مجھے یہ خوف محسوس ہوتا ہے کہ کسی دن یزدگرد

اچانک یہ فیصلہ کرے گا کہ اُس کے لئے مدائن یا بہرہ شیر کی بجائے کسی اور شہر یا قلعے کی فصیل زیادہ محفوظ ہے اور ہمیں بھاگنے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ میں نے اپنی بہن کو مشورہ دیا ہے کہ وہ یاسمین کے ساتھ اصفہان چلی جائے لیکن وہ مجھے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔"

آدمان نے کہا: "میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ آپ ان حالات میں یہاں سے کوچ کرنا پسند کریں گے۔"

زربخت نے جواب دیا: "ایران کے لئے کسریٰ کے سوا کسی اور کی پسند یا ناپسند کوئی معنی نہیں رکھتی۔ ہماری جنگ صرف ایک فرد کے لئے ہے اور وہ کسی وقت بھی کوئی غلط یا صحیح فیصلہ کر سکتا ہے اور ہم اس کے اشاروں پر جان دے سکتے ہیں۔ اس کے فیصلے تبدیل نہیں کر سکتے۔"

آدمان نے پریشان ہو کر کہا: "آپ کو یزدگرد سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اُس کی ذاتی خواہش یہی ہے کہ ہم دیواروں سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں لیکن موجودہ حالات میں سرداران فوج کے ایک با اثر گروہ کو اِس تجویز سے اتفاق نہیں اور شہنشاہ پر اپنا فیصلہ ٹھونسنا پسند نہیں کرتے۔ مجھے یقین ہے کہ جب آپ کو فوج کے اکابر سے گفتگو کا موقع ملے گا تو آپ کی رائے کو بہت اہمیت دی جائے گی۔"

کیا وہ یہ بھول چکے ہیں کہ میں ایک بدترین مجرم کی حیثیت میں قید بھگت چکا ہوں۔"

آدمان نے جواب دیا: "جہاں تک مجھے علم ہے وہ سب اس بات کے منتظر ہیں کہ آپ صحت یاب ہو کر کوئی اہم ذمہ داری سنبھال لیں۔ کل شہزادی پوران دخت نے میرے سامنے شاہی طبیب سے یہ کہا تھا کہ شہنشاہ بڑی شدت کے ساتھ لشکر میں زربخت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے آپ کا جلد از جلد صحت یاب ہونا ضروری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جنگ کے متعلق آپ کی ہر تجویز کو شہزادی پوران دخت کی حمایت حاصل ہو گی اور اگر لشکر نے شہر سے باہر نکل کر دشمن کے ساتھ قوت آزمائی کی تو اُس کی کمان آپ کے ہاتھ میں ہو گی۔"

زربخت نے اچانک ایسا محسوس کیا کہ اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی ہے۔ ماہ بانو اور یاسمین جواب تک خاموشی سے اُن کی گفتگو سُن رہی تھیں، اضطراب کی حالت میں ایک دوسری کی طرف دیکھنے لگیں۔ پھر ماہ بانو نے آدمان کی طرف دیکھا اور کہا: "آدمان! بھائی جان کو آرام کی ضرورت ہے۔ ابھی ان کے لئے جنگ کے متعلق سوچنے کا وقت نہیں آیا۔"

آدمان نے اُٹھتے ہوئے کہا: "معاف کیجئے مجھے یہ خیال ہی نہیں آیا کہ میں انہیں بلاوجہ پریشان کر رہا ہوں۔"

آدمان چلا گیا تو زربخت نے کسی قدر تلخ ہو کر کہا: "ماہ بانو! آدمان میرا دوست ہے اور اس کا مقصد میری بھلائی کے سوا کچھ نہ تھا۔"

"بھائی جان!" ماہ بانو نے جھجکتے ہوئے کہا: "مجھے معلوم ہے کہ وہ آپ کا دوست ہے اور میرا مقصد اُس کی دلآزاری نہ تھا لیکن اگر میں آپ کی بہن ہوں اور آپ کے لئے میری التجاؤں اور آنسوؤں کے کوئی معنی ہو سکتے ہیں تو آپ دوبارہ جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔ جب آپ سفر کے قابل ہوں گے تو میں ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کو یہاں ٹھہرنے کا مشورہ نہیں دوں گی۔"

زربخت نے کہا: "اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ مسلمان بہرہ شیر پر قبضہ کر لیں گے تو تم نے میری باتوں سے غلط تاثر لیا ہے۔ میں نے تمہیں دشمن کے خوف سے اصفہان جانے کا مشورہ نہیں دیا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں دوبارہ فوج میں شامل ہونے سے تمہارے متعلق زیادہ سے زیادہ اطمینان چاہتا تھا۔ میں اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتا کہ کسی دن میں دشمن کے مقابلے کے لئے جاؤں اور پھر واپس نہ آؤں۔ ایسی صورت میں تمہارے لئے بہرہ شیر یا مدائن کی بجائے اصفہان میں رہنا بہتر ہو گا۔ کم از کم اس عرصہ کے لئے جب تک کہ اس جنگ کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔"

ماہ بانو نے کہا: "بھائی جان آپ بُرا نہ مانیں۔ یہ میرا خیال ہی نہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ مسلمان بہرہ شیر پر قابض ہو جائیں گے لیکن اگر مجھے ایمان کی فتح کا یقین ہو تو میں آپ کا راستہ روکنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔"

زربخت نے تلخ ہو کر کہا: "تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں یہ کہہ رہی ہوں کہ میری زندگی میں میرا بھائی دوسری مرتبہ تباہی کا راستہ اختیار نہیں کرے گا۔"

"اور تمہارے نزدیک میرے لئے سلامتی کا راستہ کیا ہے؟"

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر کہا: "ابھی آپ نہیں سمجھ سکیں گے۔ جب وقت آئے گا تو میں آپ کو بتا سکوں گی۔"

زربخت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ماہ بانو آنسو پونچھتی ہوئی اُٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ اُس نے یاسمین کی طرف دیکھا اور کہا: "یاسمین! ماہ بانو کو کیا ہو گیا ہے! میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میری بہن مجھے بزدلوں کی صف میں دیکھنا پسند کرے گی۔"

یاسمین نے مغموم لہجے میں جواب دیا: "کاش ماہ بانو کی باتیں آپ کی سمجھ میں آسکتیں۔"

زربخت نے کہا: "میں صرف اتنا سمجھ سکا ہوں کہ ماہ بانو کو ایران کی شکست اور تباہی سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

یاسمین نے جواب دیا: "نہیں اُسے ایران کی سلامتی کسی سے کم عزیز نہیں۔ لیکن اُسے یقین ہے کہ کسریٰ کے غلام خدا کے بندوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔"

"مجھے اپنی بہن سے یہ توقع نہ تھی۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اُسے کاؤس نے گمراہ کر دیا ہو۔ وہ کہاں ہے؟" زربخت بلند آواز میں کاؤس کو آوازیں دینے لگا۔

یاسمین نے ملتجی ہو کر کہا: "آپ کاؤس کو کچھ نہ کہیں۔ وہ آپ کا خیرخواہ ہے۔ جب آپ قید میں تھے تو وہ ہر سانس کے ساتھ آپ کی سلامتی کے لئے دُعا کیا کرتا تھا۔"

کاؤس کمرے میں داخل ہوا۔

زربخت نے کہا: "کاؤس تمہیں معلوم ہے کہ مسلمانوں کے جاسوس کو کیا سزا دی جاتی ہے؟"

کاؤس نے اطمینان سے جواب دیا: "یہاں سزا پانے کے لئے کسی کا مجرم ہونا ضروری نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ بہرہ شیر کا قید خانہ ان لوگوں سے بھرا ہوا ہے جن کے باپ دادا ایران

کے لئے اَن گنت قربانیاں دے چکے ہیں۔"

"تم نے اس گھر میں حکومت کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوشش کی ہے۔"

ماہ بانو کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے آگے بڑھ کر کہا: "کاؤس کو اس حکومت کے خلاف نفرت پھیلانے کی ضرورت نہ تھی جس کی بنیاد ظلم پر رکھی گئی ہے۔ یہ ہمارا حال معلوم کرنے کے لئے یہاں آیا تھا اور ہماری بے بسی پر ترس کھا کر یہاں رُک گیا تھا۔ اگر یہ یہاں نہ آتا تو بھی میرے احساسات یہی ہوتے۔ میں اس حکومت کی باغی ہوں جس نے ہمیں بے بسی کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں دیا۔ اگر اس جرم کی سزا کوئی ہے تو میں یہ سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن خدا کے لئے اس بوڑھے آدمی کو کچھ نہ کہئے جس کے بال ہمارے خاندان کی خدمت میں سفید ہوئے ہیں۔"

یاسمین نے کہا: "اگر آپ کاؤس کو بھی اپنا دشمن سمجھتے ہیں تو پھر اس دنیا میں کوئی بھی آپ کا دوست نہیں۔"

زربخت نے شکست خوردہ ہو کر یاسمین کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے۔ کچھ دیر اُس کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ پھر وہ کاؤس کی طرف متوجہ ہوا۔ "کاؤس! اگر تمہاری خدمت کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ایک ثانیہ توقف کے بغیر تمہیں حکومت کے سپرد کر دیتا۔ اب تم اگر ہمارے خاندان کی مکمل تباہی نہیں چاہتے تو وعدہ کرو کہ جب تک تم یہاں ہو مسلمانوں کی حمایت میں زبان نہیں کھولو گے۔"

کاؤس نے اطمینان سے جواب دیا: "میں آپ سے صرف یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ یہاں رہتے ہوئے میری زبان سے آپ کی بھلائی اور سلامتی کے سوا کسی اور خواہش کا اظہار نہیں ہو گا اور جب میں یہ محسوس کروں گا کہ اپنی نیک خواہشات کے باوجود میں آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا تو میں ایک دن بھی یہاں رہنا پسند نہیں کروں گا۔"

پھر وہ دروازے کی طرف بڑھا، رکا اور مڑ کر دیکھتے ہوئے بولا: "قباد کے بیٹے! میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔"

تین ہفتے اور گزر گئے اور اس عرصہ میں زرنجت جنگ کے متعلق ماہ بانو اور یاسمین کے سامنے گفتگو کرنے سے اجتناب کرتا رہا۔ اُس کی صحت بدستور بہتر ہو رہی تھی اور اب وہ صبح و شام گھر کی چار دیواری کے گھومنے کی بجائے کبھی پیدل اور کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کے لئے باہر نکل جاتا تھا۔ رہا ہونے سے سات ہفتے بعد وہ پہلی بار دریا کے پار مدائن کے فوجی مستقر میں نیزہ بازی کی مشق کر رہا تھا۔ اس کے بعد دن کا زیادہ وقت گھر سے باہر گزرتا تھا۔

ایک روز صبح ہوتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر گھر سے نکلا اور شام تک واپس نہ آیا۔ ماہ بانو اور یاسمین صحن میں بیٹھی اُس کا انتظار کر رہی تھیں۔ غروب آفتاب سے تھوڑی دیر بعد اُنہیں ڈیوڑھی کی طرف گھوڑے کی ٹاپ سنائی۔ پھر ایک نوکر بھاگتا ہوا آیا اور اُس نے کہا۔ "آدمان آرہا ہے۔"

ماہ بانو اور یاسمین نے اضطراب کی حالت میں ایک دوسری کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد آدمان کاؤس کے ساتھ نمودار ہوا اور اُس نے آگے بڑھ کر ماہ بانو سے کہا۔ "مجھے آپ کے بھائی نے بھیجا ہے۔ وہ آج رات گھر نہیں آسکیں گے۔"

"وہ کہاں ہیں؟" ماہ بانو نے سوال کیا۔

"وہ بہرشیر کے قلعے میں ہیں۔ شہنشاہ بھی وہاں تشریف لا چکے ہیں۔ سپہ سالار نے آپ کے بھائی کو دربار میں شرکت کے لئے روک لیا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ شہنشاہ ایک دو دن اور بہرشیر میں قیام کریں اور آپ کے بھائی کو گھر آنے کا موقع نہ ملے۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "آپ بھائی جان کے دوست ہیں اور میں بھی آپ کو اپنا بھائی خیال کرتی ہوں۔ کیا میں آپ سے توقع رکھ سکتی ہوں کہ آپ مجھ سے کوئی بات چھپانے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"آپ کیا پوچھنا چاہتی ہیں؟"

"کیا یہ درست نہیں کہ بھائی جان فوج میں شامل ہو چکے ہیں۔"

"آدمان نے جواب دیا۔ "میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ قید سے رہا ہوتے ہی فوج میں شامل ہو

گئے تھے اور اگر اُنہیں فوری طور پر کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی تو اس کی وجہ اُن کی علالت کے سوا کچھ اور نہ تھی۔"

"اور اب اُنہیں کوئی ذمہ داری سونپی جا چکی ہے؟"

"نہیں ابھی انہیں کسی لشکر کی کمان نہیں دی گئی۔ سپہ سالار کی خواہش تھی کہ اُنہیں نئے رضاکاروں کی تربیت کا کام سونپ دیا جائے لیکن شاہی رسالے کے افسر انہیں اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں اور شہزادی پوران بھی یہی چاہتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے بھائی بھی اپنے پرانے ساتھیوں سے جُدا ہونا پسند نہیں کریں گے۔ گزشتہ دس دن سے وہ بہرہ شیر میں سپہ سالار کے مشیر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ایک دو دن میں اُنہیں کوئی اہم ذمہ داری سونپ دی جائے گی۔ آپ ایران کے لشکر میں اپنے بھائی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتی ہیں کہ پرسوں اُن کی سفارش پر شہنشاہ کی محافظ فوج کے وہ عہدہ دار رہا کر دیئے گئے تھے جنہیں رستم کے حکم سے قید کیا گیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ بہرہ شیر اور مدائن کی معزز خواتین عنقریب آپ کو مبارکباد دینے کے لئے یہاں آئیں گی۔ اب مجھے اجازت دیجئے!"

آدمان وہاں سے چل دیا اور ماہ بانو ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کاؤس کی طرف متوجہ ہوئی۔ "چچا کاؤس! مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میں کیا کر سکتی ہوں؟"

اُس نے جواب دیا۔ "بیٹی! تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ جاؤ اپنے بھائی کے لئے دُعا کرو!"

ماہ بانو مکان کے اندر چلی گئی۔

یاسمین کچھ دیر بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ پھر اُس نے کاؤس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "چچا کاؤس! آپ نے مجھے دُعا کرنے کے لئے نہیں کہا۔"

کاؤس پریشان سا ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ "ہاں بیٹی! تم بھی جا کر دُعا کرو۔ شاید زرنجت کو ہماری نسبت تمہاری دُعاؤں کی زیادہ ضرورت ہو۔"

"لیکن وہ دُعا جو آپ نے ماہ بانو کو سکھائی ہے مجھے کیوں نہیں سکھائی۔ کیا آپ مجھے اپنی بیٹی نہیں سمجھتے؟"

"بیٹی! مجھے معلوم نہ تھا کہ تم مجھ سے کوئی بات سیکھنا پسند کرو گی۔"

"نہیں آپ کو یہ خطرہ تھا کہ میں آپ کا راز دوسروں پر ظاہر کر دوں گی۔ لیکن ماہ بانو کی کوئی بات مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ مسلمان ہو چکی ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"مجھے اُس نے خود بتایا تھا۔"

"کب؟"

"اُس روز جب اُس کے بھائی نے آپ کو ڈانٹا تھا۔ اُس کی تمام باتیں میری سمجھ میں نہیں آسکیں لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ماہ بانو نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ کہتی تھی کہ مسلمان جس خدا پر ایمان رکھتے ہیں وہ بہت مہربان ہے اور اس سے مدد مانگنے والے مایوس نہیں ہوتے اور جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اُنہیں سہارا دیتا ہے اور میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ اب صرف ماہ بانو کو ہی نہیں مجھے بھی اُس کے سہارے کی ضرورت ہے۔"

"بیٹی! اس دنیا کے ہر انسان کو اُس کے سہارے کی ضرورت ہے۔"

"میں زربخت کی سلامتی چاہتی ہوں۔ اگر وہ واپس نہ آیا تو میں زندہ نہیں رہوں گی۔" یاسمین رو رہی تھی۔

کاؤس نے کہا۔ "بیٹی! میں تم سے یہ وعدہ نہیں کر سکتا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہارے اور زربخت کی زندگی کے راستے یقیناً ایک ہو جائیں گے۔ لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں اللہ پر ایمان لانے کے بعد تم یہ محسوس نہیں کرو گی کہ تم تنہا اور بے سہارا ہو۔ ہم اپنے پروردگار کی اطاعت کر سکتے ہیں۔ اس سے مدد مانگ سکتے ہیں اُس کے سامنے شرائط پیش نہیں کر سکتے۔ اگر تم سہارے کی ضرورت محسوس کرتی ہو تو ماہ بانو تمہیں بتا سکے گی کہ زندگی کے آلام و مصائب سے پناہ مانگنے

والوں کا سب سے بڑا سہارا وہی ہے۔ بیٹھ جاؤ بیٹی! میں اطمینان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے۔ کاؤس نے دینِ اسلام کی صداقت کے متعلق تقریر شروع کر دی۔

پھر ایک ساعت بعد ماہ بانو اپنے کمرے سے باہر نکلی تو یاسمین نے کہا۔ "ماہ بانو! ماہ بانو! یہاں آؤ۔ چچا کاؤس تمہیں ایک خوشخبری سُنانا چاہتے ہیں۔"

ماہ بانو آگے بڑھ کر جواب طلب نگاہوں سے کاؤس کی طرف دیکھنے لگی۔ "کیا بات ہے چچا جان!" اُس نے قدرے توقف کے بعد سوال کیا۔

وہ مسکرایا۔ "بیٹی! میں تمہیں یہ خوشخبری دینا چاہتا ہوں کہ اب تمہیں اِس گھر میں بند دروازوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ یاسمین نے اللہ کا دین قبول کر لیا ہے۔"

ماہ بانو نے یاسمین کی طرف دیکھا اور وہ اُٹھ کر اُس سے لپٹ گئی۔



اگلی شام زربخت گھر آیا تو وہ فوجی لباس پہنے ہوئے تھا۔ وہ صحن میں ماہ بانو اور یاسمین کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے اُس کی طرف دیکھتی رہیں۔ بالآخر ماہ بانو نے کہا۔ "بھائی جان! آپ لباس تبدیل نہیں کریں گے؟"

"نہیں۔" اُس نے جواب دیا۔ "میں ابھی واپس چلا جاؤں گا۔ تمہیں تسلی دینے آیا ہوں۔"

"آپ کھانا تو کھائیں گے نا؟"

"نہیں مجھے ایک دعوت پر جانا ہے اور اُس کے بعد میں قلعے میں چلا جاؤں گا اور رات وہیں رہوں گا۔ چند دن میں سخت مصروف ہوں۔"

یاسمین نے کہا۔ "آرمان کہتا تھا کہ آپ کو کوئی اہم ذمہ داری سونپی جا رہی ہے۔"

زربخت نے جواب دیا۔ "مجھے شہنشاہ نے بہرہ شیر کی حفاظت کے لئے ایک نیا

لشکر تیار کرنے کا حکم دیا ہے اور اختیار دیا ہے کہ میں تمام افواج کے بہترین عناصر کو اس لشکر میں بھرتی کرلوں۔"

ماہ بانو نے مغموم لہجے میں کہا۔ "اور جب یہ لشکر تیار ہو جائے گا تو آپ کو اس کمان دے کر ایک ایسی مہم پر بھیج دیا جائے گا جسے قبول کرنے کے لئے کوئی دوسرا سالار آمادہ نہیں ہوا۔"

زربخت نے کہا۔ "ماہ بانو! تمہیں دوبارہ ایک ناخوشگوار بحث نہیں چھیڑنی چاہیئے۔ اگر شہنشاہ اور فوج کے آزمودہ کار مجھے کسی ذمہ داری کا اہل سمجھتے ہیں تو یہ میری خوش قسمتی ہے اور میں انہیں مایوس نہیں کروں گا۔ میں رستم کی طرح شگون کا قائل نہیں۔ تاہم میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میری بہن مجھے بہادروں کی طرح مرنے کی بجائے بزدلوں کی طرح جینے کا سبق دے۔ اگر تمہیں ہماری شکست کا خوف ہے تو میں تمہیں آج ہی اصفہان بھیجنے کے لئے تیار ہوں۔"

ماہ بانو کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن زربخت اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ جا رہے ہیں؟" یاسمین نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ہاں مجھے بہت کام ہے۔"

"آپ ماہ بانو سے خفا ہیں؟"

زربخت نے آگے بڑھ کر ماہ بانو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "ماہ بانو کو معلوم ہے کہ میں اس سے خفا نہیں ہو سکتا۔ کیوں ماہ بانو! یہ بات درست ہے نا؟"

ماہ بانو نے گردن اٹھا کر ایک مغموم مسکراہٹ کے ساتھ اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو امڈ پڑے۔

"یاسمین!" زربخت نے متاثر ہو کر کہا۔ "ماضی کے حادثات نے میری بہن کا دل بہت کمزور کر دیا ہے۔ اسے تسلی دینے کی کوشش کرو۔" پھر چند ثانیے توقف کے بعد وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔

اس کے بعد زربخت کی مصروفیات بڑھتی گئیں۔ کبھی کبھی وہ شام کے وقت گھر آ جاتا لیکن

عام طور پر اسے رات کے وقت بھی گھر سے باہر رہنا پڑتا۔

ایک رات وہ گھر آیا اور کھانا کھاتے ہی اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

ماہ بانو نے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔ "بھائی جان! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" اس نے کروٹ بدلتے ہوئے جواب دیا۔ "ذرا تھک گیا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند سو رہا تھا۔



رات کے پچھلے پہر یاسمین کی آنکھ کھلی اور اسے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی اس کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ کچھ دیر وہ بے حس و حرکت پڑی رہی۔ پھر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔

"یاسمین! یاسمین!" اسے ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی اور اس کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ دروازہ کھولنا چاہتی تھی لیکن اس کا ہاتھ زنجیر تک پہنچ کر رک گیا۔ زربخت نے قید سے رہا ہونے کے بعد کبھی بھی اس کے ساتھ تنہائی میں بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور رات کے وقت اس کے دروازے پر دستک دینا ایک غیر متوقع بات تھی۔ کچھ دیر وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔ پھر اسے ایسا محسوس ہوا کہ وہ واپس جا رہا ہے۔

اس نے جھجکتے ہوئے دروازہ کھولا۔ باہر کوئی نہ تھا۔ اسے برآمدے کے کونے میں زربخت کے کمرے میں روشنی دکھائی دی۔ وہ دبے پاؤں آگے بڑھی۔ روشن دروازے کے قریب پہنچ کر اس کے قدم رک گئے اور دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ پھر اچانک اس کا اضطراب خوف اور جھجک پر غالب آ گیا اور وہ آگے بڑھ کر کمرے میں جھانکنے لگی۔ زربخت زرہ بکتر میں ملبوس تھا۔ اور تلوار کا تسمہ باندھ رہا تھا۔ یاسمین کا دل بیٹھ گیا۔ "آپ نے مجھے آواز دی تھی؟" اس نے اندر پاؤں رکھتے ہوئے پوچھا۔

زربخت نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور مغموم لہجے میں کہا۔ "یاسمین! میں جا رہا ہوں۔ میرا ارادہ تھا کہ میں خاموشی سے نکل جاؤں لیکن میری ہمت جواب دے گئی۔ تمہارے دروازے پر

چند بار دستک دینے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ تم گہری نیند سو رہی ہو اور ماہ بانو کو بیدار کئے بغیر میں تمہیں الوداع نہیں کہہ سکوں گا۔ میں اس کا سامنا کرنے سے گھبراتا تھا۔"

"آپ حملے کے لئے جا رہے ہیں؟"

"ہاں مجھے جو مہم سونپی گئی ہے وہ جس قدر اہم ہے اُسی قدر خطرناک ہے۔ آج وہ بارہ ہزار جانباز شہر سے باہر نکل کر دشمن پر حملہ کریں گے جنہیں ایران کے پورے لشکر سے منتخب کیا گیا ہے۔ ان میں سے بیشتر آزمودہ کار ہیں جو مسلمانوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لے چکے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو رومیوں کے خلاف بھی لڑ چکے ہیں۔"

یاسمین نے کہا۔ "آپ ان بارہ ہزار آدمیوں کو اس لشکر پر حملہ کرنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں جو رستم کی عظیم فوج کو شکست دے چکا ہے؟"

زدبخت نے جواب دیا۔ "ان بارہ ہزار جانبازوں کے حملے کا مقصد دشمن کے لئے ایسے حالات پیدا کرنا ہے کہ وہ یا تو محاصرہ اُٹھانے پر مجبور ہو جائے یا خندق کے پیچھے اپنے مورچوں سے آگے نکل کر شہر پر حملہ کر دے۔ ہم محصور ہونے کے بعد اگر بہرہ شیر کی مضبوط فصیل سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں نے ابھی تک فصیل پر کوئی زوردار حملہ نہیں کیا۔ اُنہوں نے اپنے پڑاؤ کے گرد خندق کھود رکھی ہے اور خندق کے پیچھے ان کے مورچے ہمارے تیروں کی زد سے محفوظ ہیں۔ ہمارے سامنے جو خندق ہے اس میں صرف تین تنگ ایسے راستے ہیں جہاں سے دشمن فصیل کی طرف بڑھ سکتا ہے۔ اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے ان راستوں پر قبضہ کر لیں تو مدائن کا سارا لشکر ہمارے پیچھے ہوگا اور یہ خندق ایک ساعت کے اندر اندر کئی مقامات سے پاٹ دی جائے گی۔ کامیابی کی صورت میں ہم دشمن کے تعاقب تک اپنے لشکر کی راہنمائی کر سکیں گے اور اگر ہم نے یہ دیکھا کہ دشمن کی مزاحمت زیادہ شدید ہے تو پیچھے ہٹ آنے میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوگا لیکن اس حملے میں اگر ہم نے دشمن کے دو چار ہزار آدمی ہلاک کر دئے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے حوصلے قائم رکھنے کے لئے جوابی کارروائی کے لئے مجبور ہو جائے

اور یہی ہم چاہتے ہیں۔ اگر ہم نے اُسے آرام سے بیٹھنے دیا تو محاصرے کی طوالت اُس کے لئے کسی پریشانی کا باعث نہیں ہوگی۔ وہ عراق کے زرخیز میدانوں پر قابض ہو چکا ہے اور کسانوں اور زمینداروں کے تعاون کے باعث اُسے رسد کے متعلق کوئی پریشانی نہیں۔ دشمن کے حوصلے اس لئے قائم رہیں گے کہ ماضی میں اُس نے مسلسل فتوحات حاصل کی ہیں۔ ہمارے حوصلے اس لئے پست ہوتے جائیں گے کہ ہم نے پے در پے شکستیں کھائی ہیں۔ ہماری بہتری اسی میں ہے کہ فیصلہ کن جنگ جلد از جلد لڑی جائے۔ اس لئے ہم یہ حملے اُس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک کہ دشمن اپنی خندق سے آگے بڑھ کر شہر پر حملہ کرنے کے لئے مجبور نہیں ہو جاتا۔ پھر چند ناکام حملوں کے بعد وہ یہ دیکھیں گے کہ بہرہ شیر کی فصیل ناقابلِ تسخیر ہے تو اُس کے لئے محاصرہ اُٹھا لینے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ یاسمین! میں یہ باتیں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میری بہن کی طرح تم بھی مجھے احمق یا دیوانہ خیال نہ کرو۔ میں جانتا ہوں کہ یہ مہم بہت خطرناک ہے اور ہمیں خندق کے قریب پہنچتے ہی تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن دشمن کے حوصلے توڑنے اور اُسے محاصرہ اُٹھانے پر مجبور کرنے کی یہی ایک صورت باقی رہ گئی ہے۔ فتوحات قربانیوں کے بغیر حاصل نہیں۔ آج طلوعِ سحر کے ساتھ جو سرفروش بہرہ شیر سے نکلیں گے اُن میں سے کئی ایسے ہوں گے جو واپس نہیں آئیں گے۔ ممکن ہے کہ یہ ہماری آخری مُلاقات ہو۔ لیکن اگر میں واپس آ گیا تو تمہیں یہ پیغام دے سکوں گا کہ ہم نے بہرہ شیر اور مدائن کو بچا لیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد ماہ بانو بھی میرے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر آنسو بہانے کی ضرورت محسوس نہیں کرے گی۔"

یاسمین بڑی مشکل سے اپنے آنسو ضبط کر رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ "مجھے معلوم نہیں کہ آپ کی توقعات کہاں تک پُوری ہوں گی۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ اگر میرے بازوؤں میں طاقت ہوتی تو میں آپ کا راستہ روک لیتی۔ اور اگر مجھے یہ اُمید ہوتی کہ میرے الفاظ آپ کو متاثر کر سکیں گے تو میں پُوری قوت کے ساتھ چلاتی کہ آپ روشنی سے آنکھیں بند کر سکتے ہیں۔ صبح کے آفتاب

کو نمودار ہونے سے نہیں روک سکتے۔"

ایک ثانیہ کے لئے زر بخت کا سارا وجود کپکپا اُٹھا۔ اُس نے کہا۔ "یاسمین یہ تمہارے الفاظ نہیں ہو سکتے۔"

یاسمین نے جواب دیا۔ "میں اس سے زیادہ کہہ سکتی ہوں لیکن آپ سُن نہیں سکیں گے۔"

باہر سے نوکر نے آواز دی۔ "جناب دو سپاہی آپ کو بُلا رہے ہیں۔ وہ آپ کا گھوڑا بھی لے آئے ہیں۔"

"اُنہیں کہو میں آ رہا ہوں۔" نوکر واپس چلا گیا اور زر بخت نے یاسمین سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اب کسی بحث کا موقع نہیں۔ میں جا رہا ہوں۔ میں اس اُمید کے ساتھ جا رہا ہوں کہ یہ ہماری آخری مُلاقات نہیں ہو گی۔ اور جب میں واپس آؤں گا تو میں کسی جھجک، خوف یا ندامت کے بغیر تم سے وہ باتیں کہہ سکوں گا جو اس وقت میری زبان پر نہیں آ سکتیں۔ یاسمین دریائے فرات کے پار ایک بستی ہے اور اس بستی میں ایک پُرانا مکان ہے۔ وہ تمہارے اس محل کی طرح خوبصورت نہیں۔ تاہم اُس کا نقشہ ہر وقت میری نگاہوں کے سامنے رہتا ہے۔ جب میں قید میں تھا تو میں یہ سوچا کرتا تھا کہ وہ اُجڑا ہوا مکان پھر آباد ہو گا۔ میں وہاں جاؤں گا۔ میری بہن میرا راستہ دیکھ رہی ہو گی اور اُس کے ساتھ میرے سپنوں کی شہزادی کھڑی ہو گی۔ پھر یہ پُرانا مکان مجھے کسریٰ کے محل سے بھی زیادہ خوبصورت معلوم ہو گا۔ یاسمین! تم جانتی ہو کہ وہ شہزادی کون ہے؟"

یاسمین نے جواب دینے کی بجائے اپنی نظریں زمین پر گاڑ دیں۔

زر بخت نے کہا۔ "یاسمین! یہ اُمید میرا آخری سہارا ہے کہ میں کسی دن تمہیں اس اُجڑے ہوئے مکان کو آباد کرنے کی دعوت دوں گا۔ اب مجھے دیر ہو رہی ہے۔ لیکن جانے سے پہلے تم سے یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ تم میری دعوت ٹھکرا نہیں دو گی اور اگر میں واپس نہ آ سکوں تو میری بہن کو یہ محسوس نہیں ہونے دو گی کہ وہ دُنیا میں تنہا ہے۔"

یاسمین نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ یہ ہماری آخری مُلاقات نہیں ہو گی۔ آپ کی سلامتی کے لئے ماہ بانو کی دُعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ آپ اُسے مل کر نہیں جائیں گے؟"

"نہیں۔ لیکن اُسے بتا دینا کہ میں اُس سے خفا نہیں ہوں۔" زر بخت یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

باب ۳۲

اگلے روز ماہ بانو اور یاسمین مکان سے باہر سڑک پر کھڑی زر بخت کی راہ دیکھ رہی تھیں۔ افراتفری کی حالت میں ادھر اُدھر بھاگنے والے انسانوں کی چیخ پکار اور آس پاس کے مکانوں سے ماتم کی صدائیں اس خبر کی تصدیق کر رہی تھیں کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے والا لشکر شکست کھا کر واپس آ گیا ہے۔ انہوں نے کاؤس کو زر بخت کا پتا کرنے کے لئے بھیجا تھا اور اب ایک ساعت اس کا انتظار کرنے کے بعد وہ دوسرے نوکر کو اُس کے پیچھے روانہ کر چکی تھیں۔ ہر لحظہ اُن کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ماہ بانو نے چند بار سڑک پر بھاگنے والوں سے ہمکلام ہونے کی کوشش کی لیکن اُنہیں ایک ثانیہ کے لئے بھی گوارا نہ تھا۔

چند سوار نمودار ہوئے۔ ماہ بانو بھاگ کر آگے بڑھی اور دونوں ہاتھ بلند کر کے سڑک کے درمیان کھڑی ہو گئی۔ لیکن اُن کی سراسیمگی کا یہ عالم تھا کہ ماہ بانو کے قریب پہنچ کر بھی اُنہوں نے اپنے گھوڑوں کی رفتار کم نہ کی۔ جب سوار سر پر آ گئے تو وہ اچانک مڑ کر ایک طرف بھاگتی ہوئی یاسمین کے ساتھ ٹکرائی اور وہ دونوں سڑک کے کنارے گر پڑیں۔ اور پھر جب وہ اُٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑ رہی تھیں تو ایک سوار واپس مڑا اور اُس نے کہا "آپ کو ذرا احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ سڑک پر سپاہیوں کا راستہ روکنا جرم ہے۔ زیادہ چوٹ تو نہیں آئی ؟"

ماہ بانو نے تلملا کر کہا "مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اس سڑک کو جنگ کا میدان سمجھتے ہو۔ میں اپنے بھائی کے متعلق پوچھنا چاہتی تھی۔"

سوار نے جواب دینے کی بجائے گھوڑے کی باگ موڑ لی۔ ماہ بانو جلدی سے آگے بڑھ کر چلائی "ٹھہرو! میں زر بخت کی بہن ہوں۔" لیکن سوار نے رُکنے یا مُڑ کر دیکھنے کی بجائے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

چھ سات آدمی سڑک کے کنارے رُک کر اُن کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کالے رنگ کا قوی ہیکل آدمی، جس کی آنکھوں سے وحشت ٹپکتی تھی آگے بڑھا اور ماہ بانو کے قریب پہنچ کر بولا "آپ فریبرز کی نواسی ہیں ؟"

ماہ بانو کو اُس کی صورت اور لباس سے کراہت محسوس ہوئی اور اُس نے جواب دیا "نہیں۔"

وہ یاسمین کی طرف متوجہ ہوا "تو آپ اُن کی نواسی ہوں گی ؟"

یاسمین جواب دینے کی بجائے ماہ بانو کی طرف دیکھنے لگی۔ اتنی دیر میں دوسرے آدمی سڑک عبور کر کے اُن کے گرد جمع ہو گئے اور گھور گھور کر اُن کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ گھبرا کر ڈیوڑھی کی طرف ہٹیں اور تین مسلح نوکر اُن کے آگے کھڑے ہو گئے۔

"تم کون ہو اور تمہارا یہاں کیا کام ہے ؟" ایک نوکر نے بگڑ کر سوال کیا۔

سیاہ فام آدمی نے جواب دیا "ہم مزدور ہیں اور ہمارا خیال تھا کہ شاید آپ کو ہماری ضرورت ہو۔ شہر خالی ہو رہا ہے اور میں آپ کا سامان دریا کے پار پہنچانے کے لئے بیس آدمی مہیا کر سکتا ہوں۔"

ماہ بانو چلائی "یہاں سے بھاگ جاؤ۔ ہمیں تمہاری ضرورت نہیں۔"

سیاہ فام آدمی نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ وہاں سے چل دئے۔

ایک نوکر نے مڑ کر یاسمین اور ماہ بانو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "آپ کا یہاں کھڑا ہونا ٹھیک نہیں۔ آپ اندر تشریف لے چلیں۔"

"لیکن وہ آدمی کون تھے ؟"

مجھے معلوم نہیں۔ میں نے اُنہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

"اِس کالے رنگ کے آدمی کی شکل کتنی ہیبت ناک تھی۔ مجھے وہ پاگل معلوم ہوتا تھا لیکن وہ یہ جانتا تھا کہ یہ یاسمین کے نانا کا گھر ہے۔"

دوسرے نوکر نے کہا: "کاؤس آ رہا ہے۔"

وہ سڑک کی طرف دیکھنے لگیں۔ کاؤس ہانپتا ہوا اُن کے قریب پہنچا اور اُس نے کسی توقف کے بغیر کہا: "زربخت کا کوئی پتا نہیں چلا۔ شہر کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ پڑاؤ خالی ہو رہا ہے اور فوج مدائن کا رُخ کر رہی ہے۔"

"جب میں پڑاؤ میں پہنچا تھا تو وہاں صرف چند زخمی رہ گئے تھے۔ باقی دریا کے پار پہنچا دیئے گئے ہیں۔ ایک افسر نے مجھے بتایا کہ پڑاؤ میں صرف عام سپاہی لائے گئے تھے۔ جو عہدہ دار زخمی ہوئے تھے اُنہیں پڑاؤ کی بجائے قلعے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ میں نے قلعے کا رُخ کیا تو سڑک شہنشاہ کی سواری کے لئے بند کر دی گئی تھی اور مجھے کافی دیر انتظار کرنا پڑا۔ پھر شہنشاہ شہزادی پوران اور دُوسرے عہدہ داروں کے رتھ اور اُن کے پیچھے سواروں اور پیادہ سپاہیوں کے دستے گزرنے لگے۔ میرا خیال ہے کہ میں نے آدمان کو سواروں کے ساتھ دیکھا تھا لیکن میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ اُن کی رفتار بہت تیز تھی اور میں اچھی طرح دیکھ نہیں سکا۔ پھر جب راستہ خالی ہونے کے بعد میں قلعے کے قریب پہنچا تو دروازہ بند ہو چکا تھا۔ فصیل کے ایک بُرج سے پہریدار نے مجھے بتایا کہ قلعہ اور شاہی محل خالی ہو چکے ہیں اور چند زخمی جو وہاں لائے گئے تھے مدائن پہنچا دیئے گئے ہیں۔ دیکھو بیٹی! اب تمہیں حوصلے سے کام لینا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ زربخت زخمی ہے اور اُسے مدائن پہنچا دیا گیا ہے۔"

ماہ بانو نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: "لیکن ہمیں کسی نے اطلاع کیوں نہیں دی؟"

"بیٹی! شہر خالی ہو رہا ہے۔ فوج جا چکی ہے۔ ایسی افراتفری کی حالت میں لوگ دوسروں کا خیال نہیں کرتے۔ دریا کے پُل پر اتنی بھیڑ ہے کہ کئی بچے اور بوڑھے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔ بعض لوگ پُل کی بجائے کشتیوں پر دریا عبور کر رہے ہیں۔ میں واپسی پر بازار سے گزر رہا

تھا تو ڈھنڈورچی یہ اعلان کر رہے تھے کہ شہر کے باشندوں کو غروب آفتاب سے پہلے شہر خالی کر دینا چاہیئے۔ یہ شہنشاہ کا حکم ہے۔ لیکن اس وقت یہ حالت ہے کہ تمہارے لئے پُل پر پہنچنا بھی مشکل ہو گا۔ سہ پہر تک بھیڑ کم ہو جائے گی اور ممکن ہے کہ اس وقت تک زربخت کے متعلق اطلاع مل جائے۔"

یاسمین نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا: "کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ باقی لشکر کی طرح شہنشاہ کے ساتھ چلے گئے ہوں اور انہوں نے اس خیال سے ہمیں اطلاع دینے کی ضرورت محسوس نہ کی ہو کہ وہ تھوڑی دیر تک واپس آ کر ہمیں ساتھ لے جائیں گے۔ تم کہتے ہو کہ لشکر کی رفتار بہت تیز تھی۔ اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ ہزاروں آدمیوں کے درمیان تمہاری نگاہ اُن تک نہ پہنچ سکی ہو۔"

ماہ بانو پُر اُمید ہو کر یاسمین کی طرف دیکھنے لگی اور کاؤس نے کہا: "یہ ہو سکتا ہے بیٹی! سواروں میں سے ہزاروں ایسے تھے جنہیں میں اچھی طرح نہیں دیکھ سکا۔ پھر شہنشاہ کی محافظ فوج کے چند دستے رتھوں سے پہلے نکل گئے تھے اور میں اُس وقت وہاں نہیں پہنچا تھا۔"

یاسمین نے کہا: "وہ یقیناً اُن کے ساتھ ہوں گے۔ وہ ضرور آئیں گے۔ اگر وہ تھوڑی دیر تک نہ آئے تو ہم مدائن پہنچ کر اُنہیں تلاش کر لیں گی۔"

ماہ بانو نے کہا: "اگر میرا بھائی زندہ ہے۔ اگر وہ زخمی نہیں ہے تو اُس کے نہ آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

کاؤس نے کہا: "بیٹی اندر چلو اور اُس کے لئے دُعا کرو۔ میں مدائن جاتا ہوں۔ اگر وہ وہاں پہنچ چکا ہے تو مجھے تلاش کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ اگر پُل پر زیادہ بھیڑ ہوئی تو میں تیر کر بھی دریا عبور کر لوں گا۔"

ماہ بانو نے کہا: "بہت اچھا۔ آپ گھوڑا لے جائیں اور جلد واپس آنے کی کوشش کریں۔"

کاؤس نے کہا: "نہیں بیٹی! راستے میں اِس قدر بھیڑ ہے کہ گھوڑا کام نہیں دے گا۔"



ایک ساعت بعد ماہ بانو اور یاسمین ڈیوڑھی کی چھت پر بیٹھی سڑک کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

ایک نوکر نیچے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ سڑک پر ایک سرپٹ گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور نوکر نے بلند آواز میں کہا۔ "بیٹی آدمان آگیا۔"

وہ بھاگتی ہوئی نیچے اتریں اور ڈیوڑھی سے نکل کر سڑک پر آگئیں۔ آدمان نے گھوڑا روکا اور کہا۔ "آپ کے بھائی دریا کے پار آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ زخمی ہو گئے تھے اور میں اُنہیں اپنے گھوڑے پر ڈال کر قلعے میں لے آیا تھا۔ وہاں سے حکم ہُوا کہ زخمیوں کو فوراً مدائن پہنچا دیا جائے۔ آپ گھبرائیے نہیں! اب وہ ہوش میں ہیں اور طبیب کہتا ہے کہ اُنہیں کوئی خطرہ نہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ جب وہ اپنے زخم سے بے پروا ہو کر تیروں کی بارش میں آگے بڑھ رہے تھے تو اُن کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا تھا اور وہ چوٹ کھا کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ میں اُنہیں دیکھ کر آ رہا ہوں۔"

ماہ بانو نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "آپ اُنہیں قلعے میں لے جانے کی بجائے یہاں کیوں نہ لائے؟"

"اس لئے کہ قلعے کے اندر بہترین جرّاح اور طبیب موجود تھے اور شہنشاہ کے سامنے یہ ظاہر کرنا بھی ضروری تھا کہ وہ میدان سے بھاگے نہیں بلکہ اُنہیں زخمی ہونے کے بعد بے ہوشی کی حالت میں اُٹھا کر لایا گیا ہے۔"

"لیکن آپ نے ہمیں اطلاع کیوں نہ دی؟"

آدمان نے جواب دیا۔ "اس وقت آپ کو پریشان کرنا مناسب نہ تھا۔ وہ بے ہوش تھے اور میں آپ کو اطلاع دینے سے پہلے اُن کی حالت کے متعلق اطمینان کرنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ باہر کے لوگوں کے لئے قلعے کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے اور کسی زخمی کے عزیزوں کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی۔ اُنہیں تھوڑی دیر کے لئے ہوش آیا لیکن جب اُن کا زخم داغا گیا تو وہ دوبارہ بے ہوش ہو گئے تھے۔ پھر شہنشاہ نے زخمیوں کو مدائن پہنچانے کا حکم دیا تو میں نے یہ سوچا کہ فرصت ملتے ہی آپ کے پاس آؤں گا لیکن زخمیوں کو روانہ کرتے ہی شہنشاہ نے فوج کے عہدہ داروں کا اجلاس طلب کیا اور مجھے آپ کے بھائی کی جگہ اس اجلاس میں شریک ہونا پڑا۔ شہنشاہ اس حملے کے نتائج سے اس قدر بددل ہو چکے تھے کہ اُنہوں نے بہرہ شیر خالی کرنے کا حکم دیا اور مجھے اُن کے ساتھ جانا پڑا۔ اس کے

بعد میں نے مدائن کے پڑاؤ میں آپ کے بھائی کو تلاش کیا تو اُن کا پہلا مطالبہ یہ تھا کہ میری بہن کو اطلاع دینے سے پہلے مجھے دریا کے کنارے اپنے پُرانے مکان میں پہنچا دیا جائے۔ جب میں اُنہیں پالکی پر ڈلوا کر پڑاؤ سے نکل رہا تھا تو راستے میں آپ کا نوکر بھی مل گیا تھا۔ اب میں پورے اطمینان کے ساتھ آپ کو یہ خبر دے سکتا ہُوں کہ اُن کی حالت تسلّی بخش ہے اور میں دو سپاہی اُن کی حفاظت کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ اب آپ فوراً مدائن پہنچ جائیں۔ میں بہت مصروف ہوں ورنہ میں آپ کے ساتھ جاتا۔ غروب آفتاب کے بعد دریا کا پُل توڑ دیا جائے گا۔ اس کے بعد آپ کو کوئی کشتی بھی نہیں مل سکے گی۔ اب آپ دیر نہ کریں۔ بعض لوگوں نے شہنشاہ کے نکلتے ہی فصیل پر سفید جھنڈا لہرانے کی کوشش کی تھی۔ اگر کچھ فوج شہر کی حفاظت کے لئے موجود نہ ہوتی تو اب تک اُنہوں نے دروازے کھول دیئے ہوتے اور شاید میں بھی یہاں نہ آ سکتا لیکن غروبِ آفتاب تک ساری فوج یہاں سے نکل جائے گی۔"

ماہ بانو نے سوال کیا۔ "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

آدمان نے جواب دیا۔ "میرے کئی ساتھی جنگ میں کام آ چکے ہیں اور کئی زخمی ہونے کے بعد مدائن کے پڑاؤ میں پہنچ چکے ہیں۔ مجھے شام سے پہلے کئی بیواؤں اور یتیموں کو بہرہ شیر سے نکالنا ہے۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

آدمان نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی لیکن تھوڑی دُور جا کر باگ کھینچ کر مُڑا اور اُن کے قریب آ کر بولا۔ "دیکھئے آپ کے پاس بہت تھوڑا وقت ہے۔ اگر آپ شام سے پہلے دریا کے پُل پر نہ پہنچ سکیں تو نچلے طبقہ کے لوگ اور غلام جو صرف لُوٹ مار کی نیت سے یہاں رُک جائیں گے آپ کے لئے مسلمانوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے۔ مجھے پُل عبور کرتے ہی یہ اطلاع ملی تھی کہ شہر کے بعض علاقوں میں جرائم پیشہ لوگوں نے لشکر کے نکلتے ہی لُوٹ مار شروع کر دی ہے اور اُمراء کے نوکر اور غلام اُن کے ساتھ مل گئے ہیں۔ ابھی آٹھ دس ہزار سپاہی بہرہ شیر میں موجود ہیں اور اُنہوں نے کئی آدمیوں کو پکڑ کر موت کے گھاٹ اُتار دیا لیکن فوج زیادہ دیر یہاں نہیں

ٹھہرے گی اور شام کے بعد جو لوگ یہاں رہ جائیں گے وہ چوروں اور اچکوں کے رحم و کرم پر ہوں گے اس لئے آپ جلدی کریں۔"

ماہ بانو اور یاسمین دو مسلح نوکروں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر گھر سے نکلیں۔ ان کے دو نوکر سامان کی گٹھڑیاں اُٹھا کر چند منٹ پہلے روانہ ہو چکے تھے۔

ڈیوڑھی پر دو پہریدار کھڑے تھے۔ ماہ بانو نے اُنہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم بہت جلد واپس آ جائیں گی۔ اگر میرا بھائی زخمی نہ ہوتا تو ہم گھر خالی کرنا پسند نہ کرتیں۔ ہم مدائن پہنچتے ہی تمہارے ساتھیوں کو واپس بھیج دیں گی۔ مسلمانوں سے تمہیں کوئی خوف نہیں ہونا چاہیئے۔ جب وہ آئیں گے تو بہرہ شیر کے ہر گھر کی حفاظت اُن کی پہلی ذمہ داری ہو گی وہ مقابلہ کرنے والوں کے ساتھ لڑتے ہیں۔ ہتھیار ڈالنے والوں پر ہاتھ نہیں اُٹھاتے۔"

ایک پہریدار نے کہا۔ "ہم موت سے نہیں ڈرتے لیکن آپ کو یقین ہے کہ وہ ہمیں قتل نہیں کریں گے؟"

"نہیں، وہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ میں اس بات کا ذمہ لیتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مسلمان جو سب سے پہلے اس دروازے پر دستک دے گا تمہارے لئے اجنبی نہیں ہو گا۔"

"وہ کون ہے؟" پہریدار نے پریشان ہو کر سوال کیا۔

"اُس کا نام سہیل ہے۔ اُس کے ساتھ ایک اور آدمی ہو گا۔ اگر وہ ہمارے متعلق پوچھیں تو کہہ دینا کہ اگر زر بخت زخمی نہ ہوتا تو ہم اُن کے خوف سے بھاگنے کی کوشش نہ کرتیں۔"

یاسمین نے کہا۔ "اس آدمی کا نام حسان ہے اور اگر وہ یہاں ٹھہرنا پسند کرے تو تم اُسے یہ محسوس نہیں ہونے دو گے کہ اُس کے میزبان غیر حاضر ہیں۔" نوکر حیرت زدہ ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

وہ باہر نکلیں اور مسلح سوار اُن کے آگے ہو لئے۔ سورج غروب ہونے میں ابھی ایک ساعت باقی تھی اور وہ اطمینان سے دریا کا رُخ کر رہے تھے۔ کوئی دو سو قدم چلنے کے بعد سڑک کے موڑ سے آگے انہیں وہ دو نوکر دکھائی دئے جو تھوڑی دیر قبل سامان کی گٹھڑیاں اُٹھا کر روانہ ہوئے تھے۔

وہ بے تحاشا بھاگتے ہوئے واپس آ رہے تھے اور پندرہ بیس آدمی اُن کا پیچھا کر رہے تھے۔ ایک نوکر کے ہاتھ خالی تھے اور دوسرا جس کی گٹھڑی سر سے کھسک کر گردن پر آ گئی تھی چند قدم پیچھے تھا۔ اُنہوں نے گھوڑے روک لئے۔ اگلا نوکر اُنہیں دیکھتے ہی بلند آواز میں چلایا۔ "ڈاکو آ رہے ہیں۔ اُنہوں نے میری گٹھڑی چھین لی ہے۔ آپ واپس چلی جائیں۔"

اتنی دیر میں تعاقب کرنے والے پچھلے نوکر کے سر پر پہنچ چکے تھے۔ اچانک ایک آدمی نے اُس کی گٹھڑی چھین لی۔ دُوسرے نے لاٹھی مار کر گرا دیا۔

ماہ بانو چلائی۔ "تم کیا دیکھ رہے ہو، اُسے بچاؤ۔"

نوکر نیزے تان کر آگے بڑھے اور لٹیرے اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹنے لگے۔ وہ اپنے گرے ہوئے ساتھی کے قریب پہنچ کر رُک گئے۔ زخمی نوکر اُٹھا اور بلند آواز میں چلایا۔ "انہیں واپس لے جاؤ جلدی کرو۔"

سوار مُڑ کر ماہ بانو اور یاسمین کی طرف دیکھنے لگے اور وہ گھوڑوں کو ایڑ لگا کر اُن کے قریب آ گئیں۔ لٹیرے جو سواروں کے نیزوں سے مرعوب ہو کر پیچھے ہٹ گئے تھے اب کوئی تیس قدم دُور اُن کا راستہ روکنے کے لئے صفیں باندھ رہے تھے۔ اور وہ قوی ہیکل اور مہیب صورت آدمی جسے اُنہوں نے دوپہر کے وقت اپنی ڈیوڑھی کے سامنے دیکھا تھا سب سے اگلی صف میں کلہاڑیوں اور برچھیوں سے مسلح آدمیوں کے درمیان کھڑا تھا۔

یاسمین نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "ماہ بانو! یہ وہی ہے ہمیں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔"

زخمی نوکر نے ملتجی ہو کر کہا۔ "آپ آگے نہیں جا سکتیں۔ وہ بہت زیادہ ہیں اور آگے ساری سڑک پر لوٹ مار ہو رہی ہے۔ آپ موڑ سے دوسرے راستے نکلنے کی کوشش کریں۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "تم گھر پہنچنے کی کوشش کرو۔ اگر فوج کا کوئی دستہ مل گیا تو ہم تمہاری مدد کے لئے بھیج دیں گے۔"

فوج اب پُل کی طرف بھاگ رہی ہے۔ وہ کسی کی مدد نہیں کر

ماہ بانو نے جھنجلا کر کہا: "خدا کے لئے تم جاؤ۔ جلدی کرو!"

یاسمین کے دوسرے نوکر نے اپنے زخمی ساتھی کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ مکان کی طرف بھاگنے لگے۔

یاسمین اور ماہ بانو خوف اور تذبذب کی حالت میں لٹیروں کی طرف دیکھ رہی تھیں اور دائیں بائیں دو سوار آگے بڑھنے یا پیچھے ہٹنے کے لئے اُن کے اشارے کے منتظر تھے۔ پھر لٹیروں کا رہنما چند قدم آگے بڑھا اور اُس نے کہا: "تمہارے لئے دریا کا راستہ بند ہو چکا ہے۔ فوج تمہاری مدد کے لئے نہیں آئے گی لیکن میں آپ کو پناہ دے سکتا ہوں۔ اگر آپ اپنی عزت بچانا چاہتی ہیں تو گھوڑوں سے اُتر جائیں۔ جب ہمیں اس بات کا اطمینان ہو جائے گا کہ فریبرز کا خزانہ کہاں ہے تو ہم آپ کو یہاں ٹھہرنے پر مجبور نہیں کریں گے۔ اپنے ساتھیوں سے کہیں کہ وہ ہتھیار پھینک دیں۔ ورنہ یہ لوگ اُن کی بوٹیاں نوچ ڈالیں گے۔"

ماہ بانو نے جواب دینے کی بجائے سواروں کو اشارہ کیا اور اُنہوں نے گھوڑوں کی باگیں موڑ لیں اور بلوائی چیختے چلاتے ان کے پیچھے بھاگنے لگے۔

موڑ سے آگے اُنہوں نے دائیں ہاتھ ایک تنگ گلی کے راستے نکلنے کی کوشش کی لیکن وہاں لٹیروں کا ایک اور گروہ کھڑا تھا۔ ماہ بانو چلائی: "واپس مُڑو۔ اُنہوں نے اِس طرف کے تمام راستے بند کر دیئے ہیں۔"

وہ گلی سے نکلے تو لٹیروں کا دوسرا گروہ چوک میں پہنچ چکا تھا۔ وہ بائیں جانب مُڑے تو ایک آدمی نے جست لگا کر یاسمین کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اِس کے ساتھ ہی ایک سوار نے نیزہ مارا اور وہ گر پڑا۔ پھر وہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے مکان کے قریب پہنچے تو پیدل بھاگنے والے نوکروں میں سے ایک نے اُن کا راستہ روک کر بلند آواز میں کہا: "آپ آگے نہ جائیں۔ لٹیرے اس طرف بھی موجود ہیں۔ اگلے موڑ پر عورتوں کی چیخیں سُنائی دے رہی ہیں۔ اُنہوں نے تمام علاقے کی ناکہ بندی کر رکھی ہے۔"

وہ جلدی سے ڈیوڑھی میں داخل ہوئیں اور نوکروں نے دروازہ بند کر لیا۔ پھر جب بلوائی ڈیوڑھی

کے سامنے جمع ہو رہے تھے تو پہریدار اچانک چھت پر سے تیر برسانے لگے۔ تین آدمی زخمی ہو کر گر پڑے اور ہجوم دائیں بائیں سمٹ گیا۔

یاسمین نے خوف سے کانپتے ہوئے کہا: "ماہ بانو! اب کیا ہوگا؟"

اُس نے جواب دیا: "شاید اللہ کو یہی منظور ہو کہ ہم نہیں رہیں۔"

"لیکن اگر فوج نے شہر خالی کر دیا تو یہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

ماہ بانو نے گھوڑے سے اُترتے ہوئے جواب دیا: "اللہ ہماری مدد کرے گا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ نوکروں کے ساتھ ڈیوڑھی کی چھت پر کھڑی سڑک کی طرف دیکھ رہی تھیں بلوائی تیروں کی زد سے دُور کھڑے تھے۔ اچانک بائیں جانب سے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ اور یاسمین نے کہا: "ماہ بانو فوج آ رہی ہے۔ وہ بھاگ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آدمان کو شہر میں لوٹ مار دیکھ کر ہمارا خیال آ گیا ہو اور وہ اپنے دوستوں کے بال بچوں کو پُل پر پہنچا کر واپس آ گیا ہو۔"

ماہ بانو نے کہا: "لیکن وہ یہ کہتا تھا کہ پُل سورج غروب ہوتے ہی توڑ دیا جائے گا۔ اب سورج غروب ہونے والا ہے۔"

یاسمین نے کہا: "اگر وہ ہماری مدد کے لئے آ رہا ہے تو مجھے یقین ہے کہ پُل کے محافظ اُس کی واپسی کا انتظار کریں گے۔"

ماہ بانو پُر اُمید ہو کر سڑک کی طرف دیکھنے لگی۔ بلوائی آس پاس کی گلیوں اور خالی مکانوں میں رُوپوش ہو چکے تھے۔

یاسمین نے بائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "سپاہی آ رہے ہیں۔ چلو نیچے چلیں۔ وہ ہمارے لئے زیادہ دیر نہیں رُک سکیں گے۔"

وہ جلدی سے نیچے اُتریں۔ پچاس ساٹھ سواروں کا گروہ ڈیوڑھی کے سامنے پہنچا لیکن کسی نے رُک کر اُن کی طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ ماہ بانو بھاگتی ہوئی باہر نکلی اور اُنہیں آوازیں دینے لگی: "ٹھہرو! ٹھہرو! ہمیں ساتھ لے چلو۔ میں زرتخت کی بہن ہوں۔ ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت

ہے۔ ہمیں لٹیروں سے بچاؤ۔ لیکن سوار ہوا سے باتیں کرتے ہوئے آگے نکل گئے اور سڑک پھر سنسان ہوگئی۔

ماہ بانو واپس مڑی اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر چلائی "یاسمین جلدی کرو۔ ہمیں اُن کے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے"

وہ گھوڑوں پر سوار ہوکر دو مسلح نوکروں کے پیچھے باہر نکلیں تو سپاہیوں کا دستہ سڑک کے موڑ سے آگے جا چکا تھا اور جب وہ تھوڑی دُور آگے بڑھیں تو بلوائی آس پاس کی گلیوں سے نکل کر سڑک پر جمع ہو رہے تھے لیکن اُنہوں نے رُکنے کی بجائے گھوڑوں کی رفتار تیز کر دی پھر موڑ کے قریب ایک مکان کی چھت سے اینٹوں کی بارش شروع ہوگئی اور ایک نوکر زخمی ہوکر گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی گلی سے چند آدمی نکلے اور لاٹھیاں گھماتے ہوئے اُن کے راستے میں کھڑے ہوگئے۔

ماہ بانو چلائی "یاسمین واپس چلو، ورنہ ہم گھیرے میں آجائیں گی"

اُنہوں نے باگیں موڑ لیں۔ اب بلوائیوں کی دو اور ٹولیاں اُن کے سامنے آچکی تھیں مسلح نوکر نے پہلے گروہ پر حملہ کیا اور ایک آدمی کو گرا دیا۔ باقی دائیں بائیں منتشر ہوگئے۔ اتنی دیر میں باقی نوکر دروازہ کھول کر مکان سے باہر آگئے اور اُنہوں نے بلوائیوں کے دوسرے گروہ کو تیر برسا کر منتشر کر دیا۔ ماہ بانو نے ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہی دروازہ بند کرنے کا حکم دیا اور گھوڑے سے اُتر کر بھاگتی ہوئی چھت پر چڑھ گئی۔ بلوائی سڑک کے دائیں بائیں تیروں کی زد سے دُور جمع ہو رہے تھے۔



سورج غروب ہوچکا تھا۔ بلوائی اُن کے مکان کا محاصرہ کرنے کی بجائے لُوٹ مار کے لئے ان مکانات کا رُخ کر رہے تھے جہاں سے اُنہیں کسی مزاحمت کا خدشہ نہ تھا۔

ماہ بانو نے ڈیوڑھی کی چھت سے سُنسان سڑک پر نظر دوڑانے کے بعد نوکروں کی طرف دیکھا اور کہا "اب یہ مکان ہمارا قلعہ ہے۔ یہ وحشی جس قدر ظالم ہیں اُسی قدر بُزدل ہیں جب تک تمہارے

ترکش میں تیر ہیں یہ اس مکان کے قریب نہیں آئیں گے۔ اس لئے تمہیں انتہائی ضرورت کے بغیر تیر نہیں چلانے چاہئیں"

ایک نوکر نے کہا "ہمارے پاس تیروں کی کمی نہیں، ہم اُنہیں دروازے کے قریب نہیں آنے دیں گے لیکن اگر وہ عقب سے دیوار پھاند کر مکان میں داخل ہوگئے تو؟"

ماہ بانو نے جواب دیا "اس صورت میں ہمیں مکان کے اندر پناہ لینی پڑے گی اور ہم بالاخانے کے دریچوں یا بالائی منزل کی چھت سے تیر برسا کر اُنہیں دُور رکھ سکیں گے۔ اگر یہ رات خیریت سے گزر گئی تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ میرا بھائی یقیناً ہمیں نکالنے کی کوشش کرے گا"

نوکر نے کہا "لیکن اگر رات کے وقت مسلمان بہرہ شیر پر قابض ہوگئے تو؟"

ماہ بانو نے جواب دیا "اگر وہ بہرہ شیر پر قابض ہوگئے تو میں اس بات کا ذمہ لیتی ہوں کہ تم میں سے کسی کا بال تک بیکا نہیں ہوگا۔ تمہیں مُسلمانوں سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے"

ایک نوکر نے کہا "لٹیرے کسی وقت بھی عقبی دیوار پھاند کر اندر آسکتے ہیں۔ اس لئے آپ سب مکان کے اندر چلے جائیں میں یہاں رہوں گا اور اگر اُنہوں نے رات کے وقت اس طرف سے حملہ کیا تو میرے تیر اُنہیں یہ احساس نہیں ہونے دیں گے کہ میں تنہا ہوں۔ آپ جلدی کریں۔ ورنہ اس جگہ گھِر جانا آپ کے لئے بہت خطرناک ہوگا"

ماہ بانو نے اضطراب اور تذبذب کی حالت میں اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "لیکن تم..."

نوکر نے بات کاٹتے ہوئے کہا "آپ میری فکر نہ کریں۔ میں آپ کو اس طرف کے حالات سے خبردار رکھنے کے لئے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد آوازیں دیتا رہوں گا۔ اگر اُنہوں نے دروازے پر ہجوم کر دیا اور میں نے دیکھا کہ میں اُنہیں روک نہیں سکتا تو آپ کے پاس پہنچنے یا باغ میں چھپ کر جان بچانے کی کوشش کروں گا۔ خدا کے لئے آپ جائیں"

ماہ بانو اور یاسمین باقی چار نوکروں کے ساتھ نیچے اُتریں اور مکان کی طرف بھاگنے لگیں۔ وہ دوسری ڈیوڑھی سے گزر کر باغ میں داخل ہوئیں تو ایک آدمی اچانک درختوں کی آڑ سے نکلا

اور لنگڑاتا ہوا آگے بڑھ کر اُن کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ یہ وہ نوکر تھا جو گھوڑے سے گر پڑا تھا۔

ایک ثانیہ کے لئے اُنہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ بالآخر ماہ بانو نے پوچھا "تم عقب کی دیوار پھاند کر آئے ہو؟"

نوکر نے جواب دیا۔ "مجھے پچھلی گلی کے ایک خالی مکان سے لکڑی کی سیڑھی مل گئی تھی۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ مجھے دیوار پر چڑھتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا اور میں نے سیڑھی بھی اندر کھینچ لی تھی۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ رات کے وقت حملہ کریں گے۔ میں اُن کی باتیں سُن چکا ہوں۔"

ماہ بانو نے کہا "چلو ہم اندر جاکر تمہاری باتیں سُنیں گے۔ یہاں کھڑے رہنا ٹھیک نہیں۔ تمہیں زیادہ چوٹ تو نہیں آئی ہے؟"

"جی نہیں، میرے پر اینٹ لگی تھی۔ اس کے ساتھ ہی گھوڑا اُچھلا اور میں گر پڑا۔ پھر مجھے اُن سے بچنے کی یہی صورت نظر آئی کہ میں بے حس و حرکت پڑا رہوں۔ وہ میرا گھوڑا پکڑ کر لے گئے۔ لیکن کسی نے میری طرف توجہ نہ دی۔ میں...."

یاسمین نے بات کاٹتے ہوئے کہا "اب باتوں کا وقت نہیں، چلو!"

تھوڑی دیر بعد وہ بالاخانے کے ایک کمرے میں صحن کی طرف کھُلنے والے دریچوں کے سامنے کھڑے تھے اور نوکر اُنہیں اپنی سرگزشت سُنا رہا تھا۔

اُس نے کہا "مجھے گھوڑے سے گرتے ہی ہوش آگیا تھا۔ پھر میں نے دم سادھ لیا اور وہ مجھے مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اچانک آس پاس کی گلیوں میں رُوپوش ہوگئے۔ پھر مجھے گھوڑوں کی ٹاپ سُنائی دی اور میں رینگتا ہوا سڑک کے کنارے پہنچ گیا۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ وہ فوج کے سپاہی ہیں تو میں نے اُٹھ کر اُنہیں روکنے کی کوشش کی۔ لیکن اُنہوں نے میری چیخ پکار پر کوئی توجہ نہ دی۔ میں اُن کے ساتھ بھاگنے لگا۔ جب وہ موڑ سے آگے نکل گئے تو میں رُک گیا۔ پھر لٹیرے گلیوں سے نکل کر دوبارہ سڑک پر جمع ہونے لگے اور میرے لئے آگے بڑھنے یا پیچھے ہٹنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ پاس ہی ایک مکان کا دروازہ کھُلا تھا۔ میں اندر گھُس گیا۔ اور

دروازہ بند کرلیا۔ لیکن کسی نے میری طرف توجہ نہ دی۔ شاید وہ مجھے بھی اپنا ساتھی سمجھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد لٹیروں کا ایک گروہ دروازے کے قریب رُک کر باتیں کرنے لگا۔ وہ کہہ رہے تھے ہمیں رات کے وقت ڈیوڑھی پر حملہ کرنے کی بجائے دوسری طرف سے دیوار پھاندنی چاہیئے۔ پھر کسی نے آواز دی۔ بیوقوفو! یہاں کیا کر رہے ہو جبکہ محلے میں سینکڑوں امیر لوگوں کے مکان خالی پڑے ہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں وہ گھر بھی دکھا سکتا ہوں جن کے تہ خانوں میں امیرزادیاں چھپی ہوئی ہیں۔ جب وہ منتشر ہوگئے تو میں سڑک کے راستے ڈیوڑھی کی طرف آنا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے ڈر تھا کہ اگر آپ اندر پہنچ گئی ہیں تو دروازہ بند ہوگا۔ چنانچہ میں نے مکان سے نکل کر اگلے چوک کا رُخ کیا۔ راستے میں مجھے لٹیروں کی چند ٹولیاں ملیں۔ وہ لُوٹ کے سامان کی گٹھڑیاں اُٹھائے بھاگ رہے تھے اس لئے کسی نے میری طرف توجہ نہ دی۔ میں گھوڑے سے گرنے کے بعد اپنا نیزہ وہیں چھوڑ آیا تھا اور مکان سے نکلتے ہوئے میں نے اپنی تلوار اُتار کر پھینک دی تھی۔ اس لئے کسی نے مجھ پر شک نہ کیا۔ ایک مکان میں مجھے عورتوں کی چیخیں اور لٹیروں کے قہقہے سنائی دیئے لیکن میں اُن کی کوئی مدد نہیں کرسکتا تھا۔ میں ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد پچھلی گلی میں داخل ہوا۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ پھر ایک چھوٹے سے مکان میں مجھے سیڑھی مل گئی۔ جب میں سیڑھی لگا کر دیوار پر چڑھا تو مجھے کونے سے آدمیوں کی آواز سنائی دی اور میں نے جلدی سے سیڑھی اُوپر کھینچ کر اندر پھینک دی۔"

آدھی رات ہوچکی تھی اور ماہ بانو کے دل میں یہ اُمید پیدا ہو رہی تھی کہ شاید لٹیروں نے مکان پر حملہ کرنے کا ارادہ بدل دیا ہے۔ اُن کے تین نوکر جن میں سے دو زخمی تھے چھت پر پہرہ دے رہے تھے اور وہ ماہ بانو اور یاسمین کے ساتھ بالائی منزل کے وسطی کمرے میں صحن اور باغ کی طرف کھُلنے والے دریچوں کے سامنے کھڑے تھے۔ نوکروں نے سیڑھی کا دروازہ بند کرنے سے قبل احتیاطاً مکان کی چھت پر اور اُس کمرے میں اینٹوں کے ڈھیر جمع کردیئے تھے۔ ماہ بانو اور یاسمین کمانیں اُٹھائے ہوئے تھیں اور نوکروں کی طرح اُن کے ترکش بھی تیروں سے بھرے ہوئے تھے۔ آس پاس کے مکانوں میں لٹیروں کی چیخ پکار سنائی دے رہی تھی۔

اچانک ڈیوڑھی کی طرف سے نوکر کی آوازیں آئیں۔ ہوشیار! وہ آرہے ہیں۔ وہ ڈیوڑھی کی طرف بڑھ رہے ہیں اور پھر بھاگتے ہوئے انسانوں کی چیخ پکار کے ساتھ نوکر کی آواز سنائی "وہ جا رہے ہیں، وہ بھاگ رہے ہیں" سڑک کی طرف پھر ایک بار خاموشی چھا گئی۔

تھوڑی دیر بعد انہیں باغ کی طرف آہٹ محسوس ہوئی اور وہ دم بخود ہو کر صحن کی طرف دیکھنے لگیں۔ پھر چھت کے پہریداروں میں سے ایک نوکر بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا اور اس نے کہا "آپ ہوشیار رہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ پچھلی دیوار پھاند کر اندر آگئے ہیں۔ اگر وہ آگے بڑھیں تو آپ ایک ساتھ تیر چلائیں"۔

ماہ بانو نے کہا "ہمیں معلوم ہے، تم اوپر جا کر ڈیوڑھی کے محافظ کو آواز دو"۔

نوکر واپس چلا گیا اور ماہ بانو اور اس کے ساتھی کمانیں سیدھی کر کے چاند کی روشنی میں صحن کی طرف دیکھنے لگے۔

اچانک پندرہ بیس آدمی درختوں کی آڑ سے نکل کر آگے بڑھے اور انہوں نے تیر چلا دئے۔ تین آدمی گر پڑے اور باقی چیختے چلاتے دوبارہ درختوں کے پیچھے چھپ گئے۔ اس کے ساتھ ہی ڈیوڑھی کے محافظ کی آوازیں سنائی دینے لگیں "وہ اندر آچکے ہیں۔ وہ بہت زیادہ ہیں۔ دروازے بند رکھو"۔

اس کے بعد نوکر کی آواز حملہ کرنے والوں کے نعروں میں دب کر رہ گئی۔ پھر چھت پر پہریدار شور مچانے لگے "وہ بیرونی احاطے میں جمع ہو رہے ہیں۔ وہ اس طرف آرہے ہیں"۔

ماہ بانو نے یاسمین کی طرف دیکھا۔ اس نے تیر کمان میں چڑھا رکھا تھا لیکن اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ ماہ بانو نے کہا "میری بہن! حوصلے سے کام لو۔ سہیل کہا کرتا تھا کہ تم اصفہان میں اس کے ساتھ تیر اندازی کی مشق کیا کرتی تھیں اور تمہارا نشانہ بہت اچھا تھا"۔

یاسمین نے کہا "وہ ڈیوڑھی پر قبضہ کر چکے ہیں اور تھوڑی دیر تک بصرہ شہر کے سارے لٹیرے یہاں جمع ہو جائیں گے۔ تمہیں اب بھی امید ہے کہ ہم بچ جائیں گی"۔

یاسمین نے جواب دیا "اللہ ہر بات پر قادر ہے۔ اگر اسے ہمارا زندہ رکھنا منظور ہے تو دنیا کے سارے درندے یہاں جمع ہو کر بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔

کسی نے درختوں کی آڑ سے آواز دی "اب تم نہیں بچ سکتے۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ ہتھیار پھینک کر باہر نکل آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم غلاموں اور نوکروں پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ تمہیں دو لڑکیوں کے لئے اپنی جانیں خطرے میں نہیں ڈالنی چاہئیں۔ اگر تم دروازہ کھول دو تو اس گھر کی دولت میں تمہارا حصہ ہمارے برابر ہوگا"۔

ایک نوکر نے اینٹ پھینکی اور بولنے والا خاموش ہو گیا۔ پھر ہجوم باغ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نعرے لگاتا ہوا آگے بڑھا۔ چند آدمی تیروں سے زخمی ہو کر گر پڑے چند برآمدے میں پہنچ گئے اور باقی پیچھے ہٹ گئے۔ پھر وہ جو برآمدے میں پہنچ چکے تھے سیڑھیوں کے دروازے کو دھکے دینے لگے۔ اس کے بعد انسانوں کا ایک اور ریلا آیا اور کئی اور آدمی برآمدے میں پہنچ گئے۔ مکان کے محافظ بے تحاشا تیر چلا رہے تھے لیکن برآمدے میں جمع ہونے والا ہجوم ان کی زد سے محفوظ تھا۔

یاسمین چلائی "ماہ بانو! وہ دروازہ توڑ رہے ہیں"۔

ماہ بانو نے نوکر سے کہا "تم اپنے ساتھیوں کو یہاں بلا لو اور کمرے کا دروازہ بند کر دو اگر انہوں نے یہ دروازہ بھی توڑ دیا تو ہم عقب کے کمرے میں چلی جائیں گی۔ ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم آخری وقت تک امید کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑیں"۔

تھوڑی دیر میں تمام نوکر وہاں جمع ہو چکے تھے۔ اچانک زینے کا دروازہ ٹوٹنے اور گرنے کی آواز آئی اور ہجوم اوپر چڑھنے لگا۔ چند ثانیے بعد حملہ آور کمرے کے دروازے کو اندر کی طرف اور محصور ہونے والے باہر کی طرف دھکیل رہے تھے۔ اچانک نیچے سے کسی کی آواز سنائی دی "فوج آگئی! فوج آگئی! بھاگو"۔ اس کے ساتھ گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دینے لگی۔ پھر چند سرپٹ سوار صحن میں داخل ہوئے اور انہوں نے بلوائیوں پر حملہ کر دیا۔ چند منٹ میں دروازے پر زور آزمائی

ختم ہو چکی تھی۔ ماہ بانو نے دریچے سے صحن کی طرف دیکھا تو وہاں پندرہ بیس لاشیں بکھری ہوئی تھیں اور ایک طرف چند مسلح سوار کھڑے تھے۔ پھر اُسے ایک مانوس آواز سنائی دی۔ "ماہ بانو! ماہ بانو!"

"حسان! حسان!" اُس کے دل کی دھڑکنوں نے کہا لیکن اُس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ اُسے یہ سارا واقعہ ایک ناقابلِ یقین سپنا محسوس ہوتا تھا۔ پھر اُس کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ نکلے اور وہ سسکیاں لیتی ہوئی یاسمین سے لپٹ گئی۔ "یہ حسان ہے یاسمین! مجھے یقین تھا اللہ ہماری مدد کرے گا۔"

"ماہ بانو! ماہ بانو!" حسان دوبارہ چلّایا۔

یاسمین نے کہا۔ "اُسے جواب دو ماہ بانو! وہ تمہیں آوازیں دے رہا ہے۔"

اور ماہ بانو نے بڑی مشکل سے کہا۔ "میں زندہ ہوں، میں یہاں ہوں۔"

نیچے سے سہیل کی آواز آئی۔ "یاسمین کہاں ہے؟"

"وہ میرے ساتھ ہے۔"

"اور زرنجت؟" حسان نے سوال کیا۔

"وہ یہاں نہیں ہے۔" ماہ بانو نے آنسو پونچھتے ہوئے جواب دیا۔

یاسمین نے کہا۔ "ماہ بانو! میں نیچے جاتی ہوں۔"

نوکر نے اُس کے اشارے سے دروازہ کھول دیا۔ وہ نیچے اُتری۔ حسان اور سہیل اُسے دیکھ کر گھوڑوں سے اُتر پڑے۔ اُس نے احسانمندی سے سہیل کی طرف دیکھا۔ پھر حسان کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "میں یاسمین ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" حسان نے جواب دیا۔ "ماہ بانو زخمی تو نہیں، وہ ٹھیک ہے نا؟"

ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور اُس نے کہا۔ "ہم نے ڈیوڑھی پر تیس چالیس آدمیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ اُن کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟"

حسان نے جواب دیا۔ "انہیں کہو یہ لاشیں اُٹھا کر لے جائیں اس کے بعد انہیں قلعے میں لے جاؤ۔"

تھوڑی دیر بعد وہ بالا خانے کے کمرے میں ماہ بانو سے کہہ رہا تھا۔ "اب آپ کو یقین کر لینا چاہیئے کہ میں آگیا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ شاید آپ یہاں نہ ہوں لیکن باہر کا دروازہ کھلا دیکھ کر ہم اندر داخل ہوئے تو سہیل نے آپ کے نوکر کو پہچان لیا۔ وہ ڈیوڑھی میں زینے کے سامنے پڑا ہوا تھا۔ نزع کی حالت میں وہ صرف اتنا بتا سکا کہ آپ اندر ہیں اور مکان پر حملہ ہو چکا ہے۔ آپ کو زرنجت کا کوئی پتا نہیں چلا؟"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "وہ زخمی ہونے کے بعد مدائن پہنچ چکا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ وہ رہا ہو چکا ہے۔"

"ہاں۔"

"کاؤس کہاں ہے؟"

"وہ اُس کے پاس جا چکا ہے۔"

حسان نے کہا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کو ان حالات کا سامنا کرنا پڑے گا تو میں رات ہوتے ہی یہاں پہنچ جاتا۔ ہمیں دوپہر کے وقت یہ معلوم ہو گیا تھا کہ کسریٰ کی فوج بیرہ شیر خالی کر رہی ہے۔ زرنجت زیادہ زخمی تو نہیں؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ اُس کی حالت خطرے سے باہر ہے۔"

"آپ اُس کے متعلق فکر مند نہ ہوں۔ انشاء اللہ ہم بہت جلد مدائن پہنچ جائیں گے۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

"آپ جا رہے ہیں؟" ماہ بانو کے چہرے پر اُداسی چھا گئی۔

"ہاں مجھے بہت کام ہے۔ لیکن آپ اطمینان رکھیں۔ اب آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔"

تھوڑی دیر بعد ماہ بانو اور یاسمین برآمدے میں کھڑی حسان کو گھوڑے پر سوار ہوتا دیکھ رہی تھیں۔

باب ۳۳

زر بخت انتہائی بے بسی کے حالت میں دریا کے کنارے اپنے پرانے مکان کے اندر پڑا ہوا تھا ماہ بانو اور یاسمین کے متعلق ہر آن اُس کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ آدمان نے اُسے گھر پہنچاتے ہی فوجی طبیب کی ہدایت کے مطابق نیند آور دوائی کھلادی تھی لیکن شام کے وقت اُس کی آنکھ کھل گئی تھی اور وہ بار بار چلّا رہا تھا۔ "کاؤس! آدمان کا پتہ کرو۔ وہ ابھی تک کیوں نہیں آیا۔ بہرہ شیر میں کیا ہو رہا ہے۔ اُس نے مجھے اطلاع کیوں نہیں بھیجی۔" کاؤس نے اُس کے اضطراب سے پریشان ہو کر نیند آور دوا کی ایک اور گولی کھلانے کی کوشش کی لیکن اُس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں اپنی بہن اور یاسمین کے متعلق تسلی کئے بغیر نہیں سو سکتا۔"

اُس نے کئی بار آدمان کے نوکر کو اُس کی تلاش کے لئے بھیجا لیکن اُس کا مکان خالی تھا اور اُس پاس جن مکانوں میں فوج کے دوسرے افسر رہتے تھے وہ بھی خالی ہو چکے تھے۔ دریا کے کنارے فوج کے جو سپاہی گشت کر رہے تھے وہ بھی آدمان کے نوکر کو اس سے زیادہ نہ بتا سکے کہ بہرہ شیر خالی ہو چکا ہے اور جو تھوڑے بہت لوگ وہاں رہ گئے ہیں اُن کے گھروں میں لوٹ مار شروع ہو چکی ہے۔

آدھی رات کے وقت زر بخت نے کاؤس سے کہا۔ "تم پہریداروں کے پاس جاؤ اور اُن کے کسی افسر کو میری طرف سے کہو کہ وہ تمہیں کشتی پر دریا کے پار پہنچا دے۔ اگر وہ تمہارا کہنا نہ مانے تو اُسے میرے پاس لے آؤ۔"

کاؤس کو ایک ثانیہ کے لئے بھی اُس کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ تھا لیکن زر بخت چلّایا۔ "خدا کے

لئے میرا کہا مان جاؤ۔ تم یہاں رہ کر میری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔"

کاؤس بادلِ ناخواستہ باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو ایک اور جوان اُس کے ساتھ تھا جس کے لباس سے پانی نچڑ رہا تھا۔

کاؤس نے کہا۔ "پہریداروں میں سے کوئی اپنی جگہ سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں۔ انہوں نے مجھے کشتیوں کے قریب بھی نہیں جانے دیا۔ اس آدمی نے ابھی تیر کر دریا عبور کیا ہے۔ آپ اس سے بہرہ شیر کے حالات پوچھ سکتے ہیں۔"

زر بخت لیٹے لیٹے نوجوان کی طرف متوجہ ہوا تو اُس نے کہا۔ "میرا آقا بہرہ شیر میں رہتا ہے سہ پہر کے وقت انہوں نے مجھے کچھ سامان دے کر مدائن میں اپنے ایک رشتہ دار کے پاس بھیج دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں بچوں کے ساتھ پہنچ جاؤں گا۔ میں نے مدائن پہنچ کر کچھ دیر ان کا انتظار کیا اور اُن کا راستہ دیکھنے کے لئے پُل پر پہنچ گیا۔ وہاں لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ سورج غروب ہوتے ہی پُل جلا دیا جائے گا۔ جب سورج غروب ہونے لگا تو میں بھاگ کر پُل کے پار پہنچ گیا۔ جب وہ دوسرے کنارے پر بھی نظر نہ آئے تو میں مکان کی طرف بھاگا۔ وہ مجھے مکان سے تھوڑی دور مل گئے اور انہوں نے تاخیر کی وجہ یہ بتائی کہ جب وہ گھر سے نکلے تھے تو راستے میں ایک چوک پر اُن کا چھوٹا لڑکا لوگوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا تھا اور انہوں نے بڑی مشکل سے تلاش کیا۔ ہم بھاگتے ہوئے دریا کے کنارے پہنچے تو پُل جل رہا تھا اور تمام کشتیاں دوسرے کنارے پہنچ چکی تھیں۔ ہم نے مایوس ہو کر واپس گھر کا رُخ کیا۔ راستے میں جگہ جگہ لوٹ مار ہو رہی تھی۔ ہم تنگ گلیوں میں لٹیروں کی نگاہوں سے بچتے ہوئے گھر پہنچے تو تھوڑی دیر بعد انہوں نے میرے آقا کی بیوی اور لڑکی کے ساتھ جو سلوک کیا وہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ہم نے انہیں چھڑانے کی کوشش کی لیکن وہ بہت زیادہ تھے۔ انہوں نے ہمیں مارا پیٹا اور ایک کمرے میں بند کر دیا۔ صحن میں ہمیں کمسن لڑکی اور اُس کی ماں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ جب وہ چلے گئے تو ہم دروازہ توڑ کر باہر نکل آئے اور وہ دونوں بے ہوش پڑی تھیں۔ ہم انہیں

اُٹھا کر اندر لے گئے۔ میں دیر تک آقا کے پاس بیٹھا رہا۔ پھر اُنہوں نے مجھے کہا کہ میں دریا کے پار جا کر ان کے لئے مدد حاصل کروں۔ میں گھر سے نکلا تو لٹیرے یہ کہتے ہوئے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے کہ مسلمان آگئے ہیں۔ لیکن میں نے اُنہیں نہیں دیکھا اور دریا کے کنارے پہنچتے ہی پانی میں کود پڑا۔ یہاں پہنچتے ہی مجھے سپاہیوں نے پکڑ لیا اور اگر آپ کا نوکر وہاں نہ آتا تو شاید وہ مجھے صبح تک رہا نہ کرتے۔ میرا خیال تھا کہ وہ میرے آقا کی مدد کے لئے چند آدمیوں کو کشتی پر بھیج دیں گے لیکن وہ میری بات سننے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟"

زدبخت اُسے جواب دینے کی بجائے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے کاؤس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کاؤس نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا: "اب تم جاؤ۔ اگر مسلمان واقعی بہرہ شیر میں داخل ہو چکے ہیں تو اب وہاں لوٹ مار نہیں ہوگی۔"

زدبخت اچانک اُٹھ کر بیٹھ گیا اور کرب انگیز لہجے میں چلایا: "بیوقوف! تم اِس بات پر مطمئن ہو کر لٹیروں کے بعد اب مسلمان بہرہ شیر میں داخل ہو چکے ہیں۔ میری آنکھوں سے دُور ہو جاؤ" اور پھر اچانک وہ سر پکڑ کر ایک طرف گر پڑا۔

پندرہ منٹ بعد اُسے ہوش آیا تو وہ نوجوان جا چکا تھا اور کاؤس اُسے پانی پلا رہا تھا۔ اُس نے قہر آلود نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا اور ہاتھ مار کر پانی کا کٹورا چند قدم دُور پھینکتے ہوئے چلانے لگا: "میری تلوار لاؤ۔ میرا گھوڑا تیار کرو! میں وہاں جاؤں گا۔"

کاؤس نے آگے بڑھ کر اُس کے بازو پکڑ لئے: "زدبخت! حوصلے سے کام لو۔ تم زخمی ہو۔ تمہیں بخار ہے۔"

لیکن وہ اُس کے ہاتھ جھٹک کر دروازے کی طرف بڑھا اور دو تین قدم اُٹھاتے ہی منہ کے بل گر پڑا۔ کاؤس نے آرمان کے نوکر کی مدد سے اُسے اُٹھا کر بستر پر ڈال دیا۔

○

زدبخت کچھ دیر بے حس و حرکت پڑا رہا۔ پھر اُس کے ہونٹ ہلنے لگے اور اُس نے نیم بے ہوشی کی حالت میں آہستہ آہستہ ماہ بانو اور یاسمین کو آوازیں دینے کے بعد آنکھیں کھول دیں۔ کاؤس نے ملتجی ہو کر کہا: "زدبخت! خدا کے لئے دوا کھا لو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ ضد نہ کرو بیٹا!"

زدبخت کو الفاظ سے زیادہ بوڑھے کی نگاہوں نے متاثر کیا۔ اور اُس نے جواب دینے کی بجائے آنکھیں بند کر لیں۔ کاؤس کے اشارے سے دوسرا نوکر پانی کا پیالہ اُٹھا لایا۔ کاؤس نے جھکتے ہوئے ایک ہاتھ سے زدبخت کی گردن کو سہارا دیا اور دوسرے ہاتھ سے دوائی اُس کے منہ میں ڈال دی۔ پھر دوسرے نوکر نے پانی کا پیالہ اُس کے مُنہ کو لگا دیا۔

جب تھوڑی دیر بعد زدبخت نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو کاؤس نے پیار سے اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "بیٹا مجھ پر یقین رکھو، میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تمہاری پریشانیاں بہت جلد دُور ہو جائیں گی۔ اس وقت دریا کے پار جانے کی کوئی صورت نہیں لیکن ممکن ہے کہ کل تک کوئی صورت پیدا ہو جائے۔"

زدبخت نے قدرے پُراُمید ہو کر کہا: "تمہیں اِس بات کا یقین ہے کہ اگر مسلمان بہرہ شیر میں داخل ہو گئے تو اُنہیں کوئی خطرہ نہ ہوگا؟"

"مجھے یقین ہے۔ تم نے مسلمانوں کو نہیں دیکھا۔ میں اُنہیں دیکھ چکا ہوں۔ اگر ماہ بانو میری اپنی بیٹی ہوتی تو بھی اِس وقت میں یہی دُعا مانگتا کہ کاش بہرہ شیر کے لٹیروں اور ڈاکوؤں کے حملے سے پہلے مسلمان اُن کی اعانت کے لئے پہنچ جائیں۔"

زدبخت نے مضطرب ہو کر کہا: "نہیں نہیں تم مجھے جھوٹی تسلیاں دینے کی کوشش نہ کرو۔ تم نے کسی فاتح قوم کے لشکر کو ایک مفتوح قوم کی بستیوں اور شہروں میں داخل ہوتے نہیں دیکھا۔ میرے لئے دُعا کرو کہ میں ماہ بانو اور یاسمین کی بے بسی کی داستانیں سُننے کے لئے زندہ نہ رہوں۔"

کاؤس اُسے بتانا چاہتا تھا کہ میں اس لشکر کے ساتھ رہ چکا ہوں جس نے فاتح اور مفتوح کے متعلق ماضی کے سارے تصورات بدل دیئے ہیں لیکن زدبخت نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ اور وہ خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد زدبخت سو رہا تھا۔

ایک ساعت بعد دریا کی سمت گھوڑوں کی ٹاپ اور انسانوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اور آدمان کا نوکر بھاگ کر باہر نکل گیا۔ چند منٹ بعد وہ ہانپتا ہوا واپس آیا اور بولا "کاؤس! کاؤس! ہمارا لشکر دریا کے کنارے جمع ہو رہا ہے اور دشمن فوج دریا کے پار کھڑی ہے۔"

کاؤس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے کہا "مجھے معلوم ہے تم آہستہ بات کرو۔"

نوکر نے دبی زبان میں کہا "لیکن اگر انہوں نے دریا عبور کر لیا تو؟"

"تم اطمینان سے بیٹھے رہو۔ وہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔"

"نہیں، میں آدمان کو تلاش کروں گا۔"

"تم دیکھ چکے ہو کہ آدمان کا گھر خالی ہو چکا ہے۔ اگر وہ مدائن میں ہوتا تو یہاں ضرور آتا۔ اب شور نہ مچاؤ۔"

مکان سے باہر گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی اور پھر کوئی زور زور سے باہر کا دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔ کاؤس اٹھ کر باہر نکل آیا۔

"کون ہے؟" اس نے پھاٹک کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

باہر سے جواب آیا "میں آدمان ہوں، دروازہ کھولو۔"

کاؤس نے دروازہ کھول دیا۔ آدمان نے سوال کیا "ابسان کا کیا حال ہے؟"

"وہ آپ کے متعلق بہت بے چین تھے اور ابھی سوتے ہیں۔"

آدمان نے کہا "مسلمان دریا کے پار جمع ہو رہے ہیں۔ ہمیں ان سے کوئی فوری خطرہ نہیں۔ تاہم میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کی بہن اور دوسری لڑکی کو کسی محفوظ جگہ بھیج دیا جائے۔ اب دریا کے کنارے سارا علاقہ فوج کے لئے خالی کرنا پڑے گا۔"

کاؤس نے کہا "ماہ بانو اور یاسمین یہاں نہیں پہنچیں۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو؟" آدمان نے مضطرب ہو کر سوال کیا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا۔ وہ یہاں نہیں آئیں اور ہم ان کے متعلق پوچھنے کے لئے آپ کا

انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے کئی بار آپ کے نوکر کو آپ کے گھر بھیجا تھا لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔"

"میرے گھر والے شہر میں اپنے رشتہ داروں کے پاس جا چکے ہیں اور مجھے یہاں آنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن میں نے ماہ بانو سے کہا تھا کہ وہ شام سے پہلے دریا عبور کر لیں۔ اب میں زرنجت کو ساری زندگی منہ نہیں دکھا سکوں گا۔ وہ مجھے کبھی معاف نہیں کریں گے۔ ان کا کوئی نوکر بھی یہاں نہیں پہنچا؟"

"نہیں۔"

"اب شاید وہ یہ بھی یقین نہ کریں کہ میں سب سے پہلے ان کے گھر پہنچا تھا۔ کاش میں انہیں اپنے ساتھ لے آتا۔ اس وقت میں بہت مصروف ہوں۔ تھوڑی دیر تک دوبارہ یہاں آنے کی کوشش کروں گا۔ شاید زرنجت کو یہاں سے کسی اور جگہ پہنچانے کا انتظام کرنا پڑے۔"

آدمان نے گھوڑے کی باگ موڑ لی۔ اس کے نوکر نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا "میرے متعلق کیا حکم ہے؟"

"تم اس مکان کے دروازے سے باہر کھڑے رہو۔ اور اگر کوئی سپاہی یا افسر اس طرف آئے تو اسے یہ کہہ دو کہ یہ زرنجت کا گھر ہے اور سپہ سالار کا یہ حکم ہے کہ انہیں بے آرام نہ کیا جائے۔"



مجاہدین نے دجلہ کے کنارے صبح کی نماز ادا کی۔ اسلام کی نصرت کے لئے دعائیں مانگیں اور صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے اکثر ایسے تھے جنہوں نے پہلی بار ایسی عمارات کی جھلک دیکھی تھی جن کی ایک ایک اینٹ پر ساسانی فرمانرواؤں کی سطوت کی داستانیں نقش تھیں۔ کسریٰ کا سفید محل جس کے گنبد آسمان سے باتیں کر رہے تھے، انہیں انسانوں کی بجائے جنوں اور پریوں کا مسکن معلوم ہوتا تھا۔

یہ جمعہ کا مبارک دن تھا۔ سعد بن ابی وقاص انہیں یہ مژدہ سنا چکے تھے کہ آج جمعہ کی نماز کسریٰ کے ایوان میں پڑھی جائے گی اور مجاہدین اسلام کی صفوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جسے اس

دعوے کی صداقت پر یقین نہ تھا۔ وہ اٹل عزائم اور ناقابلِ شکست حوصلوں کے ساتھ قصرِ ابیض کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اُن کے آگے دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور دریا کے پار ایرانی تیر اندازوں اور سواروں کی صفیں کھڑی تھیں۔ پُل رات کے وقت جلا دیا گیا تھا اور تمام کشتیاں دوسرے کنارے پہنچا دی گئی تھیں۔

بظاہر اس بات کا کوئی امکان نہ تھا کہ مسلمان نیا پُل تعمیر کئے یا کشتیاں فراہم کئے بغیر بپھرے ہوئے دریا کو عبور کر سکیں گے۔ لیکن وہ جنہیں اللہ کی نصرت پر بھروسہ تھا ظاہری اسباب سے بے نیاز تھے اور وہ جو دریا کی طغیانیوں کے بعد اپنے لاتعداد لشکر، اپنے قلعوں اور فصیلوں کو اپنی سلامتی کا ضامن خیال کرتے تھے، یہ محسوس کر رہے تھے کہ کاش ہمارے درمیان دریا کی بجائے ایک سمندر کی وسعتیں حائل ہوتیں۔

بہرہ شیر خالی کرنے کے بعد یزدگرد کے خوف و ہراس کا یہ عالم تھا کہ اُس نے راتوں رات اپنے اہل و عیال، کنیزاں، حرم اور قیمتی سازوسامان شاہی خدام کے ساتھ حلوان کی طرف روانہ کر دیا تھا اور اُس کے اس اقدام سے مدائن کے عوام کی طرح اُس کے محافظ بھی بددلی اور مایوسی کا شکار ہو چکے تھے۔ جب وہ دریا کی طرف دیکھتے تو انہیں یہ اطمینان محسوس ہوتا کہ مسلمان کئی دن یا کئی ہفتے مدائن پر حملہ نہیں کر سکیں گے۔ لیکن جب اُن کی نگاہیں دریا کے پار جاتیں تو انہیں ایسا نظر آتا کہ وہ دریا کی سطح پھاندنے اور مدائن کی فصیلوں پر یلغار کرنے کے لئے صرف کسی اشارے کے منتظر ہیں۔

جب سورج کی ابتدائی کرنیں قصرِ ابیض کے گنبدوں پر پھیلنے لگیں تو سعد بن ابی وقاص نے غازیانِ اسلام کی صفوں میں چکر لگایا۔ اس کے بعد عاصم بن عمر تمیمی جنہوں نے مدائن کے راستے کی کٹھن منازل مثنیٰ بن حارثہ کی رفاقت میں طے کی تھیں ساٹھ جانبازوں کے ساتھ آگے بڑھے اور انہوں نے اللہ اکبر کہہ کر دریا میں گھوڑے ڈال دیئے۔

قعقاع نے اس اولوالعزم مجاہد کی تقلید کی اور چھ سو سواروں کے ساتھ دریا میں کود پڑے۔ اور پھر وہ جو دوسرے کنارے کھڑے تھے دم بخود ہو کر اللہ کی نصرت کا ایک ناقابلِ یقین معجزہ دیکھ رہے تھے۔ جب پہلا دستہ منجدھار کے قریب پہنچا تو سواروں کی تمام صفیں دریا میں اُتر چکی تھیں۔ وہ رکاب سے رکاب ملائے آگے بڑھ رہے تھے اور اُن کے ضبط و نظم کا یہ عالم تھا کہ میمنہ و میسرہ کی جو ترتیب جنگ

کے میدان میں دیکھی جاتی تھی وہ دریا کی طغیانیوں میں بھی قائم تھی۔ سنگلاخ چٹانوں، بے آب و گیاہ صحراؤں اور ہموار میدانوں میں گھوڑے دوڑانے والے پانی کی سطح پر حرب و ضرب کی تاریخ کا ایک نیا عنوان لکھ رہے تھے۔ لہروں نے اُٹھ اُٹھ کر ان پیکرانِ شجاعت کی طرف دیکھا اور تعظیم کے لئے جھک گئیں۔ ایرانیوں کے لئے یہ ایک بھیانک خواب تھا۔ وہ سکتے کی حالت میں کھڑے تھے۔ جب عاصم بن عمر کے ساتھی کنارے کے قریب پہنچ گئے تو وہ چلّانے لگے: "دیواں آمدند۔ دیواں آمدند۔" پھر سواروں نے بھاگنے میں سبقت کی اور ان کی دیکھا دیکھی پورے لشکر میں افراتفری پھیل گئی۔ پیادہ لشکر نے تھوڑی دیر تیر برسائے اور چند دستوں نے دریا میں اُتر کر مزاحمت کی لیکن وہ اس سیلاب کو نہ روک سکے۔ مجاہدین تیروں کے جواب میں تیر برساتے ہوئے آگے بڑھے۔ اور ایرانیوں کی رہی سہی فوج بھاگ نکلی۔

سعد بن ابی وقاص نے کشتیاں جمع کیں اور پیادہ فوج کو لانے کے لئے دریا کے دوسرے کنارے بھیج دیں۔ جمعہ کی نماز سے کچھ دیر پہلے غازیانِ اسلام کا سارا لشکر دریا کے اُس پار پہنچ گیا۔ پھر انہوں نے باوضو ہو کر کسریٰ کے ایوان کا رُخ کیا۔

مدائن کی گلیاں اور بازار سنسان پڑے ہوئے تھے اور اہلِ مدائن بند دروازوں کے سوراخوں اور دراڑوں سے ایک فاتح لشکر کا جلوس دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ماضی کی تاریخ سے فتح پانے والوں کے جبر و ظلم اور شکست کھانے والوں کی مظلومیت کی داستانیں سُنی تھیں۔ اُن کے مرجھائے ہوئے چہرے اور سہمی ہوئی نگاہیں ایک دوسرے سے یہ پوچھ رہی تھیں کہ اب کیا ہوگا؟ اور اس سوال کا جواب ان جری انسانوں کے چہروں پر لکھا ہوا تھا جو فتح کو اللہ کا انعام سمجھتے تھے۔ جن کی نگاہیں فخر و غرور کے ساتھ آسمان کی طرف اُٹھنے کی بجائے انکساری سے زمین میں گڑی جا رہی تھیں اور جن کی زبان پر اللہ اکبر کے سوا کوئی اور نعرہ نہ تھا۔ اہلِ فارس کے نزدیک تاریخ کا معجزہ یہی نہیں تھا کہ مسلمان پُل اور کشتیوں کے بغیر دریا عبور کر چکے تھے اور ان کا عظیم لشکر شکست کھا چکا تھا بلکہ اس سے بڑا معجزہ یہ تھا کہ وہ صحرانشین جنہیں وہ وحشی خیال کرتے تھے، اپنے طرزِ عمل سے

ماضی کی ان روایات کو جھٹلا رہے تھے جو بالادستوں کو زیردستوں پر ہر ظلم اور ہر زیادتی کی اجازت دیتی تھیں۔ اُنہوں نے فتح کے نشے کسی لشکر کو اس قدر جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے اور عظیم فتح کے بعد کسی فوج کو اس قدر صبر و سکون سے کام لیتے نہیں دیکھا تھا۔

غازیانِ اسلام نے کسریٰ کے ایوان میں جمعہ کی نماز ادا کی اور اس کے بعد سعد بن ابی وقاص کے سامنے ان نوادرات اور خزانوں کے انبار لگائے جا رہے تھے جو ساسان اور دارا کے جانشینوں نے صدیوں میں جمع کئے تھے۔ یزدگرد فرار ہوتے وقت کافی خزانہ اپنے ساتھ لے جا چکا تھا۔ تاہم جو دولت مسلمانوں کے ہاتھ آئی تھی وہ حد و حساب سے باہر تھی۔ نوادرات میں ایران کے قدیم حکمرانوں کی تلواروں، خنجروں اور بیش قیمت ملبوسات کے علاوہ مشرق و مغرب کے اُن حکمرانوں کی یادگاریں تھیں جو اُن کے باجگزار رہ چکے تھے۔ بیش قیمت ہیروں، موتیوں، سونے اور چاندی کے برتنوں اور کمخواب کے پردوں کے علاوہ شاہی خزانے سے سونے اور چاندی کے انبار جمع کئے گئے۔ نادرات میں سب سے زیادہ عجیب ساٹھ گز کا وہ فرش تھا جو ایک باغ معلوم ہوتا تھا۔ اُس کی زمین سونے کی تھی، سبزہ زمرد کا تھا۔ درخت سونے اور چاندی کے تھے۔ پتے، شگوفے، پھول اور پھل حریر، جواہرات اور موتیوں سے بنائے گئے تھے اور نہریں پکھراج سے تیار کی گئی تھیں۔

قعقاع بن عمرو چند دستوں کے ساتھ بھاگنے والے لشکر کا تعاقب کر کے جو سامان چھین لائے، اُس میں نوشیرواں کے تاج اور مرصع قباؤں اور کسریٰ پرویز، خاقان اور نعمان بن منذر کی تلواروں کے علاوہ سونے کا ایک گھوڑا اور چاندی کی ایک اُونٹنی تھی۔ گھوڑے کی زین چاندی کی تھی اور سینے پر یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے۔ زین کی طرح گھوڑے کا سوار بھی چاندی کا تھا اور اُس کے سر پر سنہری تاج ہیروں سے مرصع تھا۔ اُونٹنی پر سونے کا پالان تھا، مہار میں ہیرے اور موتی پروئے ہوئے تھے اور سونے کا سوار سر سے پاؤں تک جواہرات سے مزین تھا۔

یہ وہ دولت تھی جسے جمع کرنے کے لئے ایرانی حکمرانوں نے گزشتہ صدیوں میں مشرق و مغرب کے کئی ... تاخت و تاراج کئے تھے۔ ان سونے اور چاندی کے ٹکڑوں اور ان چمکتے ہوئے ہیروں اور موتیوں پر اَن گنت شہروں اور بستیوں کی تباہی اور بربادی کی داستانیں لکھی ہوئی تھیں، لیکن ان صحرا نشینوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے کوئی چیز چھپانے کی کوشش کی ہو۔ اُنہیں جو چیز ملی وہ بجنسہٖ لاکر امیرِ لشکر کے سامنے رکھ دی۔

حضرت سعدؓ نے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال کے لئے علیحدہ کیا اور باقی دولت مجاہدین میں تقسیم کر دی۔



زرنجت گہری نیند سے بیدار ہوا تو کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور باہر دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ اچانک اُسے ایسا محسوس ہوا کہ ہزاروں نشتر اُس کے سینے میں اُتر گئے ہیں اور وہ کاؤس کو آوازیں دینے لگا۔

کاؤس کی بجائے آرمان کا نوکر کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے کہا: "جناب کاؤس یہاں نہیں ہے۔"

"وہ کہاں ہے؟" زرنجت نے بے چین ہو کر سوال کیا۔

"جناب وہ کہتا تھا کہ میں آپ کی بہن کا پتہ کرنے جا رہا ہوں۔"

"وہ کب گیا تھا؟"

"جناب کافی دیر ہو گئی ہے۔ صبح جب عربوں نے دریا عبور کر لیا تھا تو میں باہر پہرہ دینے کی بجائے اندر آ گیا تھا۔ میں نے ...."

"مسلمانوں نے دریا عبور کر لیا ہے؟" زرنجت تڑپ کر اُٹھ بیٹھا۔

"جی ہاں۔ ہماری فوج بھاگ گئی تھی۔ میں آپ کو جگانا چاہتا تھا لیکن کاؤس نے منع کر دیا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ دشمن یہاں آ چکا ہے؟"

"جی ہاں، آپ بہت دیر سوئے ہیں۔ کاؤس دریا کے کنارے لڑائی ختم ہوتے ہی باہر نکل گیا

تھا اور اُس نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں آپ کو جگانے کی کوشش نہ کروں۔ رات جب آپ سو گئے تھے تو آدمان بھی یہاں آئے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ دشمن کی فوج دریا کے پار جمع ہو رہی ہے اور یہ علاقہ محفوظ نہیں۔ ان کا خیال تھا کہ وہ تھوڑی دیر بعد واپس آ کر آپ کے لئے کوئی انتظام کریں گے لیکن وہ نہ آئے اور کاوس مجھے بار بار یہ کہتا تھا کہ آپ کو یہاں کوئی خطرہ نہیں۔ وہ مسلمانوں کے متعلق بہت مطمئن تھا۔ آپ کو یقین ہے کہ وہ آپ کا خیر خواہ ہے؟"

زرنجت نے جواب دیا: "کاوس میرا دشمن نہیں ہو سکتا۔ دشمن کے متعلق اُسے بہت سی غلط فہمیاں ہیں۔"

نوکر نے کہا: "مجھے ڈر ہے کہ وہ دشمن سے انعام کے لالچ میں ۔۔۔۔"

زرنجت نے بات کاٹتے ہوئے کہا: "نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔"

نوکر نے کہا: "ہمارے مکان سے باہر دشمن کے دو سپاہی پہرہ دے رہے ہیں۔ وہ کاوس کے جانے سے تھوڑی دیر بعد یہاں پہنچ گئے تھے اور ابھی تک وہاں کھڑے ہیں۔ شاید اُنہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ آپ یہاں موجود ہیں۔"

"وہ اندر نہیں آسکے؟"

"نہیں باہر کا پھاٹک بند ہے اور اُنہوں نے کھلوانے کی کوشش نہیں کی۔ شاید اُنہیں یہ ڈر ہو کہ اندر بہت سے آدمی ہوں گے ا۔۔۔ اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہے ہوں۔"

"تم نے اُنہیں اچھی طرح دیکھا ہے؟"

"ہاں وہ پھاٹک کے دراڑ سے صاف نظر آتے ہیں۔"

"تم اُن کا حلیہ بیان کر سکتے ہو؟"

"ہاں، اُن میں سے ایک کا قد میرے برابر ہے اور ایک ذرا چھوٹا ہے۔" ایک کا رنگ سانولا اور دوسرا قدرے سیاہی مائل ہے۔ دونوں کی عمر مجھ سے زیادہ ہو گی۔"

"تمہیں آس پاس دشمن کی فوج نظر آتی ہے؟"

"نہیں اب سڑک پر کوئی نظر نہیں آتا۔ میرا خیال ہے کہ اُنہوں نے شہر پر قبضہ کر لیا ہے اور ہماری فوج نے یہاں سے بھاگنے کے بعد کسی جگہ اُن کا مقابلہ نہیں کیا۔ اب وہ شہر کی ناکہ بندی کر رہے ہوں گے تاکہ کسی کو بھاگنے کا موقع نہ ملے۔ ہو سکتا ہے کہ اُنہوں نے کاوس کو یہاں سے نکلتے ہی گرفتار کر لیا ہو اور اُس نے اپنی جان کے خوف سے آپ کے متعلق بتا دیا ہو۔"

زرنجت کچھ دیر کرب کی حالت میں نوکر کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے پانی مانگا اور چند گھونٹ پینے کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ نوکر کی طرف متوجہ ہوا۔ "اگر میرا گھوڑا یہاں ہوتا تو میں اپنے زخموں کی پروا کئے بغیر یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرتا۔ لیکن تم یہاں ٹھہرنے پر مجبور نہیں تھے۔ جب ہماری فوج بھاگ رہی تھی تو تم نے یہاں سے نکلنے کی کوشش کیوں نہ کی؟"

"میں آدمان کا نوکر ہوں اور اُن کا حکم یہی تھا کہ میں آپ کے پاس رہوں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو بھی میرے لئے مدائن سے باہر کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ مجھے اپنا ڈر نہیں۔ وہ مجھے قتل کر کے کیا حاصل کریں گے۔ لیکن آپ کے متعلق میں بہت فکر مند ہوں۔"

زرنجت نے پوچھا: "آدمان نے یہ بتایا تھا کہ میری بہن مدائن کیوں نہیں پہنچی؟"

"جناب وہ اس بات پر بہت پریشان تھے کہ وہ کیوں نہیں پہنچیں۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے اُنہیں تاکید کی تھی کہ وہ شام سے پہلے دریا عبور کر لیں۔ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ کاوس نے کہا تھا کہ اگر آپ کو تکلیف محسوس ہو تو میں ایک اور گولی کھلا دوں۔"

"نہیں مجھے اب دوا کی ضرورت نہیں۔"

کسی نے باہر کے پھاٹک پر دستک دی اور نوکر نے چونک کر کہا: "جناب وہ دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں۔"

زرنجت کا دل دھڑکنے لگا۔

نوکر نے مضطرب ہو کر کہا: "جناب ہم اُنہیں اندر آنے سے روک نہیں سکتے۔ وہ آسانی سے دیوار پھاند سکتے ہیں۔"

زرنجت نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا: "جاؤ دروازہ کھول دو۔"

نوکر جھجکتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ رُکا اور مُڑ کر زربخت کی طرف دیکھنے لگا۔

زربخت نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "جاؤ! تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ میں ایک سپاہی کی طرح جان دے سکتا ہوں۔"

نوکر باہر نکل گیا اور زربخت کے دل و دماغ پر خوف اور بے بسی کی تاریکیاں مسلط ہو گئیں وہ کچھ دیر دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر جب باہر قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی تو اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"زربخت!" کسی نے اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

زربخت نے آنکھیں کھولیں اور حسان کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھ کر اپنا چہرہ آستین میں چھپا لیا۔

حسان نے کہا۔ "زربخت! میں حسان ہوں اور یہ طبیب تمہارے علاج کے لئے آئے ہیں۔"

زربخت نے کوئی جواب نہ دیا۔ حسان چند ثانیے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "آپ اُنہیں اچھی طرح دیکھیں۔ میں شاید چند دن اُن کی خبر نہ لے سکوں لیکن جب تک آپ کو ان کے متعلق اطمینان نہ ہو جائے آپ صبح و شام اُنہیں دیکھتے رہیں۔"

حسان دروازے کی طرف مڑا اور زربخت مضطرب سا ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ یکایک ماہ بانو اور یاسمین کے متعلق پوچھنے کی خواہش اُس کی نفرت پر غالب آ چکی تھی لیکن حسان لمبے لمبے قدم اُٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا اور زربخت کی آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ پھر وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ "یہ اچھا ہوا کہ میں اُن کے متعلق نہیں پوچھ سکا۔ ابھی شاید اُسے ماہ بانو کے متعلق کچھ معلوم نہیں اگر اُسے میں یہ بتا دیتا کہ وہ بہرہ شیر میں ہے تو وہ سیدھا اُس کے پاس جاتا۔ اگر لوگوں کے گھر دشمن کی مار دھاڑ سے محفوظ رہے تو ممکن ہے کہ ماہ بانو کو یاسمین کے ساتھ اصفہان کی طرف بھاگنے کا موقع مل جائے۔ حسان یقیناً ماہ بانو کا پتہ کرنے آیا ہوگا اور اُس کے فوراً واپس چلے جانے کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ یہاں نہیں تھی۔ لیکن وہ طبیب کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا اُسے کیسے معلوم ہوا کہ

مجھے طبیب کی ضرورت ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کاؤس نے بہرہ شیر جانے سے پہلے اُسے تلاش کر کے سب کچھ بتا دیا ہو۔"

طبیب نے اُس کی پٹیاں کھول کر زخم دیکھے۔ دوا لگائی اور نئی پٹیاں باندھ دیں لیکن حسان نے ایک ذہنی کشمکش کے باعث اُس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ پھر جب طبیب، دوا پلانے کے متعلق نوکر کو ہدایات دینے کے بعد اُٹھا تو اُس نے مضطرب ہو کر سوال کیا۔ "حسان کو کیسے معلوم ہوا کہ میں زخمی ہوں۔"

"مجھے معلوم نہیں۔ وہ مجھے یہ کہہ کر یہاں لائے تھے کہ میرا ایک دوست زخمی ہے؟"

"تمہیں معلوم ہے کہ میں ایک ایرانی ہوں؟"

"ہاں اُنہوں نے مجھے راستے میں بتایا تھا کہ میں ایران کی فوج کے ایک بڑے عہدیدار کے علاج کے لئے جا رہا ہوں۔"

"اور اس کے باوجود آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں زندہ رہوں؟"

طبیب نے جواب دیا۔ "میں صبح سے قریباً بیس ایرانیوں کی مرہم پٹی کر چکا ہوں۔ ان سب کے متعلق میری خواہش یہی ہے کہ وہ زندہ رہیں۔"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ آپ کے خلاف ایران کی جنگ ختم ہو چکی ہے اور ہم ہمیشہ کے لئے ہتھیار ڈال چکے ہیں؟"

طبیب نے اطمینان سے جواب دیا۔ "ہماری جنگ ایران کے خلاف نہ تھی بلکہ اُس کے حکمران کے خلاف تھی جو انسانوں پر خدائی کا دعویدار تھا۔ ہم اہلِ مدائن کے دشمن نہیں بلکہ ان کے لئے امن اور سلامتی کا پیغام لائے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ جو لوگ ایران میں انسانیت کا بول بالا چاہتے ہیں وہ ہماری فتح کو اپنی فتح سمجھیں گے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے دین کے جو سپاہی آج کسریٰ کے محل میں داخل ہوئے ہیں اُن میں سے ہزاروں ایسے ہیں جو چند برس قبل اس دین کو عرب کے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے تھے۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ جو پرچم آج ہم نے دجلہ کے کنارے نصب کیا ہے تم کل اُسے اپنی عظمت کا نشان سمجھ کر جیحوں کے کنارے سے آگے نہیں لے جاؤ گے۔ اور جس طرح آج ہم بدر اور

حنین کے میدانوں میں کفار کی شکستوں کو اہلِ عرب کی عظیم ترین فتوحات خیال کرتے ہیں۔ اسی طرح کل تم قادسیہ اور مدائن میں کسریٰ کی شکستوں کو اپنی فتح نہیں سمجھو گے؟ اگر تم اپنے ساتھ انسانیت کی سلامتی چاہتے ہو اور اُن بدنصیب لوگوں میں سے نہیں ہو جو صبح کی روشنی میں آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو میں تمہارے دکھ دور کر سکوں گا۔ جب تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو ہم اطمینان سے باتیں کریں گے۔ اب میں اجازت چاہتا ہوں۔"

طبیب نے اپنا تھیلا اُٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

نوکر نے کہا: "جناب میں باہر کا دروازہ بند کر دوں؟"

"نہیں"

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ تم تھکے ہوئے ہو، جاؤ آرام کرو!"

نوکر باہر نکل گیا اور زربخت بے چینی کی حالت میں دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے صحن میں کسی کے پاؤں کی چاپ سنائی دی اور پھر اچانک مایوسیوں کی تاریکیوں نے اپنا دامن سمیٹ لیا۔

ماہ بانو اور یاسمین اُس کے سامنے کھڑی تھیں۔ اُن کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ لیکن اُن کے چہروں پر خوف نہ تھا۔ زربخت نے اُٹھ کر دیوار سے ٹیک لگاتے ہوئے ہاتھ پھیلا دئے اور ماہ بانو نے آگے بڑھ کر اپنا سر اُس کے کشادہ سینے سے لگا دیا۔

"بھائی جان! بھائی جان!" وہ ایک بچے کی طرح سسکیاں لے رہی تھی۔

زربخت نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یاسمین کی طرف دیکھا۔ وہ جھجکتی ہوئی آگے بڑھی اور بستر کے قریب کھڑی ہو گئی۔

"آپ کیسے ہیں؟" اُس نے مغموم لہجے میں سوال کیا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" زربخت نے ڈوبتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ اور پھر اچانک اُس کی نگاہیں دروازے کے سامنے ایک آہنی پوش پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ ماہ بانو نے سر اُٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا اور زربخت سے مخاطب ہو کر کہا: "بھائی جان! آپ نے اسے نہیں پہچانا؟ یہ سہیل ہے۔"

زربخت نے گھٹی ہوئی آواز میں جواب دیا: "میں اُسے کیونکر بھول سکتا ہوں۔"

سہیل آگے بڑھا۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور پھر زربخت نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ سہیل نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا: "آپ کی طبیعت کیسی ہے بھائی جان!"

زربخت نے اپنے ہونٹوں پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے جواب دیا: "مجھے یقین نہیں آتا کہ میں زندہ ہوں۔"

"طبیب یہاں نہیں آیا؟"

"وہ مجھے ابھی دیکھ کر گیا ہے اور میں تمہارے بھائی کا بھی شکر گزار ہوں۔"

یاسمین نے پوچھا: "اُن کا بھائی آپ کو دیکھ گیا ہے؟"

"ہاں وہ طبیب کے ساتھ آیا تھا۔"

وہ کچھ دیر خاموشی سے زربخت کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر کاؤس اور دوسرے نوکر نے بستر کے قریب کرسیاں رکھ دیں اور وہ بیٹھ گئے۔

ماہ بانو نے کہا: "بھائی جان! ہم نے شام سے پہلے دریا عبور کرنے کی کوشش کی تھی لیکن مکان سے نکلتے ہی ہم پر لٹیروں نے حملہ کر دیا۔ ہم نے بڑی مشکل سے گھر میں پناہ لی۔ آدھی رات کے قریب وہ دیوار پھلانگ کر اندر آ گئے۔ انہوں نے ڈیوڑھی پر ایک پہریدار کو قتل کر دیا۔ اس سے پہلے ہمارے دو نوکر زخمی ہو چکے تھے اور ہمیں یہ اُمید نہ تھی کہ ہم صبح کی روشنی دیکھ سکیں گی۔ پھر خدا نے فرشتوں کا ایک گروہ ہماری مدد کے لئے بھیج دیا۔"

"اور سہیل اور اُس کا بھائی اُس گروہ کے ساتھ شامل تھے۔" زربخت نے شکست خوردہ ہو کر کہا۔

ماہ بانو نے جواب دیا: "بھائی جان! آپ کو معلوم نہیں کہ اگر وہ نہ آتے تو ہم پر کیا گزرتی۔"

زربخت نے نڈھال سا ہو کر آنکھیں بند کر لیں اور وہ اُس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ نہ لگا سکے۔

سہیل نے اُٹھ کر کہا: "بھائی جان! میں جا رہا ہوں۔ آپ آرام کیجئے!"

زربخت نے جواب دینے کی بجائے اپنے ہونٹ بھینچ لئے اور سہیل کمرے سے باہر نکل گیا۔

باب ۳۴

ایک ہفتہ بعد زر بخت کی حالت قدرے بہتر ہو چکی تھی اور طبیب ماہ بانو کو یہ تسلی دے رہا تھا کہ آپ کا بھائی بہت جلد چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گا۔ سہیل ہر روز اُس کی تیمارداری کے لئے آیا کرتا تھا۔ لیکن حسان کے ساتھ اُس کی دوبارہ ملاقات نہ ہو سکی۔ پہلی ملاقات کے بعد اُس کا تاثر یہ تھا کہ وہ حسان کے رحم و کرم پر ہے۔ وہ اُسے زخمی دیکھ کر واپس چلا گیا تھا لیکن جب تندرست ہو جائے تو وہ ایک فاتح کی شان سے واپس آئے گا اور کہے گا۔ "دیکھو زر بخت! تم ایک عام جنگی قیدی کی نسبت بہتر سلوک کے مستحق نہ تھے لیکن اس کے باوجود میں نے تمہاری جان اور تمہاری بہن کی عزت بچانے کی کوشش کی ہے۔ اب تمہارے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ تم میرے پاؤں پر گر پڑو۔ تمہیں زندہ رہنے کے لئے کسی سہارے کی ضرورت ہے اور میں تمہیں سہارا دے سکتا ہوں۔"

ماہ بانو اور یاسمین کی زبانی بہرہ شیر کے مکان پر حملے کی تفصیلات سُننے کے بعد بھی اُسے یہ اطمینان نہ تھا کہ حسان اور اُس کے درمیان فاتح اور مفتوح کے تعلق کے سوا کوئی رشتہ قائم ہو سکتا ہے۔ اُس نے ایک ایسی دُنیا میں آنکھ کھولی تھی جس میں غلبہ حاصل کرنے والے ہمیشہ ظالم اور مغلوب ہونے والے سدا مظلوم رہتے تھے۔ تاہم کبھی کبھی اُس کے دل میں یہ اُمید پیدا ہوتی کہ شاید حسان اُس کی توقعات سے بہتر ثابت ہو اور وہ دوسری ملاقات کا انتظار کرتا۔ لیکن حسان نہ آیا اور زر بخت کی یہ حالت تھی کہ اُسے جس قدر حسان کا انتظار تھا اُسی قدر اُسے ماہ بانو، یاسمین، کاؤس یا سہیل کے سامنے اُس کا ذکر چھیڑتے ہوئے اُلجھن محسوس ہوتی تھی اور یہ لوگ بھی اُس کے سامنے حسان کا ذکر کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔ اُس نے سہیل

سے بھی کُھل کر کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ آتا اور کھڑے کھڑے اُس کا حال پوچھ کر واپس چلا جاتا۔

مدائن اور بہرہ شیر کے تازہ حالات اُسے عمر رسیدہ طبیب کی زبانی معلوم ہو رہے تھے لیکن حسان کے متعلق وہ بھی اس سے زیادہ نہ بتا سکا کہ وہ تمہارے متعلق بہت فکرمند ہے اور جب کبھی ہماری ملاقات ہوتی ہے تو اُس کا پہلا سوال تمہاری صحت کے متعلق ہوتا ہے۔

ماہ بانو کے طرزِ عمل سے اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اُس کے نزدیک اُس کی صحت کا مسئلہ اپنے حال اور مستقبل سے کہیں زیادہ اہم ہے لیکن یاسمین کا طرزِ عمل اُس کے لئے ناقابلِ فہم تھا۔ ابتدائی دو دن جب اُس کی حالت قدرے تشویشناک تھی تو وہ بھی ماہ بانو کی طرح دن رات اُس کی تیمارداری میں مصروف رہتی تھی اور وہ اُس کی آنکھوں میں نیند اور تھکاوٹ کے اثرات دیکھ سکتا تھا۔ لیکن جب اُس کی حالت بہتر ہونے لگی تو وہ اس کے سامنے آنے یا اُس کے ساتھ بات کرنے سے اجتناب کرتی تھی۔ کبھی کبھی زر بخت کا دل شکایات سے لبریز ہوتا۔ لیکن پیاسی رُوح کی یہ چیخیں شکست اور بے بسی کے احساس میں دب کر رہ جاتیں۔

ایک دوپہر زر بخت سو رہا تھا اور ماہ بانو اُس کے بستر کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ زر بخت نے کروٹ بدل کر آنکھیں کھول دیں۔ کچھ دیر خاموشی سے ماہ بانو کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اُٹھ کر بیٹھ گیا اور بولا۔ "میں حیران ہوں کہ حسان دوبارہ کیوں نہیں آیا۔ کل میرا ارادہ تھا کہ سہیل سے اُس کے متعلق پوچھوں گا۔ لیکن کل وہ بھی نہیں آیا۔

ماہ بانو نے اپنے بھائی کی طرف دیکھا۔ پھر گردن جھکائے ہوئے بولی۔ "سہیل ابھی آیا تھا اور کھڑے کھڑے آپ کے متعلق پوچھ کر چلا گیا تھا۔ میں آپ کو جگانا چاہتی تھی لیکن اُس نے منع کر دیا تھا۔ اُسے واپس جانے کی جلدی تھی۔ سہیل کہتا تھا کہ میرا بھائی کہیں جا رہا ہے اور شاید میں بھی اُس کے ساتھ جاؤں۔ اُس کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کافی عرصہ مدائن سے غیر حاضر رہیں گے۔"

زر بخت نے کچھ سوچ کر کہا۔ "ماہ بانو! مجھے ان حالات میں اُس کے متعلق پوچھتے ہوئے اُلجھن محسوس ہوتی تھی لیکن اگر وہ کہیں جا رہا ہے تو ہمارے لئے کم از کم یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ہمارا مستقبل کیا ہے؟"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "سہیل کہتا تھا کہ اُن کی غیر حاضری میں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی اور جب تک آپ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہو جاتے۔ طبیب بلاناغہ یہاں آتا رہے گا۔"

زرنجت نے مضطرب ہو کر کہا "ماہ بانو! مجھے اپنے مستقبل کے متعلق کوئی پریشانی نہیں میں ایک سپاہی ہوں اور شکست کے نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ میں اپنے دشمنوں سے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ میں غلامی کی زنجیروں کا بوجھ اٹھا سکتا ہوں اور قید و بند کی صعوبتیں بھی میرے لئے نئی نہیں ہوں گی۔ مجھے صرف تمہارے اور یاسمین کے متعلق سوچتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے۔ میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ حسان دوبارہ یہاں کیوں نہیں آیا۔ اگر اُسے یہ اطمینان ہوتا کہ مسلمانوں کے لشکر میں ہمارے متعلق اُس کی کوئی بات مانی جائے گی تو وہ ضرور آتا۔"

ماہ بانو نے ایک مغموم مسکراہٹ کے ساتھ زرنجت کی طرف دیکھا اور کہا "بھائی جان! آپ اُسے بلاتے تو وہ اب تک کئی بار آپ کے پاس آ چکا ہوتا۔"

"وہ ایک فاتح تھا اور اُسے یہ معلوم تھا کہ میں اس کے لئے اپنے گھر کا دروازہ بند نہیں کر سکتا۔"

"اسے یہ بھی معلوم تھا کہ آپ قباد کے بیٹے ہیں۔ اگر آپ زخمی نہ ہوتے تو وہ اس دن بھی یہاں نہ آتا۔ اُسے معلوم تھا کہ موجودہ حالات میں آپ اُس کے ساتھ بات کرنا پسند نہیں کریں گے۔"

زرنجت نے پوچھا "تمہیں یقین ہے کہ وہ ہمیں پناہ دے سکتا ہے؟"

"بھائی جان! وہ ہماری حفاظت کی ذمہ داری لے چکا ہے۔"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے اُسے میرے متعلق کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا ہو؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ مسلمانوں کے لشکر کے چند نامور سالاروں میں سے ایک ہے لیکن اگر وہ ایک ادنیٰ سپاہی ہوتے ہوئے بھی ہماری حفاظت کا ذمہ لے لیتا تو بھی میں اس بات کا خدشہ محسوس نہ کرتی کہ ان کا سپہ سالار اُس کا فیصلہ رد کر دے گا۔ اگر آپ اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ان کی قید میں ہیں تو میرے پاس اس وہم کا کوئی علاج نہیں۔ ہماری بدقسمتی اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ آپ ابھی تک حسان کو نہیں سمجھ سکے۔"

"اگر اُس نے ہماری حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور تمہیں اس پر اس قدر اعتماد ہے تو میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ اس کی شرائط کیا ہیں؟"

ماہ بانو کا چہرہ تمتما اٹھا اور وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

زرنجت نے کہا "ٹھہرو ماہ بانو! میں نے ابھی اپنی بات ختم نہیں کی۔ بیٹھ جاؤ! میرا مقصد تمہاری دل آزاری نہ تھا۔"

ماہ بانو بیٹھ گئی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ زرنجت کچھ دیر سر جھکائے سوچتا رہا۔ پھر اُس نے کاؤس کو آواز دی۔ کاؤس کمرے میں داخل ہوا۔

زرنجت نے کہا "کاؤس! یاسمین کو بلاؤ۔ میں ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

کاؤس جلدی سے باہر نکل گیا۔ ماہ بانو نے جھجکتے ہوئے سوال کیا "آپ اُسے کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

یاسمین کمرے میں داخل ہوئی اور ایک کرسی گھسیٹ کر ماہ بانو کے پیچھے بیٹھ گئی۔

کاؤس واپس جانے لگا لیکن زرنجت نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا "کاؤس ٹھہرو!"

وہ رُک گیا اور زرنجت نے یاسمین سے مخاطب ہو کر کہا "یاسمین! تم بہرہ شیر سے اپنے گھوڑے یہاں منگوا لو۔ پھر یہاں سے موقع ملتے ہی اصفہان پہنچنے کی کوشش کرو۔ کاؤس اور ماہ بانو تمہارے ساتھ جائیں گے۔ اگر مسلمانوں نے تمہارا راستہ روکنے کی کوشش کی تو کم از کم میری بہن کی خوش فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ میرے متعلق تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں چند دن تک ٹھیک ہو جاؤں گا۔ اگر میں اصفہان نہ پہنچ سکا تو بھی مجھے یہ اطمینان ضرور ہو گا کہ تم دشمن کی دسترس سے دور ہو۔"

یاسمین نے اُس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ اگر میں اصفہان جانا چاہوں تو مسلمان میرا راستہ نہیں روکیں گے لیکن میں اصفہان کی بجائے بہرہ شیر میں اپنے گھر کو زیادہ محفوظ سمجھتی ہوں اور کل صبح ہوتے ہی وہاں چلی جاؤں گی۔"

زربخت کچھ دیر سکتے کی حالت میں اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا۔ "مجھے معلوم نہ تھا
کہ فریبرز کی نواسی بھی ایران کے مستقبل سے مایوس ہو جائے گی۔"

"میں ایران کے مستقبل کے متعلق مایوس نہیں ہوں۔ مجھے صرف اُن لوگوں کی حالت پر
افسوس آتا ہے جو صبح کی روشنی میں آنکھیں کھولنا پسند نہیں کرتے۔ اگر آپ سمٹتی ہوئی تاریکیوں کے
ساتھ بھاگنا چاہتے ہیں تو میں آپ کا راستہ نہیں روک سکتی۔ میں اُس وقت کا انتظار کروں گی جب
تاریک راستوں کی ٹھوکریں آپ کو آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیں۔"

یاسمین یہ کہہ کر اُٹھی اور بھاگتی ہوئی برابر کے کمرے میں چلی گئی۔

زربخت نے شکست خوردہ ہو کر کاؤس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "کاؤس! خدا کے لئے انہیں سمجھاؤ۔
اب میں اپنے لئے کچھ نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ یہ کسی محفوظ جگہ پہنچ جائیں۔"

کاؤس نے اطمینان سے جواب دیا۔ "اگر آپ کو صرف ان کے متعلق پریشانی ہے تو میں
آپ سے یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ انہیں مدائن میں کوئی خطرہ نہیں۔"

زربخت نے تلملا کر کہا۔ "تم۔۔۔ تم ماہ بانو اور یاسمین کی حفاظت کا ذمہ لے رہے ہو؟"

کاؤس نے جواب دیا۔ "نہیں! اب ان کی حفاظت مسلمانوں کے سپہ سالار کی ذمہ داری ہے۔"

زربخت زہر کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اُس کا سارا وجود لرز رہا تھا۔ پھر اُس نے سنبھلنے کی کوشش
کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے معلوم نہ تھا کہ تم انہیں بہکانے کے لئے یہاں آئے تھے۔"

"نہیں زربخت! میں تمہیں ہلاکت کے راستے سے بچانے کے لئے یہاں لے آیا تھا اور
مجھے اس شخص نے یہاں بھیجا تھا جو اس دنیا میں تمہارا بہترین دوست ہے۔"

"زربخت نے کہا۔ "تم مسلمان ہو چکے ہو؟"

"ہاں مجھے اس بات پر فخر ہے کہ مجھے غرور، نفرت یا خوف نے سلامتی کا راستہ اختیار کرنے
سے نہیں روکا۔"

ماہ بانو نے اُٹھ کر زربخت کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اگر حق اور صداقت کا اعتراف کوئی جرم

ہے تو میں بھی اپنے آپ کو سزا کے لئے پیش کرتی ہوں۔"

"تم۔۔۔!" زربخت نڈھال سا ہو کر بستر پر لیٹ گیا۔

ماہ بانو دروازے کی طرف بڑھی لیکن پھر کچھ سوچ کر رُک گئی اور مُڑ کر زربخت کی طرف دیکھنے لگی۔
وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے چھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کاؤس کی طرف دیکھا اور اس کا اشارہ
پا کر دوبارہ بستر کے قریب آ گئی۔

"بھائی جان!" اُس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا اور اپنا لرزتا ہوا ہاتھ اُس کی پیشانی پر رکھ دیا۔

زربخت نے جواب دینے کی بجائے آنکھیں بند کر لیں۔

"بھائی جان! بھائی جان!" ماہ بانو کی آواز بھرّا گئی۔

زربخت نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ "میری بہن!" اُس
نے کہا۔ "اب میں سمٹتی ہوئی تاریکیوں کے ساتھ بھاگنے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

پھر وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا اور کاؤس کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "کاؤس اگر میں اپنی شکست کا اعتراف
کر لوں اور حسان کی نگاہوں سے اپنے مستقبل کا راستہ دیکھ سکوں تو کیا یہ ممکن ہے کہ ہمارے درمیان
نفرت کی دیواریں ٹوٹ جائیں گی؟"

کاؤس نے جواب دیا۔ "حسان آپ سے نفرت نہیں کرتا اور اگر آپ اپنے دل میں سلامتی
کا راستہ قبول کرنے کا حوصلہ پیدا کر سکیں تو اس کے لئے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہو سکتی ہے کہ
اُس نے جہانداد اور ماہ بانو کے بھائی کو ہلاکت سے بچا لیا ہے۔"

"نہیں نہیں" زربخت نے بد دل سا ہو کر کہا۔ "تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم اُس کے سامنے میرا
ذکر نہیں کرو گے۔ تم اُسے یہ نہیں بتاؤ گے کہ میں صرف مایوسی اور بے بسی کی حالت میں اپنا راستہ
تبدیل کر رہا ہوں۔ جب میں تندرست ہو جاؤں گا اور مدائن کے چوراہوں پر کھڑا ہو کر یہ اعلان کر
دوں گا کہ میں نے سلامتی کا راستہ دیکھ لیا ہے تو مجھے اس کا سامنا کرتے ہوئے شرم محسوس
نہیں ہو گی۔ لیکن ابھی نہیں۔"

کاؤس نے مضطرب ہو کر کہا۔ "قباد کے بیٹے! تمہارا معاملہ حسان کے ساتھ نہیں بلکہ اس کے خالق کے ساتھ ہے جس کی بارگاہ میں بے بسی اور ندامت کے آنسو رائیگاں نہیں جاتے جو اپنے بندوں کی عاجزی اور انکساری کو نوازتا ہے۔ حسان کو ہمیشہ اس بات کا یقین تھا کہ مستقبل کی سعادتیں تمہاری راہ دیکھ رہی ہیں اور وہ اس بات پر فخر کرے گا کہ جہانداد کا بھائی حق کے راستے میں اُس سے پیچھے نہیں رہا۔"

کاؤس اور زرنجت کی گفتگو کے دوران ماہ بانو کے چہرے پر کئی رنگ آ چکے تھے۔ وہ بار بار اپنے بھائی کی طرف دیکھتی اور اُسے ایسا محسوس ہوتا کہ اس گفتگو کے ہر جملے اور ہر لفظ کے ساتھ اُس کی آنکھوں کی روشنی اور چہرے کے سکون میں اضافہ ہو رہا ہے اور پھر ایک ساعت بعد جب کاؤس اُسے کلمہ توحید پڑھا رہا تھا تو ماہ بانو کی آنکھیں تشکر کے آنسوؤں سے لبریز ہو رہی تھیں۔ وہ اچانک اُٹھی، بھاگتی ہوئی دوسرے کمرے میں داخل ہوئی۔

"یاسمین! یاسمین!" اُس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "میرے بھائی نے اللہ کا دین قبول کر لیا ہے۔" اور یاسمین بے اختیار اُس سے لپٹ گئی۔



اگلی صبح ماہ بانو اور یاسمین نماز سے فارغ ہوئیں تو اُنہیں مکان سے باہر گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔

تھوڑی دیر بعد سہیل دروازے کے سامنے نمودار ہوا اور اُس نے دبی زبان میں کہا۔۔۔ "بھائی جان آئے ہیں۔"

ماہ بانو کا چہرہ مسرتوں سے لبریز ہو گیا اور اُس نے کہا۔ "انہیں اندر لے آؤ۔ میں اپنے بھائی کو جگاتی ہوں۔"

سہیل نے جواب دیا۔ "نہیں انہیں بے آرام نہ کریں۔ بھائی جان کے ساتھی باہر کھڑے ہیں۔ وہ جانے سے پہلے کاؤس سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ یہاں نہیں ہے۔

اب آپ اُن کی بات سُن لیں۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "کاؤس قرآن کا درس سُننے گیا ہے۔ ابھی واپس آ جائے گا۔ تم انہیں لے آؤ!"

سہیل نے کہا۔ "نہیں آپ آئیں اُنہیں جلدی ہے۔"

یاسمین نے کہا۔ "جاؤ ماہ بانو!"

"تم میرے ساتھ آؤ!" ماہ بانو نے اُٹھ کر اُس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

وہ کمرے سے باہر نکلیں۔ حسان اندرونی صحن کے دروازے میں کھڑا تھا۔ وہ انہیں دیکھ کر دو قدم آگے بڑھا اور بولا۔ "معاف کیجئے میں نے آپ کو بے وقت تکلیف دی۔ زرنجت کا کیا حال ہے؟"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "وہ ٹھیک ہیں۔ کل اُنہوں نے پہلی بار بستر سے اُٹھ کر صحن میں چکر لگایا تھا۔"

"میں زرنجت کی اجازت کے بغیر اندر آ گیا ہوں لیکن کاؤس یہاں نہیں تھا اور میں جانے سے پہلے ایک ضروری پیغام دینا چاہتا تھا۔"

ماہ بانو نے مسرت اور اضطراب کی حالت میں یاسمین کی طرف دیکھا اور پھر اچانک اس کی نگاہیں جھک گئیں۔

یاسمین نے کہا۔ "آپ کے لئے اس گھر کا دروازہ بند نہیں تھا۔ ماہ بانو کو یہ شکایت تھی کہ شاید آپ راستہ بھول گئے ہیں۔"

حسان نے جواب دیا۔ "ماہ بانو کو مجھ سے ایسی شکایت نہیں ہو سکتی۔ اگر مجھے زرنجت کی صحت کے متعلق اطمینان نہ ہوتا تو میں ضرور آتا۔"

ماہ بانو نے سوال کیا۔ "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"میں حیرہ جا رہا ہوں۔ امیر لشکر کا حکم ہے کہ میں عراق کا دورہ کروں اور مفتوحہ علاقوں کے انتظامات کے سلسلہ میں مقامی اہلکاروں کو مدد دوں۔ لشکر سے چند اور آدمی میرے ساتھ جا رہے ہیں۔"

ماہ بانو کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔ اُس نے بجھی ہوئی آواز میں کہا۔ "تو آپ ایک لمبے سفر پر جا رہے ہیں؟"

"ہاں اگر کسی محاذ پر ہماری ضرورت محسوس کی گئی تو ہم عراق کے بعد جزیرہ کے علاقوں کا دورہ کریں گے۔ مجھے رات کے وقت اچانک امیر لشکر کا حکم ملا تھا اور میں روانہ ہونے سے پہلے زرنجت کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ تندرست ہونے کے بعد مسلمانوں کے متعلق زرنجت کے خیالات کیا ہوں گے۔ لیکن میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لیجئے یہ امیر لشکر کا حکمنامہ ہے۔" حسان نے ایک لپٹا ہوا کاغذ ماہ بانو کو پیش کر دیا۔

ماہ بانو نے کہا۔ "اگر یہ حکمنامہ میرے بھائی کے لئے ہے تو آپ کو ان سے مل کر جانا چاہیئے۔ ٹھہرئیے میں ابھی آتی ہوں۔" وہ زرنجت کے کمرے کی طرف چل پڑی۔

حسان نے کہا۔ "نہیں نہیں ماہ بانو! موجودہ حالات میں شاید وہ میرے ساتھ بات کرنا پسند نہ کریں۔"

ماہ بانو نے ایک ثانیے کے لئے مڑ کر دیکھا اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی کمرے کے اندر چلی گئی۔

حسان کچھ دیر پریشانی اور اضطراب کی حالت میں کھڑا رہا اور پھر یاسمین کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ مسکرائی اور بولی۔ "آپ پریشان نہ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو تلوار نکالنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ماہ بانو کے بھائی کو آپ کا انتظار تھا۔"

"زرنجت کو میرا انتظار تھا؟"

"ہاں اور اُسے یہ شکایت ہے کہ آپ نے اتنے دن اُس کی خبر تک نہ لی۔ اب اپنے ساتھیوں کو پیغام بھیج دیجئے کہ آپ کو کچھ دیر رکنا پڑے گا۔"

حسان کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن اچانک اُس کی نگاہیں دروازے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ زرنجت ماہ بانو کے ساتھ کمرے سے نمودار ہوا۔ آہستہ آہستہ صحن کے درمیان پہنچ کر حسان کی طرف دیکھنے لگا۔ حسان نے آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلا دئیے اور اُسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ "زرنجت تمہیں باہر نہیں

آنا چاہیئے تھا۔ چلو اندر چلو!"

وہ کمرے میں داخل ہوئے اور حسان نے مڑ کر سہیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "سہیل تم جاؤ اور انہیں کہو کہ میں اگلی منزل پر اُن سے آملوں گا۔ میرا گھوڑا نوکر کے سپرد کر دو۔"

پھر اُس نے زرنجت کو سہارا دے کر بستر پر لٹانے کی کوشش کی لیکن اُس نے کہا۔ "نہیں، میں تمہارے سامنے بیٹھ کر باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ کرسیوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے۔ ماہ بانو اور یاسمین دروازے میں رک گئیں۔ زرنجت نے کہا۔ "ماہ بانو آؤ بیٹھ جاؤ۔ یاسمین تم بھی آجاؤ! میری اور حسان کی لڑائی ختم ہو چکی ہے۔ میں تمہارے سامنے اپنی شکست کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ جھجکتی ہوئی آگے بڑھیں اور سمٹ کر بستر کے ایک طرف بیٹھ گئیں۔

حسان نے کہا۔ "زرنجت! میری زندگی کی سب سے بڑی ناکامی یہ تھی کہ میں تمہیں ظلم اور جبر کی حمایت میں تلوار اُٹھانے سے نہ روک سکا۔ لیکن وہ رات جس کی تاریکی میں ہمارے راستے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے گزر چکی ہے اور اب اگر تم یہ کہہ سکو کہ تم نے صبح کی روشنی میں اپنے دوستوں اور دشمنوں کو پہچان لیا ہے تو میں یہ سمجھوں گا کہ میری ایک بہت بڑی آرزو پوری ہو چکی ہے۔"

زرنجت نے کہا۔ "حسان! اگر میں آج اس قدر کمزور نہ ہوتا تو تمہارے اطمینان کے لئے مدائن کی گلیوں اور بازاروں میں یہ اعلان کرتا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔"

حسان کا چہرہ مسرت سے چمک اُٹھا۔ اُس نے کہا۔ "زرنجت! تم میری خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتے لیکن میرے لئے یہ خوشخبری غیر متوقع نہیں۔ مجھے ہمیشہ اس بات کا یقین تھا کہ کسی دن ہمارے راستے ایک دوسرے سے آملیں گے اور تمہارے لئے سعد بن ابی وقاص کا یہ خط اس بات کا ثبوت ہے۔ مجھے یقین تھا کہ تم مجھے اُن کے سامنے شرمسار نہیں کرو گے۔"

"سعد بن ابی وقاص کا خط!... میرے لئے؟" زرنجت نے حسان کے ہاتھ سے خط پکڑتے ہوئے کہا۔ "انہوں نے کیا لکھا ہے؟"

"انہوں نے حکم دیا ہے کہ تم تندرست ہوتے ہی اپنے علاقے کا انتظام سنبھال لو!"

"انہوں نے میرے خیالات معلوم کئے بغیر یہ حکم دے دیا ہے؟"

"میں نے اس بات کا ذمہ لیا تھا کہ تم اگر اپنے لئے نہیں تو کم از کم ان کاشتکاروں کی بھلائی کے لئے اس حکم کی تعمیل سے انکار نہیں کروگے جو ابھی تک تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ جب تم اپنی بستی میں جاؤ گے تو وہاں ایک نئے انقلاب کے اثرات دیکھ کر تمہیں یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ دینِ اسلام عدل و مساوات کے متلاشیوں کی پہلی ضرورت ہے۔"

زرنجت نے کہا۔ "اگر میں اسلام قبول نہ کرتا اور اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیتا تو کیا پھر بھی مجھے دوسرے جنگی قیدیوں سے بہتر سلوک کا مستحق خیال کیا جاتا؟"

"ہاں اس صورت میں بھی امیرِ لشکر کے سامنے تمہارے متعلق ایک ادنیٰ مسلمان کا یہ کہہ دینا کافی ہوتا کہ تمہارا گھر بے بس اور مظلوم لوگوں کی جائے پناہ تھا جب تم اپنی بستی چھوڑ کر بھاگ رہے تھے تو میں اس قسم کا حکم تمہارے والد کے لئے لایا تھا لیکن بدقسمتی سے مجھے تم سے بات کرنے کا موقع نہ ملا۔"

زرنجت کچھ دیر خاموشی سے حسان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا۔ "کاؤس، یاسمین اور میری بہن ماہ بانو اس بات کی گواہ ہیں کہ میں نے کسی لالچ یا خوف سے اپنا راستہ تبدیل نہیں کیا۔ اگر میرے ماضی کو دیکھتے ہوئے بھی تم مجھ سے کسی بھلائی کی توقع رکھ سکتے ہو تو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ میرے لئے دُعا کرو کہ میں ماضی کی کوتاہیوں کا کفّارہ ادا کر سکوں۔"

حسان مسکرایا۔ "میرا خیال ہے کہ تمہارے لئے میری دُعائیں قبول ہو چکی ہیں۔"

یاسمین نے جھجکتے ہوئے حسان کی طرف دیکھا اور کہا۔ "آپ کی دُعائیں ہم سب کے لئے قبول ہو چکی ہیں۔ لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ ماہ بانو کے لئے کیا حکم لائے ہیں؟"

حسان نے پریشان سا ہو کر زرنجت کی طرف دیکھا اور یاسمین قدرے توقف کے بعد بولی۔

"بھائی جان! ماہ بانو بھی مسلمان ہو چکی ہے۔ ہم دونوں مسلمان ہو چکی ہیں۔"

حسان مسکرایا۔ "مجھے معلوم تھا کہ تم مسلمان ہو چکی ہو اور زرنجت کے متعلق میرے اطمینان کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔"

"آپ کو معلوم تھا؟" یاسمین نے حیران سی ہو کر پوچھا۔

"ہاں۔ کاؤس نے سہیل کو یہ خوشخبری سنائی تھی اور سہیل نے مجھے بتا دیا تھا۔"

یاسمین نے کہا۔ "لیکن آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ میں نے پوچھا تھا کہ آپ ماہ بانو کے لئے کیا حکم لائے ہیں؟"

ماہ بانو تلملا کر اُٹھی اور یاسمین کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی کمرے سے باہر لے گئی۔

حسان کچھ دیر پریشانی کی حالت میں زرنجت کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ "زرنجت! اب تم آرام کرو اور مجھے اجازت دو!"

"نہیں ابھی ٹھہرو!" زرنجت نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

حسان بیٹھ گیا اور کچھ دیر وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر زرنجت نے کہا۔ "حسان! یاسمین نے تمہارے ساتھ مذاق نہیں کیا تھا بلکہ مجھے اپنی بہن کے متعلق اپنی ذمہ داری کا احساس دلانے کی کوشش کی ہے۔ یہ سوال مجھے پوچھنا چاہیئے تھا کہ تم نے ماہ بانو کے متعلق کیا سوچا ہے؟"

حسان نے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔ "کیا مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہے؟"

"نہیں اب تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں لیکن تم واپس کب آؤ گے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ ہمارے لشکر کے امیر پیشقدمی کے لئے امیر المومنین کے احکام کا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے پیشقدمی کی اطلاع ملتے ہی واپس آنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے میں مدائن آنے کی بجائے سیدھا محاذ پر چلا جاؤں۔ لیکن جب تک کسی نئے محاذ پر جنگ شروع نہیں ہوتی میں عراق میں اپنا کام جاری رکھوں گا۔ اگر اس عرصہ میں تم اپنے گاؤں میں پہنچ گئے تو ہو سکتا ہے کہ کسی دن میں بھی وہاں آ جاؤں۔"

"اور اب تم سیدھے حیرہ جا رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"طبیب کہتا تھا کہ میں اس مہینے کے اختتام تک گھوڑے کی سواری کے قابل ہو جاؤں گا اور اب میری کوشش یہ ہوگی کہ میں جلد از جلد اپنے گاؤں پہنچ جاؤں۔ اگر تمہیں ماہ بانو کے مستقبل کے متعلق اس کے بھائی کا فیصلہ منظور ہے تو تم اگلے چاند کے دسویں روز وہاں آجاؤ۔ کہو حسان! تم ہمارے گاؤں کا راستہ تو نہیں بھول جاؤ گے؟"

"نہیں دوست! تمہارے گاؤں کا راستہ میں نے اُس وقت دیکھا تھا جبکہ میرے سامنے بھیانک تاریکیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔" حسان نے اُٹھ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

زربخت اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھا اور اُس کے ساتھ بغلگیر ہو گیا۔

"میرے محسن! میرے دوست! میرے بھائی! خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔" حسان نے کہا۔ اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

ماہ بانو اور یاسمین صحن میں کھڑی تھیں۔ حسان دیوار کے قریب پہنچ کر رُکا اور مُڑ کر دیکھتے ہوئے بولا۔ "یاسمین! اِدھر آؤ!"

وہ شرماتی ہوئی آگے بڑھی۔ حسان نے کہا۔ "یاسمین! میں تمہارا شکر گزار ہوں اور تم ماہ بانو کو یہ پیغام دے سکتی ہو کہ میں اُن کے گاؤں کا راستہ نہیں بھولوں گا۔" پھر وہ تیزی سے قدم اُٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔

یاسمین مُسکراتی ہوئی ماہ بانو کی طرف متوجہ ہوئی اور اُس نے آگے بڑھ کر سوال کیا۔ "یاسمین! وہ کیا کہتے تھے؟"

"میں نہیں بتاؤں گی۔" اُس نے سنجیدہ ہو کر جواب دیا۔

"خدا کے لئے بتاؤ!" ماہ بانو اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی کمرے کے اندر لے گئی۔

یاسمین نے ایک شرارت آمیز تبسم کے ساتھ اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "وہ کہتے تھے کہ میں ماہ بانو کے گاؤں کا راستہ نہیں بھولوں گا۔ جانتی ہو اس کا مطلب کیا ہے؟ اِس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ اپنے گاؤں جا رہی ہو اور وہ بھی وہاں پہنچ جائیں گے۔ اُنہوں نے میرا شکریہ ادا کیا تھا۔ اب تم یہ سمجھ سکتی ہو کہ وہ کس بات پر اتنے خوش نظر آتے تھے۔ ماہ بانو تمہارے مستقبل کا

فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب تمہیں میری وکالت کی ضرورت نہیں رہی۔ میں آج ہی اپنے گھر چلی جاؤں گی۔"

دوسرے کمرے سے زربخت کی آواز سُنائی دی۔ "ماہ بانو! ماہ بانو!"

"آتی ہوں بھائی جان!" ماہ بانو نے جلدی سے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے جواب دیا۔



زربخت تکئے کے سہارے بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ ماہ بانو جھجکتی ہوئی اندر داخل ہوئی اور اُس کے ہاتھ کا اشارہ پا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ زربخت کچھ دیر خاموشی سے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "ماہ بانو! زندگی کے راستے میں کبھی کبھی ایسے موڑ بھی آجاتے ہیں کہ ہمیں مہینوں اور برسوں کی منازل گھڑیوں میں طے کرنا پڑتی ہیں۔ حسان جا رہا تھا اور میں نے اچانک یہ محسوس کیا کہ اب مجھے اپنی زندگی کی ایک اہم ذمہ داری سے غفلت نہیں برتنی چاہیئے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اگلے چاند کی دسویں تاریخ کو تمہاری شادی کر دی جائے۔ بولو! تمہیں اس فیصلے پر کوئی اعتراض تو نہیں؟" وہ مسکرا رہا تھا اور ماہ بانو کی نگاہیں زمین پر گڑی جا رہی تھیں۔

"میں چاہتا ہوں کہ ہم اس ماہ کے اختتام تک اپنے گاؤں پہنچ جائیں۔ لیکن تم نے مجھے جواب نہیں دیا۔ میرا فیصلہ درست ہے نا؟"

ماہ بانو نے سر اُٹھا کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور اُس کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو گئے۔ زربخت نے آگے جُھک کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میری بہن! میں ہمیشہ تمہارے چہرے پر مسکراہٹیں دیکھتا تھا۔ مجھے تمہارے لئے مرمریں ایوانوں کی تلاش تھی۔ لیکن میں نے آگ کے انگاروں کو پھول سمجھ لیا تھا۔ میری شکست اور میری ناکامی ایک فریب خوردہ انسان کی شکست اور ناکامی تھی لیکن کاش میں اس بات کا احساس کر سکتا کہ میری خود فریبی نے تمہارے راستے میں بھی کانٹے بچھا دئے ہیں۔ ماہ بانو! مجھے معاف کر دو۔ مجھے تم کو اپنے مقدر کی تاریکیوں کی طرف دھکیلنے کا کوئی حق نہ تھا۔"

ماہ بانو نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔ "مجھے آپ سے کوئی شکایت

نہیں۔ کیا یہ میری خوش قسمتی نہیں کہ میرا بھائی مجھے واپس مل گیا ہے؟"

وہ بولا "تم اس سے زیادہ خوش قسمت ہو ماہ بانو! تم اس شریف اور بہادر انسان کی رفیقۂ حیات بننے والی ہو جس کے ضمیر کی روشنی نے مجھے ہلاکت سے بچا لیا ہے۔"

ماہ بانو اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی لیکن اچانک کچھ سوچ کر رُک گئی اور زربخت کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ "بھائی جان! آپ نے یاسمین کے متعلق کیا سوچا ہے؟"

زربخت کچھ دیر خاموشی سے ماہ بانو کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اُس کے اُداس چہرے پر مسکراہٹیں پھیل گئیں۔

"ماہ بانو! میں تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ میں نے یاسمین کو ہمیشہ اپنے تخیل کے آسمانوں میں دیکھا ہے۔ جب میں گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا تو بھی میری زندگی کا کوئی لمحہ اُس کی یاد سے خالی نہ تھا۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ شہرت اور کامرانی کے آخری زینے پر قدم رکھنے کے بعد میں فریبرز کی نواسی کو یہ پیغام دے سکوں گا کہ اب میں کسی شرم و ندامت کے بغیر تمہاری تمنا کر سکتا ہوں۔ پھر وہ زینہ ٹوٹ گیا اور میں نے محسوس کیا کہ ہمارے درمیان وہ پہاڑ اور دریا حائل ہو گئے ہیں جنہیں عبور کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ میں قید سے رہا ہوا تو دنیا بدل چکی تھی۔ تاہم مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ میں ایک بے بس اور نادار انسان کی حیثیت سے یاسمین کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں۔ میں نے یہ سمجھا کہ شاید قدرت نے مجھے اپنے مقدر کی پستیوں سے اُبھرنے کا ایک اور موقع دیا ہے۔ دوبارہ فوج میں شامل ہونے کے بعد میں ماضی کی اس کوتاہی کا ازالہ کرنا چاہتا تھا جس کی بھیانک گہرائیوں میں میری اُمیدیں اور آرزوئیں دم توڑ رہی تھیں۔ لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ میں پھر ایک بار سمٹتی ہوئی تاریکیوں کے ساتھ بھاگ رہا ہوں۔ اب مجھے یہ اعتراف کرتے ہوئے ندامت محسوس نہیں ہوتی کہ میں اپنے راستے کی آخری دیوار کے ساتھ ٹکرا کر واپس آ رہا ہوں۔ ماہ بانو! تم یاسمین کو یہ پیغام دے سکتی ہو، اگر وہ مجھے قابلِ نفرت نہیں سمجھتی۔ اگر وہ فریب خوردہ انسان کے ماضی کی کوتاہیوں کو فراموش کر سکتی ہے تو میں یہ سمجھوں گا کہ میں نے سب کچھ کھونے کے بعد سب کچھ پا لیا ہے۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "آپ نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جو یاسمین کو معلوم نہ ہو۔ لیکن ابھی تک آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"میں تمہیں اس سے زیادہ اور کیا بتا سکتا ہوں کہ اگر یاسمین مجھ پر اعتماد کر سکتی ہے تو میں اسے مایوس نہیں کروں گا۔"

"بھائی جان! میں یہ پوچھ رہی ہوں کہ آپ کی شادی کب ہوگی؟"

زربخت نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن تم تو یہ کہہ رہی تھیں کہ وہ بہرہ شیر جا رہی ہے۔"

"آپ کو یہ خیال کیسے آیا کہ وہ جا رہی ہے؟"

"اور تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ جب ہم اپنے گاؤں جائیں گے تو وہ ہمارے ساتھ نہیں ہوگی۔ جاؤ اُسے کہو کہ اگر وہ مجھے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیتی ہے تو میں اپنی بہن کو اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ وہ اس مہینے کے اختتام سے پہلے ہماری شادی کی تاریخ مقرر کر دے۔ لیکن مجھے تم سے ایک گلہ رہے گا؟"

"وہ کس بات کا؟"

زربخت مسکرا دیا۔ "میں گزشتہ آٹھ پہر سے یہ سوچ رہا تھا کہ ابھی تک ایک دُور اندیش بہن کو اپنے نادان بھائی کے متعلق اپنی ذمہ داری کا احساس کیوں نہیں ہوا؟"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "دُور اندیش بہن کو یہ معلوم نہ تھا کہ اُس کا نادان بھائی آٹھ پہر میں اتنی منازل طے کر چکا ہے۔ اب میرا فیصلہ یہ ہے کہ یاسمین کا ونش کے ساتھ بہرہ شیر چلی جائے اور آپ کے صحت یاب ہوتے ہی شادی کی رسومات ادا کر دی جائیں۔ کیا میں اُمید رکھوں کہ آپ ایک ہفتہ تک تندرست ہو جائیں گے؟"

زربخت نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ایک ہفتہ تک میں تیر کر دریا عبور کرنے کے قابل ہو جاؤں گا۔ مجھے صرف یہ افسوس ہے کہ حسان یہاں نہیں ہوگا اور میں اُس کے دوستوں میں سے

طبیب کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہم گاؤں پہنچ کر شادی کی دعوت کا انتظام کریں گے۔ اب میں طبیب سے درخواست کروں گا کہ وہ حسان کے چند دوستوں کو بلا لے۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "بھائی جان! یہ کام کاؤس بھی کر سکتا ہے۔ مسلمانوں کے لشکر کے کئی سالار اسے جانتے ہیں اور مدائن میں آپ کو ایسے دوست بھی مل جائیں گے جو مسلمان ہو چکے ہیں۔"

زربخت نے کچھ سوچ کر کہا۔ "کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ تم یاسمین سے پوچھ لو!"

ماہ بانو مسکرائی۔ "میں اس سے پوچھ چکی ہوں بھائی جان! وہ آپ سے یہ نہیں کہے گی کہ شادی کے موقع پر سارا لشکر ہمارے گھر جمع ہونا چاہیے۔"

باب ۲۵

ایک صبح بستی کے لوگ ایک دوسرے کو یہ خبریں سنا رہے تھے:

"زربخت آ گیا ہے۔" "زربخت مسلمان ہو چکا ہے۔" "اس کی بہن اور اس کی دلہن بھی ساتھ آئی ہے۔"

پھر ایک ساعت کے اندر اندر گاؤں کی ساری آبادی اس کے گھر میں جمع ہو چکی تھی۔ جوان اور بوڑھے باہر کشادہ صحن میں اس کے ساتھ بغلگیر ہو رہے تھے اور اندر ماہ بانو اور یاسمین کے گرد عورتوں کا میلہ لگا ہوا تھا۔

آس پاس کی بستیوں میں قباد کے بیٹے کی آمد کی خبر پہنچی تو وہاں سے بھی عورتوں اور مردوں کے قافلے اس کے گھر کا رخ کرنے لگے۔ وہ چرواہے اور کسان جو اپنے ایرانی آقاؤں کو دور سے سلام کر لینا بھی ایک کارنامہ سمجھتے تھے اب ایک نئے سانچے میں ڈھل چکے تھے اور زربخت ان کے چہروں کا اطمینان اور آسودگی دیکھ کر یہ محسوس کرتا تھا کہ اب یزدگرد بھی اس گاؤں میں آ جائے تو یہ لوگ اس کے ساتھ برابر بیٹھنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کریں گے۔ اسے خود بھی ان کے ساتھ بیٹھتے اور باتیں کرتے ہوئے ایک راحت محسوس ہوتی تھی اور وہ اپنی ذہنی کایا پلٹ پر حیران تھا۔

دوپہر کے وقت ایک بوڑھا آدمی حویلی میں داخل ہوا اور گاؤں کے لوگوں نے زربخت کو بتایا کہ یہ بزرگ بحرین کے رہنے والے ہیں اور گزشتہ آٹھ ماہ سے ہمیں اسلام کی تعلیم دے رہے ہیں۔ زربخت اس کی تعظیم کے لئے اٹھا۔ عمر رسیدہ آدمی نے بے تکلفی سے مصافحہ کرنے کے بعد اس کے قریب بیٹھتے

ہوئے کہا۔ "میرا نام عدی ہے اور اِس گاؤں کے لوگوں کی طرح مجھے بھی آپ کا انتظار تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے سلامتی کا راستہ دیکھ لیا ہے اور آپ کے متعلق حسان کی اُمیدیں پُوری ہوئی ہیں۔ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ قباد کا بیٹا دیر تک اسلام سے دُور نہیں رہ سکتا۔ آپ کے علاقے کا ہر آدمی یہی کہتا تھا کہ ایک نہ ایک دن آپ ضرور واپس آ جائیں گے۔"

زربخت نے کہا۔ "میں بہت عرصہ تاریک راستوں پر بھٹکنے کے بعد واپس آیا ہوں۔ آپ میرے لئے دُعا کریں۔"

عدی نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا شروع کی اور حاضرین اُس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ دُعا سے فارغ ہونے کے بعد عدی کچھ دیر اور زربخت کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ پھر حویلی سے باہر عصر کی نماز کی اذان سُنائی دی اور زربخت لوگوں کے ہجوم کے ساتھ وہاں سے چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے مکان سے کوئی دو سو قدم کے فاصلے پر ایک چھپّر کے نیچے نمازیوں کی صف میں کھڑا تھا۔ یہ چھپّر جس کے چاروں طرف مٹی کی دیوار تعمیر کر دی گئی تھی اس گاؤں کی پہلی مسجد تھی اور اُس کے اندر اتنے ہجوم کے لئے جگہ نہ تھی۔ چنانچہ کئی صفیں مسجد سے باہر کھڑی تھیں۔

زربخت نے نماز سے فارغ ہوتے ہی یہ اعلان کیا کہ ہمیں نماز کے لئے ایک کشادہ عمارت کی ضرورت ہے اور اگلے روز بستی کے لوگ مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر چکے تھے۔

پانچویں روز شام کے وقت ماہ بانو مکان کی چھت پر کھڑی تھی۔ اچانک اُسے گرد آلود اُفق کے اُوپر ہلکی ہلکی بدلیوں کے درمیان پہلی رات کے چاند کی مسکراہٹیں دکھائی دیں اور اُس نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دئے۔ تھوڑی دیر بعد یاسمین زینے سے نمودار ہوئی اور اُس نے آگے بڑھ کر کہا۔ "چاند کافی بڑا معلوم ہوتا ہے ماہ بانو! اگر کل بادل نہ ہوتے تو یقیناً نظر آ جاتا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ بادل ہوں۔ ممکن ہے کہ حسان نے ایک دن پہلے دیکھ لیا ہو اور تمہارے انتظار کی مدت ایک دن کم ہو جائے۔ ویسے بھی اگر وہ سمجھ سے کام لیں تو انہیں دو تین دن پہلے پہنچ جانا چاہیئے۔ صبح کاؤس تمہارے بھائی جان سے کہہ رہا تھا کہ حیرہ سے کوئی آدمی پڑوس کے گاؤں میں اپنے رشتہ داروں سے ملنے آیا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ مسلمان مدائن سے

آگے بڑھنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور اسلام کے مبلغ نومسلم قبائل کو جہاد کے لئے تیار رہنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ کاؤس کا خیال ہے کہ اگر مدائن کے لشکر نے پیشقدمی کی تو جو لوگ حسان کے ساتھ عراق کا دَورہ کر رہے ہیں ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو ایک لمحہ کے لئے بھی میدانِ جنگ سے دُور رہ سکے۔ ہو سکتا ہے کہ اُنہیں تنہا آنا پڑے۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تمہارے بھائی جان نے کہا تھا کہ میں حسان کی بستی کے تمام آدمیوں کو یہاں بُلا لوں گا۔"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "تمہیں یہ کیسے خیال آیا کہ اگر جنگ شروع ہو گئی تو وہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر یہاں پہنچ جائیں گے؟"

یاسمین نے پیار سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میری بہن! تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ ضرور آئیں گے۔"

ماہ بانو نے اطمینان سے کہا۔ "یاسمین! اگر وہ جہاد کے لئے جا رہے ہیں تو میرے لئے اُن کا انتظار تکلیف دہ نہیں ہوگا۔ میں اُن کے لئے فتح اور سلامتی کی دُعائیں کر سکتی ہوں لیکن یہ خواہش نہیں کر سکتی کہ وہ میری خاطر جہاد کا راستہ چھوڑ دیں۔"

یاسمین نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "ماہ بانو! تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری شادی پر میرا تحفہ کیا ہوگا؟"

"مجھے تمہاری دُعاؤں سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

"اگر میں دُعاؤں کے علاوہ بھی تمہیں کچھ دینا چاہوں تو تم انکار تو نہیں کرو گی؟"

"لیکن بتاؤ تو سہی۔"

"پہلے وعدہ کرو کہ تم انکار نہیں کرو گی۔"

"اچھا میں وعدہ کرتی ہوں۔" ماہ بانو مسکرا رہی تھی۔

"میں مدائن میں اپنا مکان تمہارے حوالے کرنا چاہتی ہوں۔"

ماہ بانو کچھ دیر خاموشی سے اُس کی طرف دیکھتی رہی۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "لیکن وہ محل میری

ضرورت سے بہت بڑا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ حسان اتنا قیمتی تحفہ لینا پسند کرے گا۔"

"اُسے منانا ہمارا کام ہے۔"

"لیکن یہ بھی تو ضروری نہیں کہ وہ بہرہ شیر میں رہیں۔"

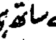
"میں نے یہ نہیں کہا کہ میرا تحفہ قبول کرنے کے بعد تمہارے لئے بہرہ شیر میں رہنا بھی ضروری ہوگا۔ وہ مکان تمہارا ہے اور مجھے اُس سے کوئی سروکار نہیں کہ تم اُسے فروخت کرتی ہو یا اپنے پاس رکھتی ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہاں تمہارے بھائی کا گھر تمہارے لئے تنگ ہوگا۔ اس کا ایک حصہ ہر وقت تمہارے لئے خالی رہے گا۔ وہ گھر جو مجھے بہت پسند تھا اصفہان کے قریب ہے۔ وہاں پہاڑوں پر برف گرتی ہے۔ ٹھنڈے اور شفاف پانی کی ندیاں بہتی ہیں اور جب خزاں کے بعد بہار آتی ہے تو وادیاں پھولوں سے مہک اُٹھتی ہیں۔ ہمارے باغوں کے سیب اور انگور بہت لذیذ تھے۔ ماہ بانو! مجھے یقین ہے کہ جب اصفہان فتح ہوگا تو میں وہاں جاؤں گی اور تم میرے ساتھ ہوگی گرمیوں کے موسم میں ہم سیب کے درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر پرانے وقتوں کی باتیں کریں گی۔ میں حسان بھائی سے وعدہ لوں گی کہ وہ گرمیوں کا موسم ہمارے ساتھ اصفہان میں گزاریں۔"

"مجھے یقین ہے کہ کسی دن تمہاری یہ خواہش ضرور پوری ہوگی۔ لیکن ابھی اصفہان بہت دور ہے۔"

"نہیں" یاسمین نے کہا۔ "پہلی رات کے چاند کو پورا چاند بنتے دیر نہیں لگتی۔ لیکن تم درست کہتی ہو۔ اس وقت ہمیں صرف دسویں رات کے چاند کا انتظار کرنا چاہیئے۔" وہ ہنس رہی تھی۔

ماہ بانو نے آسمان کی طرف دیکھا تو چاند بادل کی آغوش میں جا چکا تھا۔

"اب چلو" یاسمین نے اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔



چاند کی دسویں تاریخ طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی زربخت کے گھر مہمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی لیکن دوپہر تک حسان کے متعلق کوئی اطلاع نہ ملی۔ زربخت کی بے چینی میں ہر آن اضافہ ہو رہا تھا۔

گاؤں کی لڑکیاں چھت پر کھڑی اُس کی راہ دیکھ رہی تھیں۔ معمر عورتیں ایک کشادہ کمرے میں ماہ بانو کے گرد بیٹھی دولہا کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔ یاسمین کبھی دبی زبان میں ماہ بانو کو تسلیاں دینے کی کوشش کرتی اور کبھی مضطرب ہو کر اٹھتی اور عورتوں کے ہجوم سے نکل کر چھت پر جا پہنچتی۔ اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آج سورج کی رفتار تیز ہو گئی ہے۔ لیکن جب وہ چوتھی بار اُٹھ کر باہر جانے لگی تو ماہ بانو نے اُس کا دامن پکڑتے ہوئے کہا۔ "یاسمین! خدا کے لئے بیٹھ جاؤ۔"

"لیکن میں بہت پریشان ہوں ماہ بانو۔"

"مجھے معلوم ہے تم بہت پریشان ہو۔"

یاسمین بیٹھ گئی اور پھر قدرے توقف کے بعد اُس نے دبی زبان میں سوال کیا۔ "ماہ بانو سچ کہو تم پریشان نہیں ہو؟"

"نہیں" اُس نے اطمینان سے جواب دیا۔

"لیکن اگر وہ آج نہ آئے تو؟"

"اگر وہ نہ آئے تو اس میں بھی اللہ کی کوئی مصلحت ہوگی۔"

یاسمین کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ایک لڑکا بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا اور اُس نے کہا۔ "وہ آ رہے ہیں۔ وہ گاؤں کے قریب پہنچ چکے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد معمر خواتین اور کمسن لڑکیاں جنہوں نے مکان کی چھت اور باہر کے چبوترے سے ایک مختصر سی برات کو حویلی میں داخل ہوتے دیکھا تھا اپنے اپنے تاثرات بیان کر رہی تھیں کوئی دولہا کے قد و قامت اور خد و خال پر تبصرہ کر رہی تھی اور کوئی اس بات پر حیران تھی کہ دولہا کے ساتھ صرف پندرہ آدمی آئے ہیں۔ کوئی اس بات پر مسرت کا اظہار کر رہی تھی کہ لشکر کے چند نامور سردار اُن کے ساتھ ہیں۔

لیکن ماہ بانو کو اپنے گرد و پیش کا کوئی ہوش نہ تھا۔ وہ کہیں دور اپنے سپنوں کی حسین وادیوں میں پہنچ چکی تھی۔ اور اُس کا چہرہ اس ذہنی سکون کا آئینہ دار تھا جو تھکے ہارے مسافروں کو منزل مقصود

دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

پھر جب ایجاب و قبول کی رسم ادا ہو چکی تھی۔ مہمان عورتیں اُسے مبارکباد اور دعائیں دینے کے بعد رخصت ہو چکی تھیں اور اس کے کمرے میں یاسمین کے سوا کوئی نہ تھا تو زربخت مسکراتا ہوا دروازے کے سامنے نمودار ہوا اور جھانکنے کے بعد ایک طرف ہٹ گیا۔ حسان کمرے میں داخل ہوا۔ "میری مبارکباد قبول فرمائیے بھائی جان!" یاسمین یہ کہہ کر اٹھی اور باہر نکل گئی۔

ماہ بانو کی گردن جھکی جا رہی تھی۔ حسان نے چند ثانیے توقف کے بعد آگے بڑھ کر کہا۔ "ماہ بانو!" اُس نے جھجکتے ہوئے نیم وا آنکھوں سے حسان کی طرف دیکھا۔ اور پھر گردن جھکا دی۔

"ماہ بانو! میرے ساتھی جا رہے ہیں۔"

"کہاں؟" اُس نے چونک کر سوال کیا اور اُس کی مضطرب نگاہیں حسان کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔

"ہمیں حیرہ سے اچانک مدائن پہنچنے کا حکم ملا تھا۔"

"اور آپ؟" ماہ بانو اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔

"مجھے چار دن یہاں ٹھہرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ میں مدائن جانے کی بجائے سیدھا جلولا کا رُخ کروں گا۔ اب میں اور تمہارا بھائی انہیں رخصت کرنے کے لئے دریا تک جا رہے ہیں۔ مجھے اجازت ہے نا؟"

ماہ بانو کے چہرے پر مسکراہٹیں پھیل گئیں۔ اُس نے پوچھا۔ "سہیل کہاں ہے؟"

"وہ میرے ساتھ آیا ہے۔ ابھی بھیجتا ہوں۔"

"وہ یہاں ٹھہرے گا؟"

"نہیں وہ جا رہا ہے۔"

O

دریا کے کنارے عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد حسان کے ساتھی کشتیوں پر سوار ہو گئے جب

کشتیاں دوسرے کنارے پہنچ گئیں تو حسان نے ریت پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "زربخت گھوڑے بھیج دو۔ ہم پیدل جائیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد کاؤس اور گاؤں کے دوسرے لوگ جا چکے تھے اور حسان اور زربخت ریت پر بیٹھے شام کی خوشگوار فضا کا لطف اُٹھا رہے تھے۔ حسان کسی گہرے خیال میں دریا سے آگے گرد آلود اُفق پر دیکھ رہا تھا اور زربخت سر جھکائے نرم ریت پر اپنے ہاتھ سے لکیریں کھینچ رہا تھا۔

"زربخت!" حسان نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "یہ دریا کتنے انقلاب دیکھ چکا ہے اور گزشتہ چند سال میں انسانیت کی کتنی عظمتیں تھیں جو اس کے ساحل کی ریت پر اپنے نشان چھوڑ گئی ہیں اگر ہمیں فرصت ملی تو ہم کسی دن جزیرہ کی حدود سے کشتی پر سوار ہو کر فرات کے دہانے تک سفر کریں گے۔ اور میں تمہیں اس دریا کے کنارے وہ مقدس مقامات دکھاؤں گا جہاں کفر و اسلام کی عظیم جنگیں لڑی گئی تھیں۔ نمار، بویب، قادسیہ اور دوسرے کئی میدانوں کا نقشہ اس وقت بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے اگر قدرت کا کوئی معجزہ فرات کی لہروں کو قوت گویائی عطا کر سکتا تو اُن کی زبان پر بار بار ان جری انسانوں کے نام آتے جنہوں نے ان میدانوں میں اسلام کے پرچم بلند کئے تھے اور جن کی رفاقت کے لمحات میری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ جب میں یہاں سے نکلا تھا تو میرے سامنے مایوسی کی تاریکیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ عراق کی حدود سے باہر نکلنے کے بعد مجھے صرف اتنا اطمینان تھا کہ اب ہرمز کے ہاتھ میری شاہرگ تک نہیں پہنچ سکیں گے اور میں غریب الوطنی اور بیچارگی کی حالت میں زندگی کے باقی دن پورے کر سکوں گا لیکن جب میں نے مثنیٰ بن حارثہ کو دیکھا تو میری دنیا اُمیدوں اور ولولوں سے لبریز ہو گئی۔ پھر میں اس قافلے میں شامل ہو چکا تھا جس کے نقیب کی نگاہیں فرات اور دجلہ سے آگے دیکھ رہی تھیں۔ اُس وقت مجاہدوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کا کسریٰ کی عظیم سلطنت کے ساتھ ٹکر لینا ایک مذاق معلوم ہوتا تھا اور اگر میں صرف ایک سپاہی کے ذہن سے سوچتا اور میری نگاہیں صرف ظاہری اسباب تک جا سکتیں تو شاید میں بھی یہی کہتا کہ یہ ایک دیوانگی ہے لیکن عزم و یقین کے اس پیکر نے میری نگاہوں کے زاویے

بدل دیئے تھے۔ صبح کے ستارے کی جھلملاہٹ رات کے مسافروں کو طلوعِ سحر کی بشارت دیتی ہے اور میں نے مثنیٰ ابن حارثہ کی نگاہوں میں وہ روشنی دیکھی تھی جس کے سامنے ظلم اور وحشت کی تاریکیاں سمٹنے والی تھیں۔ اب وہ عظیم راہنما جس نے قافلہ حجاز کو عراق کا راستہ دکھایا تھا اس دُنیا میں نہیں ہے۔ لیکن وہ روشنی کبھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوگی۔ جب ہم نے مدائن میں کسریٰ کا لشکر دیکھ کر دریا میں گھوڑے ڈال دیئے تھے تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا مثنیٰ اور اُن کے اولوالعزم ساتھیوں کی ارواح قصرِ ابیض کے دروازے پر ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔"

زربخت نے کہا۔ "میں کاؤس سے اُس کے عزم و استقلال کی داستانیں سُن چکا ہوں اور میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش میں بھی تمہارے ساتھ ہوتا۔ جب مدائن میں یہ خبر پہنچی تھی کہ بحرین کے ایک رئیس نے ایران کے خلاف جنگ شروع کر دی ہے تو ہمیں حیرت ہوئی تھی۔ ہمیں یقین نہیں آتا تھا کہ مسلمان کسریٰ کی عظیم سلطنت کے ساتھ ٹکر لینے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ لیکن جب خالدؓ بن ولید نے اسلامی لشکر کی کمان سنبھالی تو ہم نے پہلی بار اس مسئلہ پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت محسوس کی۔ اس عظیم سپاہی کی شہرت کسریٰ کے دربار تک پہنچ چکی تھی۔ تاہم مسلمانوں کے لشکر کی تعداد کے پیشِ نظر ایران کے فوجی سردار یہ سوچنے کے لئے تیار نہ تھے کہ وہ ایران کے لئے کوئی بڑا خطرہ پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن انہوں نے پہلے معرکے میں ہی ہماری آنکھیں کھول دیں۔ پھر جب وہ ہمارے لشکر کو پے در پے شکستیں دینے کے بعد اچانک شام کے محاذ پر چلے گئے تو ہم نے اطمینان کا سانس لیا۔ ہمیں یقین تھا کہ اب مثنیٰ بن حارثہ کی رہی سہی فوج کسی میدان میں نہیں ٹھہر سکے گی۔ لیکن انہوں نے چند معرکوں میں ہماری آنکھیں کھول دیں۔ مجھے قید خانے میں بویب کی جنگ اور ایرانی لشکر کی شکست اور تباہی کے حالات معلوم ہوئے تھے اور میرے نزدیک مثنیٰ بن حارثہ کی یہ فتح ایک معجزے سے کم نہ تھی۔ پھر جب میں نے قید سے نکلنے کے بعد قادسیہ کے حالات سُنے تو میرے لئے یہ سوال بڑی اہمیت رکھتا تھا کہ مسلمانوں کے لشکر میں کتنے اور خالدؓ اور کتنے اور مثنیٰ باقی ہیں اور وہ کونسا مدرسہ ہے جہاں سے تربیت حاصل کرنے کے بعد یہ صحرا نشین روم اور ایران کے نامور جرنیلوں سے آگے نکل گئے ہیں۔"

حسان مسکرایا۔ "زربخت! یہ اس دین کا فیض ہے جس نے فرزندانِ آدم کو جسم و رُوح کی آزادیوں سے ہمکنار کیا ہے۔ اگر تم قادسیہ کے میدان میں ہوتے تو تم ہر مجاہد کے دل میں خالد بن ولید کے ناقابلِ شکست حوصلے اور ہر مجاہد کی آنکھوں میں مثنیٰ ابن حارثہ کے عزم و یقین کی روشنی دیکھتے۔ میں نے روم اور ایران کے معرکوں میں قیصر و کسریٰ کے غلاموں کی کارگزاری دیکھی ہے لیکن قادسیہ کے میدان میں میں نے ان مجاہدوں کا جاہ و جلال دیکھا تھا جن کے سر پر اللہ کا ہاتھ تھا۔ زربخت! ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ عظیم قافلہ دیکھا ہے جس کے راستے کے گرد و غبار میں آنے والی نسلیں اپنی عظمتیں تلاش کریں گی۔"

زربخت نے مغموم لہجے میں کہا۔ "تم خوش قسمت ہو حسان! تم اس قافلے کے ساتھ تھے لیکن میں تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا۔"

حسان نے پیار سے اس کے کندھے پکے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تاریکی میں بھٹکنے والوں کے دل میں صبح کی روشنی کی زیادہ قدر ہوتی ہے۔ ایک دن میں نے مثنیٰ ابن حارثہ کو اپنی سرگزشت سناتے ہوئے تمہارے خاندان کا ذکر کیا تھا اور وہ بہت متاثر ہوئے تھے۔ اُنہوں نے کہا تھا کہ "ایسے لوگ زیادہ عرصہ اسلام سے دُور نہیں رہ سکتے۔"

زربخت نے کہا۔ "حسان! میرے لئے دُعا کرو کہ میں اپنے ماضی کی کوتاہیوں کی تلافی کر سکوں۔ میرے نزدیک تمہاری نیک توقعات پُورا کرنے کی یہی صورت ہے کہ میں جہاد میں شریک ہو جاؤں۔ مجھے ایک چھوٹا سا لشکر تیار کرنے میں دیر نہیں لگے گی اور میں اس علاقے میں اپنی ذمہ داریاں کاؤس اور عدی کو سونپ سکتا ہوں۔ اگر امیرِ لشکر نے میری درخواست رد نہ کر دی تو ایران کی اگلی منازل میں تم مجھے اپنے ساتھ پاؤ گے۔"



مسرت اور شادمانی کے چار دن ایک حسین خواب کی طرح گزر گئے۔ پانچویں روز علی الصبح حسان سفر کی تیاریاں کر رہا تھا اور ماہ بانو اپنے چہرے کی اُداسی کو مسکراہٹوں میں چھپانے کی کوشش

کررہی تھی۔ زرہ میں ملبوس ہونے کے بعد حسان نے تلوار اُٹھائی۔ اُس کا تسمہ کمر سے باندھا اور پھر سر پر خود رکھتے ہوئے اپنی رفیقہ حیات کی طرف دیکھنے لگا۔

"ماہ بانو! خدا حافظ!"

"خدا حافظ!" اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ اور پھر ایک ثانیہ کے لئے حسان کی نگاہیں اُس کی دلکش آنکھوں کی گہرائی میں ڈوب کر رہ گئیں جہاں محبت اور اطاعت کے دریا موجزن تھے۔

"ماہ بانو! میں انشاء اللہ جلد واپس آؤں گا۔"

"اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو، جائیے!"

حسان اچانک مڑا اور لمبے لمبے قدم اُٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ برآمدے میں یاسمین کھڑی تھی۔ اُس نے حسان کو خدا حافظ کہا اور اُس کی سلامتی کے لئے دُعائیں کرتی ہوئی ماہ بانو کے کمرے میں چلی گئی۔

حسان حویلی سے باہر نکلا تو بستی کے پندرہ نوجوان جو شوقِ جہاد میں اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گئے تھے اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامے زرنجت کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ کاؤس، عدی اور بستی کے چند لوگ انہیں الوداع کہنے کے لئے جمع تھے۔ زرنجت کے ایک نوکر نے حسان کے گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی تھی۔ حسان نے باری باری اُن سے مصافحہ کیا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد ماہ بانو اور یاسمین مکان کی چھت پر کھڑی حسان اور اُس کے ساتھیوں کو دریا کا رُخ کرتے دیکھ رہی تھیں۔

باب ۲۶

امیر المومنین عمر بن الخطاب کے احکام موصول ہونے پر ہاشم بن عتبہ کی قیادت میں بارہ ہزار جانباز مدائن سے نکلے اور انہوں نے چالیس میل شمال کی طرف جلولا کے سامنے ڈیرے ڈال دیئے جہاں ایران کی شکست خوردہ افواج جمع ہو رہی تھیں۔ یزدگرد حلوان میں پناہ لے چکا تھا اور وہاں سے جلولا کے لشکر کو لگاتار رسد اور کمک پہنچ رہی تھی چنانچہ مسلمانوں کی یلغار سے قبل ایرانی جلولا میں ایک لاتعداد لشکر کے علاوہ رسد کے اتنے ذخائر جمع کر چکے تھے جو کئی ماہ کی ضرورت کے لئے کافی تھے۔ پھر وہ شہر کے چاروں طرف ایک گہری خندق کھود چکے تھے اور اس خندق کے پیچھے فصیل تک ایک کھلے میدان میں ان دستوں کے مورچے تھے جن کے لئے شہر کے اندر کوئی جگہ نہ تھی۔ خندق کے آر پار آمد و رفت کے جو راستے چھوڑے گئے تھے اُن کی حفاظت کے لئے بھی تیر اندازوں کے مورچے بنا دئے گئے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں کو خندق عبور کرنے کے بعد فصیل تک پہنچنے کے لئے بھی دشمن کی جس تعداد کا سامنا کرنا پڑتا تھا وہ بھی اُن کی مجموعی تعداد سے زیادہ تھی۔ پھر فصیل پر کوئی جگہ تیر اندازوں سے خالی نہ تھی۔

مسلمانوں کے مقدمۃ الجیش کی قیادت اس عظیم سپاہی کو سونپی گئی تھی جس نے قادسیہ کے میدان میں عزم و ہمت اور شجاعت کے الفاظ کو نئے مفہوم عطا کئے تھے اور جسے غازیانِ اسلام خالد بن ولید اور مثنیٰ بن حارثہ کی روایات کا امین سمجھتے تھے۔ یہ قعقاع بن عمرو تھا جس کی تلوار کو صدیق اکبرؓ اور اُن کے بعد فاروق اعظمؓ کبھی شام اور کبھی عراق کے میدانوں میں غازیانِ اسلام کی فتح کی ضمانت سمجھتے تھے۔

قعقاع نے جلولا کے دفاعی استحکامات کا جائزہ لیا اور پھر ایک طویل جنگ کا کوئی مرحلہ ان کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ تھا۔

لڑائی شروع ہوئی اور کئی ہفتے فریقین کی طرف سے معمولی حملوں اور جوابی حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ایرانی اپنے تیراندازوں کے مورچوں کے درمیان محفوظ مقامات سے خندق عبور کرکے مسلمانوں پر حملہ کرتے اور جب اُنہیں شدید مزاحمت کے باعث پیچھے ہٹنا پڑتا تو خندق کے درمیانی راستوں پر لوہے کے گوکھرو[1] بچھا دیتے۔ پھر جب مسلمان جوابی حملہ کرتے تو ایک طرف درمیانی راستوں پر بچھے ہوئے گوکھرو اُن کے گھوڑوں کے سُم زخمی کر دیتے اور دوسری طرف اُن کو ایرانیوں کے تیروں کا سامنا کرنا پڑتا۔ کبھی کبھی خندق کے آس پاس کئی کئی گھنٹے جنگ جاری رہتی تھی اور مسلمانوں کے پے درپے حملوں سے دشمن کی اگلی صفیں ٹوٹ جاتیں لیکن پھر شہر کے دروازے کھُل جاتے اور تھکے ہارے ایرانیوں کی جگہ تازہ دم دستے میدان میں آجاتے۔

ایرانیوں کی طرح سامانِ رسد کی مسلمانوں کے پاس بھی کوئی کمی نہ تھی اور وہ مدائن سے تھوڑی بہت کمک بھی حاصل کر رہے تھے۔ تاہم محاصرے کے دوسرے مہینے بھی جنگ کی ظاہری صورت وہی تھی جو پہلے دن تھی۔

یہ شیر اور ہاتھی کا مقابلہ تھا اور شیر آخری جست لگانے سے پہلے ہاتھی میں تھکاوٹ اور ضعف کے آثار دیکھنا چاہتا تھا۔



ایک روز مسلمان گھمسان کی لڑائی کے بعد دشمن کو خندق کے پار دھکیل چکے تھے۔ عصر کی نماز کے بعد جنوب کی سمت سے سواروں کی ایک فوج نمودار ہوئی۔

[1] لوہے کے ٹکڑے جن کے اُبھرے ہوئے نوک تیز گھوڑوں کے سُموں میں پیوست ہو کر انہیں بیکار کر دیتے تھے۔ جلولا اور اُس کے بعد نہاوند کی جنگ میں خاص طور پر ایرانیوں کے اس حربے کا ذکر آتا ہے۔ زمانہ قریب کی جنگوں میں یہ کام خاردار تاروں سے لیا جاتا تھا۔

ہاشم بن عتبہ کو مدائن سے کسی نئے لشکر کی آمد کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ اِس لئے اُنہوں نے مجاہدین کو تیار رہنے کا حکم دیا۔

آنے والا لشکر پڑاؤ سے کچھ فاصلے پر رُک گیا۔ پھر ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آگے بڑھا۔ حسان اور سہیل سپہ سالار کے قریب کھڑے نووارد کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ راستے میں چند سپاہیوں کے قریب رُکا اور اُن سے کوئی بات کرنے کے بعد سیدھا ہاشم کی طرف بڑھا۔

اچانک سہیل چلّایا "بھائی جان! وہ زربخت ہے؟"

حسان کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا اور اُس نے سپہ سالار سے مخاطب ہو کر کہا "جناب میں اُسے جانتا ہوں۔ وہ میرے لئے ایک بھائی سے کم نہیں"۔

زربخت اُن کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے کود پڑا اور حسان کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد ہاشم بن عتبہ اور دوسرے مجاہدوں کی طرف دیکھنے لگا۔

ہاشم نے سوال کیا "تم مدائن سے آئے ہو؟"

"نہیں جناب میں سیدھا اپنے گاؤں سے آرہا ہوں۔ میں نے امیرِ عساکر سے جہاد میں شامل ہونے کی اجازت حاصل کر لی تھی"۔

"تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟"

"جناب میرے ساتھ آٹھ سو سوار آئے ہیں۔ میرے علاقے کے کئی اور جوان جہاد میں شریک ہونا چاہتے تھے لیکن اُنہیں تربیت دینے کے لئے وقت کی ضرورت تھی"۔

"اور یہ آٹھ سو آدمی تربیت حاصل کر چکے ہیں؟"

"ہاں مجھے یقین ہے کہ یہ آپ کو مایوس نہیں کریں گے"۔

اگلی صبح غازیانِ اسلام خندق کے سامنے صف بستہ کھڑے تھے۔ زربخت کے ساتھی مقدمۃ الجیش میں شامل ہونا چاہتے تھے لیکن ہاشم نے اُنہیں عقب کے دستوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیتے ہوئے کہا "جب جلولا پر فیصلہ کن حملے کا وقت آئے گا تو تم میں سے کسی

کو یہ شکایت نہیں رہے گی کہ اُسے اپنے جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن ابھی تمہیں بہت کچھ دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جب تک تمہیں یہ اطمینان نہیں ہو جاتا کہ تم اس جنگ کے طور طریقوں سے پوری طرح واقفیت حاصل کر چکے ہو، میں تمہیں دشمن کے تیروں کی زد سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔"

اس دن ایرانی لشکر کی سرگرمیاں خندق کے پار تیر برسانے تک محدود رہیں لیکن مسلمانوں کی صفیں اُن کے تیروں کی زد سے دور تھیں۔ وہ اطمینان سے دشمن کے تیراندازوں کے عقب میں سوار اور پیادہ دستوں کی نقل و حرکت دیکھ رہے تھے۔ لیکن انہوں نے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کی۔

شام کے وقت زربخت حسان سے ملا تو اس کا پہلا سوال یہ تھا کہ جلولا پر فیصلہ کن حملہ کب ہوگا۔ حسان نے اطمینان سے جواب دیا۔ "اب تمہیں زیادہ عرصہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔"

اسی طرح دو دن اور گزر گئے۔ تیسرے روز علی الصباح خندق کے پیچھے شہر کی چار دیواری تک سلامیدان ایران کی افواج سے اٹا ہوا تھا۔ آفتاب کی پہلی جھلک کے ساتھ یہ لاتعداد لشکر خندق کی طرف بڑھنے لگا اور اس کے سامنے قعقاع بن عمر کے دستے انتہائی منظم حالت میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ایرانی سوار باقی تین اطراف سے سمٹ کر مغرب کی طرف جمع ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کی اگلی صفیں اپنے میمنہ اور میسرہ کی طرف سمٹ رہی تھیں اور ان کے تیرانداز خندق کے درمیانی راستوں کے سامنے صفیں باندھ رہے تھے۔ اچانک ایرانیوں کے گھوڑوں کی ٹاپ کے ساتھ گرد کے بادل اٹھے۔ مسلمان اُن پر تیر برساتے ہوئے تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے۔ چند منٹ میں خندق سے آگے مغرب کی جانب کوئی آٹھ سو قدم کا فاصلہ ایرانی سواروں سے پُر ہو چکا تھا۔ اور لشکر اسلام کے تیرانداز ایک منظم پسپائی کی آخری حد تک پہنچ چکے تھے۔ پھر اُن کے قلب کی صفیں آگے بڑھیں اور انہوں نے ایرانیوں کے آگے نیزوں کی دیواریں کھڑی کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی قعقاع بن عمر کے جانباز جو ایرانی سواروں کو خندق سے باہر آنے کا راستہ دینے کے لئے دائیں

بائیں سمٹ گئے تھے پلٹ کر ان پر ٹوٹ پڑے اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔

پہلی یلغار میں خندق کے پار مسلمانوں کے پڑاؤ کے سامنے قدم جمانے کے بعد ایرانیوں کا جوش اور ولولہ اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ وہ ہر آن مسلمانوں کی عام پسپائی کے منتظر تھے۔ سواروں کے پیچھے ان کے پیادہ دستوں کا سیلاب آ رہا تھا لیکن جب مسلمانوں کے قلب کے دستے ایک منظم پسپائی کے بعد آہنی دیواروں کی طرح اُن کے راستے میں حائل ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی بازوؤں پر بھی ان کے دباؤ میں بتدریج اضافہ ہونے لگا تو خندق کے پار لڑائی کا میدان ایرانیوں کی نقل و حرکت کے لئے تنگ ہو چکا تھا۔ انہوں نے بارہا مسلمانوں کا گھیرا توڑ کر آگے بڑھنے کی کوشش کی اور بارہا مسلمانوں کے میمنہ و میسرہ پر حملے کئے لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ مسلمان ان کے دباؤ سے چند قدم پیچھے ہٹ جاتے لیکن پھر یکایک جنگ کا میدان اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھتا اور اُن کی آہن شگاف تلواریں ایرانیوں کو سمٹنے پر مجبور کر دیتیں۔

ایرانی لشکر کو خندق سے پیچھے ہٹ آنے کی صورت میں دوبارہ منظم ہونے کے لئے شہر کی فصیل تک ایک کشادہ میدان مل سکتا تھا لیکن ابتدائی کامیابی کے بعد ان کا کوئی سپاہی یا سردار پسپائی کے متعلق سوچنے کے لئے بھی تیار نہ تھا۔ وہ ہر قیمت پر خندق کے پار اُس زمین کے ٹکڑے پر قابض رہنا چاہتے تھے جہاں قدم قدم پر لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔

ایرانیوں کے پیادہ دستوں کی ایک بڑی تعداد ابھی تک خندق کے پار تھی اور وہ مشرق، شمال یا جنوب کی سمت سے خندق عبور کر کے مسلمانوں کے بازوؤں کے لئے خطرہ پیدا کر سکتے تھے لیکن اُن کے سپہ سالار کا پرچم مغرب کی سمت لہرا رہا تھا اور وہ کسی اور سمت دیکھنے کے لئے تیار نہ تھے۔ موسم کے لحاظ سے یہ دن بہت گرم تھا۔ صبح سے ہوا بند تھی اور مغرب کے اُفق پر آندھی کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔

دوپہر کے قریب قعقاع بن عمر نے تیز ہوا کے پہلے جھونکے کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھا۔ اور بلند آواز میں کہا: "مجاہدو! یہ آندھی تمہارے لئے اللہ کی [illegible] ہے [illegible]

مغرب کی نماز جلولا میں ادا کریں گے۔" اور آن کی آن میں لشکر کا ہر سالار یہ آواز اپنے دستے کے آخری سپاہی کے کانوں تک پہنچا چکا تھا۔ پھر بڑھتی ہوئی تاریکی کے ساتھ مسلمانوں کے حملوں کی شدت میں اضافہ ہونے لگا۔

ایرانیوں کے لئے تند ہوا اور گرد و غبار میں آنکھیں کھول کر چند قدم آگے دیکھنا مشکل تھا اور وہ خندق کی طرف سمٹ رہے تھے۔ اگلی صفیں پچھلی صفوں کو خندق عبور کرنے کا موقع دینے کے لئے پلٹ پلٹ کر جوابی حملے کر رہی تھیں لیکن آندھی نے اُن کی نگاہوں کے سامنے گرد اور تاریکی کے پردے تان دئیے تھے۔ ہوا اُن کے مخالف تھی اور وہ سر جھکائے اندھا دھند تلواریں گھما رہے تھے۔ اُن کے نیزوں اور تیروں کے سامنے کوئی ہدف نہ تھا۔ اس کے برعکس اُن کے لئے مسلمانوں کی تلوار کا ہر وار، نیزوں کی ہر ضرب اور تیروں کا ہر نشانہ مہلک ثابت ہو رہا تھا۔

اچانک قعقاع بن عمرو نے جانبازوں کے ایک گروہ کے ساتھ دائیں بازو سے حملہ کیا اور خندق کے مغربی کنارے جمع ہونے والی بھیڑ کو درمیان سے چیرتا اور روندتا ہوا دائیں طرف نکل گیا۔ ایرانیوں نے اپنی منتشر صفوں کے درمیان اللہ اکبر کے نعرے سُنے تو انتہائی سراسیمگی کی حالت میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ان میں سے ہزاروں تاریکی کے باعث خندق میں گر پڑے۔ ہزاروں خندق کے ساتھ ساتھ دائیں اور بائیں جانب نکل گئے۔ باقی جنہیں خندق عبور کرنے کا موقع مل گیا تھا، پسپائی کے راستوں پر گوکھرو بچھا رہے تھے۔

قعقاع کے جانباز خندق عبور کرنے کے لئے بیتاب تھے۔ لیکن درمیانی راستوں پر گوکھرو بچھے ہوئے تھے اور خندق کے پار تیر اندازوں کی صفیں قائم تھیں۔ ایرانیوں کے وہ دستے جو باقی لشکر سے کٹ چکے تھے جنوب اور شمال کے چند مقامات سے خندق پاٹ کر نئے راستے بنا رہے تھے۔

قعقاع اس صورتِ حال سے باخبر ہوتے ہی اپنے جانبازوں کے ساتھ جنوب کی طرف بڑھا اور ایک تنگ راستے پر جمع ہونے والے ایرانیوں کو منتشر کرتا ہوا خندق کے پار پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کمان کے تمام دستے اس کے ساتھ شامل ہو چکے تھے اور پھر وہ آواز جو جنگ کے ہنگاموں

پر حاوی ہو جایا کرتی تھی قادسیہ اور بویب کے شیروں کی راہنمائی کر رہی تھی اور وہ نگاہیں جن میں خالدؓ بن ولید اور مثنیٰ ابن حارثہ کا عزم و یقین تھا آندھی کی تاریکیوں میں فتح کی منزل دیکھ رہی تھیں۔ قعقاع بن عمرو کا رُخ جلولا کے دروازے کی طرف تھا اور وہ جو اُن کی رفاقت کی لذت سے آشنا تھے، دیوانہ وار اُس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ آن کی آن میں نصرت یا شہادت کے یہ طلبگار مغربی دروازے کے محافظوں پر حملہ کر چکے تھے اور جلولا کا معرکہ اپنے فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکا تھا۔



ہاشم کی کمان میں فوج کا بڑا حصہ ابھی تک پیچھے تھا۔ جو چند دستے خندق عبور کر چکے تھے اُن کے سامنے ایرانیوں کی منتشر صفیں دوبارہ منظم ہو رہی تھیں لیکن اُن کے پے در پے حملوں کے باعث ایرانیوں کی پیش نہ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہاشم کی باقی فوج خندق کے پار پہنچ گئی اور ایرانی پھر منتشر ہونے لگے۔ تاریکی میں آگے بڑھنے کے لئے سپاہیوں اور سالاروں کے لئے کوئی متعین راستے نہ تھے۔ وہ جس سمت ایرانیوں کی چیخ پکار سنتے حملہ کر دیتے اور اُنہیں یہ اطمینان تھا کہ وہ لحظہ بہ لحظہ ایرانیوں پر غالب آ رہے ہیں۔ دوست اور دشمن کا امتیاز کرنے کے لئے وہ آنکھوں کی بجائے زبانوں سے کام لے رہے تھے اور اُنہیں صرف ایک دوسرے کی آوازیں یہ بتا رہی تھیں کہ وہ اپنے ساتھیوں سے کتنے دور یا کتنے نزدیک ہیں۔ غازیانِ اسلام کے دلوں میں اس معرکے نے لیلۃ الہریر کی یاد تازہ کر دی تھی۔

قعقاع کے جانباز جنہوں نے اس عرصہ میں شہر کے دروازے پر دشمن کی لاشوں کے انبار لگا دئیے تھے باقی فوج سے کٹ چکے تھے۔ اچانک قعقاع نے نقیبوں کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ سپہ سالار شہر کے دروازے پر پہنچ چکے ہیں اور وہ ایک نئے جوش و خروش سے لڑنے لگے۔ پھر یہ نقیب گھوڑے دوڑاتے ہوئے وہاں سے نکلے اور آن کی آن میں اُن کی آوازیں باقی لشکر کی صفوں میں پھیل گئیں اور کسی سپاہی یا سالار نے اس اعلان کی حقیقت معلوم کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

اُن کی حالت اس سیلاب کی سی تھی جو بلندیوں سے نشیب کی طرف دوڑ رہا ہو۔ ایرانی انتہائی افراتفری کی حالت میں اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ تھوڑی دیر [illegible] شہر کے دروازے کے سامنے

میدان خالی ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایرانیوں کی قوتِ مدافعت دم توڑ چکی تھی۔ وہ شہر کی چار دیواری اور خندق کے درمیان ایک گھرے ہوئے شکار کی طرح اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ کئی ایسے تھے جو خندق میں گر پڑے اور کئی ان راستوں میں پس کر رہ گئے جہاں پسپائی کے وقت انہوں نے گوکھرو بچھا دئیے تھے اور پھر جب آندھی تھم گئی اور ڈوبتے ہوئے سورج کی سرخ پیشانی سے گرد و غبار کے پردے ہٹ گئے تو میدان میں حدِ نگاہ تک ایرانیوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔



رات کے پچھلے پہر قعقاع کی قیادت میں پانچ ہزار سوار حلوان کا رُخ کر رہے تھے۔ حسان اِس لشکر کے ہراول کا سالار تھا۔ زربخت کے ساتھ جو رضاکار جلولا پہنچے تھے اُن میں سے پچاس حسان کے ہمرکاب تھے اور باقی جلولا میں رہ گئے تھے۔ قعقاع نے اس مہم کے لئے انتہائی آزمودہ کار مجاہدوں کو منتخب کیا تھا اور نئے رضاکاروں کے متعلق اس کا مشورہ یہ تھا کہ ابھی انہیں تجربہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے لیکن زربخت کے اصرار پر حسان نے اُس کے ساتھیوں میں سے پچاس منتخب سواروں کو ہراول میں شامل کرنے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ جلولا کے خونریز معرکے کے بعد زربخت کو صرف تین گھنٹے آرام کا موقع ملا تھا لیکن قعقاع کی رفاقت اور ایک اہم مہم میں حصہ لینے کی خوشی اُس کی تھکاوٹ پر غالب آ چکی تھی۔

اگلی دوپہر یہ مجاہد ایک چھوٹی سی نہر کے کنارے ایک باغ میں آرام کر رہے تھے۔ زربخت اچانک گہری نیند سے بیدار ہوا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حسان اُس کے قریب ایک درخت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اُس نے پوچھا "کیا بات ہے زربخت؟" "کچھ نہیں" اُس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے جواب دیا "میں نے خواب دیکھا تھا کہ لشکر جا چکا ہے اور میں تنہا یہاں بھٹک رہا ہوں۔ آپ نہیں سوتے؟"

حسان نے جواب دیا "جب منزل قریب ہو تو مجھے نیند نہیں آیا کرتی۔ انشاءاللہ ہم حلوان میں جی بھر کر آرام کر سکیں گے۔"

زربخت نے قدرے توقف کے بعد کہا "آپ کو یقین ہے کہ یہ لشکر حلوان کی فتح کے لئے کافی

ہوگا۔ میں جلولا کے میدان میں اللہ کی نصرت کے معجزات دیکھ چکا ہوں۔ پھر بھی کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ حلوان میں یزدگرد کا سامنا کرنے کے لئے ہمیں زیادہ لشکر کی ضرورت پڑے گی۔"

حسان نے جواب دیا "قعقاع کو یقین ہے کہ حلوان میں ہمیں یزدگرد کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ جب ہم وہاں پہنچیں گے تو وہ کوسوں آگے جا چکا ہوگا۔"

"لیکن اُس کی فوج؟"

"وہ ایک نمائشی جنگ لڑے گی اور پھر یزدگرد کی طرح ہر سپاہی کو اپنی جان بچانے کی فکر ہوگی اور اگر انہوں نے زیادہ جرأت سے کام لیا تو ہمیں ملک حاصل کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ لیکن قعقاع کے اندازے غلط ثابت نہیں ہوتے۔ مجھے یقین ہے کہ جب جلولا کے شکست خوردہ سپاہی حلوان پہنچیں گے تو وہاں بھگدڑ مچ جائے گی۔"

زربخت نے کچھ سوچ کر کہا "گاؤں میں عدی ہمیں شام اور عراق کے گزشتہ معرکوں کے حالات سنایا کرتا تھا اور میں اکثر یہ سوچا کرتا تھا کہ کسی قوم کے عروج کے دور میں بمشکل دو چار ایسے انسان ہوتے ہیں جن کی غیر معمولی صلاحیتوں کو فتح اقتدار کی ضمانت سمجھا جاتا ہے کبھی کبھی ایک نامور سالار کے ہٹ جانے سے شیروں کا لشکر بھیڑوں کا گروہ ثابت ہوتا ہے ابتدا میں اہلِ ایران مسلمانوں کو صرف مثنیٰ بن حارثہ اور خالد بن ولید جیسے عظیم سپہ سالاروں کی بدولت جانتے تھے لیکن جلولا میں کفر و اسلام کا معرکہ دیکھنے کے بعد اگر میں ایک ایرانی کے ذہن سے سوچوں تو میرا پہلا سوال یہ ہوگا کہ لشکرِ اسلام میں اُن عظیم مجاہدوں کی تعداد کیا ہے جنہیں خالد بن ولید اور مثنیٰ بن حارثہ اور سعد بن ابی وقاص کی قابلِ فخر روایات کا امین سمجھا جاتا ہے۔ کل میں نے ایک مسلمان کی نگاہ سے کفر و اسلام کا معرکہ دیکھا تھا اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ عالمِ انسانیت کے حصے کی تمام سعادتیں اور بھلائیاں سمٹ کر جلولا کے غازیوں کے وجود میں آگئی ہیں۔ حسان! میں تمہارا شکرگزار ہوں کہ تم نے مجھے ان لوگوں کے ساتھ جینے اور مرنے کی لذت سے آشنا کیا ہے۔"

"زرنجت! یہ اللہ کا احسان ہے کہ تمہارے لئے میری دُعائیں رائیگاں نہیں گئیں۔"

عصر کی نماز کے بعد غازیانِ اسلام کا لشکر کوچ کی تیاری کر رہا تھا۔ قعقاع بن عمر کے اندازے درست ثابت ہوئے۔ یزدگرد نے جلولا کی شکست کی اطلاع پاتے ہی حلوان سے رے کا رُخ کیا اور حلوان کی حفاظت ایک آزمودہ کار جرنیل خسرو شنوم کے سپرد کر دی۔ خسرو شنوم نے حلوان سے تین میل دُور قصرِ شیریں کے قریب غازیانِ اسلام کی پیش قدمی روکنے کی کوشش کی۔ لیکن قعقاع نے ایک ہی حملے میں اُس کا لشکر تتر بتر کر دیا۔ پھر وہ حلوان کی طرف بڑھا تو اہلِ شہر نے مقابلہ کرنے کی بجائے دروازے کھول دئے۔ چنانچہ غروبِ آفتاب سے پہلے حلوان کے قلعے پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔

باب ۳۷

جلولا اور حلوان کی فتوحات کے ایام میں رومیوں کی ایک فوج موصل سے پیش قدمی کر کے تکریت میں قدم جما چکی تھی اور الجزیرہ کے عیسائی قبائل جو ایران اور روم کی سرحد پر آباد تھے اس فوج کی اعانت کے لئے جمع ہو رہے تھے۔

ان حالات میں دربارِ خلافت سے عبداللہ بن معتم کو پانچ ہزار مجاہدوں کے ساتھ پیش قدمی کا حکم ملا اور اُنہوں نے تکریت کا محاصرہ کر لیا۔ چالیس دن بعد یہ شہر فتح ہو چکا تھا۔[1] اس کے بعد عبداللہ بن معتم نے ربعی بن افکل کو غازیوں کی ایک جماعت کے ساتھ پیش قدمی کا حکم دیا۔ اور اُنہوں نے چند دنوں میں موصل اور نینوا کے آس پاس رُومیوں کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ پھر جزیرہ کی شکست خوردہ افواج چاروں طرف سے فرات کے کنارے ہیت کے مقام پر جمع ہوئیں۔ سعد بن ابی وقاص نے جلولا اور حلوان کی جنگوں سے فارغ ہوتے ہی عمر بن مالک کی قیادت میں ایک اور فوج روانہ کی اور اُنہوں نے یکے بعد دیگرے قرقیسیا اور ہیت پر قبضہ کر لیا۔ پھر عیاض بن غنم نے پیش قدمی کی اور رہا کے قریب پڑاؤ ڈال کر جزیرہ کے باقی تمام علاقے فتح کر لئے۔ مسلمانوں کی ایک اور فوج جس نے جنگ قادسیہ سے قبل عتبہ بن غزوان کی قیادت میں ابلہ پر چڑھائی کی تھی بصرہ کے

---

[1] محاصرے کے دوران عبداللہ بن معتم کی دعوت پر عیسائی عربوں کی اکثریت اسلام کی طرف مائل ہو چکی تھی اور فیصلہ کن معرکے میں ان لوگوں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا تھا۔

اس پاس ایک وسیع علاقے پر قبضہ کرنے کے بعد خوزستان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ عتبہ بن مغیرہ بن شعبہ اس علاقے کے حاکم مقرر ہوئے تو انہوں نے خوزستان کے ایک اہم شہر اہواز پر چڑھائی کر دی۔ اہواز کے رئیس نے جزیہ دے کر صلح کر لی۔ اور مغیرہ کی پیشقدمی رک گئی۔

۱۷ھ ہجری میں مغیرہ کی جگہ ابو موسیٰ بصرہ کے حاکم مقرر ہوئے تو اہواز کے رئیس نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا اور اعلانیہ بغاوت کر دی۔ ابو موسیٰ نے لشکر کشی کی اور اہواز کے علاوہ خوزستان کے دو اور اہم شہر سوس اور مناذر فتح کر لئے۔ اس کے بعد مسلمانوں کا لشکر اہواز کے صدر مقام تستر کی طرف بڑھا جہاں کسریٰ کے ایک مشہور جرنیل ہرمزان ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ ہرمزان نے اپنے لشکر کی تعداد کے بل بوتے پر شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کی پیشقدمی روکنے کی کوشش کی لیکن ابو موسیٰ کی اعانت کے لئے ایک لشکر کوفے سے عمار بن یاسر اور دوسرا جلولا سے جریر کی قیادت میں پہنچ گیا اور ہرمزان ایک شدید لڑائی میں شکست کھانے کے بعد قلعہ بند ہو گیا۔ پھر جب اسے شکست سے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو اس نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دئے کہ اسے بحفاظت امیر المومنین کی خدمت میں پہنچا دیا جائے گا۔ ہرمزان نے مدینے پہنچ کر اسلام قبول کر لیا اور خوزستان کا علاقہ فارس کے صوبے کی حدود تک مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

اس کے بعد لشکر اسلام کی حالت اس دریا کی سی تھی جو پہاڑوں سے اترنے کے بعد کئی شاخوں میں تقسیم ہو کر نشیب کے میدانوں کو اپنی آغوش میں لے رہا ہو۔ راہ حق کے مسافر کوہ البرز سے لے کر دشت مکران تک کسریٰ کی سلطنت کی وسعتوں میں اپنے مستقبل کی نئی منازل اور نئے راستے دیکھ رہے تھے۔

کوفہ اور بصرہ جہاں آب و ہوا کے پیش نظر اسلامی لشکر کے لئے مستقل چھاؤنیاں قائم کی گئی تھیں اب پُر رونق شہروں میں تبدیل ہو رہے تھے۔ بالخصوص کوفہ جو لشکر اسلام کا ایک بڑا مستقر ہونے کے علاوہ مفتوحہ علاقوں کے گورنر کا صدر مقام بھی تھا عراق کے دوسرے شہروں کی نسبت زیادہ اہمیت اختیار کر چکا تھا۔

فاروق اعظم فتوحات کی وسعت کے مقابلہ میں سلطنت کے انتظام، امن اور خوشحالی کو زیادہ

اہمیت دیتے تھے اور وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ مفتوحہ علاقوں کے نظم و نسق اور عدل و انصاف کے مسائل کو ادھورا چھوڑ کر ایران کے دوسرے صوبوں پر چڑھائی کی جائے۔ چنانچہ جزیرہ اور خوزستان کی جنگوں کے بعد ان کی ساری توجہ مفتوحہ علاقوں کی طرف مبذول ہو چکی تھی اور وہ مقامی باشندوں کو اس عظیم انقلاب کی اہمیت کا احساس دلا چکے تھے جس کا مقصد انہیں جسم و روح کی آزادیوں سے ہمکنار کرنا تھا لیکن شہنشاہیت کے علمبرداروں کو یہ گوارا نہ تھا کہ اس دنیا سے بندہ و آقا کا امتیاز مٹ جائے۔ وہ اس ماضی کو واپس لانا چاہتے تھے جس کی ہزار سالہ تاریخ کے دامن میں بالادستوں کے مظالم اور زیردستوں کی بے بسی کی داستانوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ ایک شہنشاہ کی شکست کے بعد دوسرے شہنشاہ کی اطاعت قبول کر سکتے تھے۔ اگر کسریٰ کا تاج کسی قیصر کے سر کی زینت بن جاتا تو بھی وہ اپنے دل کو یہ تسلی دے سکتے تھے کہ ان کی شکارگاہوں میں بھیڑیوں اور بھیڑوں کا امتیاز باقی رہے گا۔ لیکن عرب کے صحرانشین اپنے ساتھ ایک ایسا نظام لائے تھے جو براہ راست شہنشاہیت سے متصادم تھا۔ اہل فارس ایک ساسانی حکمران کی جگہ ایک عرب بادشاہ کی اطاعت قبول کر سکتے تھے اور انہیں یہ امید ہو سکتی تھی کہ زمانے کا کوئی اور انقلاب ان کی قسمت بدل دے گا لیکن انہیں ستم رسیدہ انسانوں کے دوبدوش کھڑا ہونا پسند نہ تھا جو صدیوں سے ان کی غلامی کی زنجیروں کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ انقلاب جس کی روح سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں ان کے نزدیک حال اور مستقبل کا سب سے بڑا خطرہ تھا۔ چنانچہ وہ مرزبان، وہ جاگیردار، وہ مذہبی سلسلے اور فوجی راہنما جنہوں نے ابھی تک عرب و عجم کے معرکے صرف تماشائیوں کی حیثیت سے دیکھے تھے اور جن کے نزدیک اس سے قبل انقلاب کے معنی ایک عارضی مدت کے لئے آقاؤں کی تبدیلی کے سوا کچھ نہ تھے۔ اب یزدگرد کی فتح اور سلامتی کو اپنی موت و حیات کا مسئلہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

یزدگرد نے رے کے مقام پر ڈیرہ ڈال کر کچھ عرصہ بدلتے ہوئے حالات کا جائزہ لیا۔ وہاں سے اصفہان کی طرف کوچ کیا۔ وہاں کے امرا نے حوصلہ افزائی کی تو کرمان سے ہوتا ہوا خراسان پہنچا اور مرو میں جھنڈے گاڑ کر اپنے نقیب اور ایلچی ملک کے طول و عرض میں پھیلا دئے۔

پھر طبرستان فارس، جرجان، نہاوند، رے، اصفہان، ہمدان اور خراسان سے لے کر دریائے سندھ کے کناروں تک انسانوں کا ایک طوفان اُمڈ آیا۔ ایران کی ڈیڑھ لاکھ فوج قم میں جمع ہوئی یزدگرد نے اس عظیم لشکر کا پرچم شاہی خاندان کے ایک فرد فیروزان کو عطا کیا اور اُس نے نہاوند کی طرف پیشقدمی کی۔

امیر المومنین کو کوفہ کے گورنر عمار بن یاسرؓ نے ایرانیوں کی جنگی تیاریوں کی اطلاع دی تو وہ سیدھے مسجدِ نبویؐ پہنچے اور اہلِ مدینہ کے سامنے عمارؓ کا خط پڑھنے کے بعد اُن کی رائے طلب کی۔ حضرت عثمان نے یہ مشورہ دیا کہ آپ شام، یمن اور عراق کے سالاروں کو اپنے اپنے لشکر کے ساتھ کوفہ پہنچنے کا حکم دیں اور پھر بذاتِ خود وہاں پہنچ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے پورے لشکر کی کمان سنبھال لیں۔ دوسرے بزرگوں نے حضرت عثمانؓ کی اس رائے سے اتفاق کیا لیکن امیر المومنین نے حضرت علیؓ کی رائے دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ جن علاقوں سے فوجیں نکالی جائیں گی وہ غیر محفوظ ہو جائیں گے اور اگر آپ نے مدینہ چھوڑا تو پورے ملک میں قیامت برپا ہو جائے گی۔ میری رائے ہے کہ آپ یہاں سے نہ ہلیں اور شام، یمن اور بصرہ وغیرہ سے ایک تہائی لشکر کو نہاوند کی مہم کے لئے جمع ہونے کے احکام بھیج دیں۔ امیر المومنین نے حضرت علیؓ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اب اس مہم کے لئے سپہ سالار کے انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا تو وہ نگاہیں جن سے ملت کا کوئی جوہر پوشیدہ نہ تھا، نعمانؓ بن مقرن پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔

حسان، سہیل اور زربخت جلولا اور حلوان کے بعد جزیرہ اور خوزستان کے معرکوں میں مصروف رہے۔ جنگوں سے فراغت کے ایام میں انہیں گھر جانے کی رخصت مل جاتی۔ جلولا کی فتح سے ایک سال بعد حسان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اُس کا نام سلمان رکھا گیا۔ پھر جب وہ جزیرہ سے خوزستان کے محاذ کا رُخ کرنے سے پہلے چند دن کی رخصت پر اپنے گھر پہنچے تو یاسمین اپنے پہلے بچے کو گود میں لئے بیٹھی تھی۔ زربخت نے اپنے فرزند کے لئے سعد کا نام پسند کیا۔

خوزستان کی مہمات سے فارغ ہونے کے بعد حسان اور زربخت کوفہ کے فوجی مستقر میں تعینات ہو گئے اور سہیل بصرہ چلا گیا۔ سلمان کی پیدائش کے تیسرے سال حسان حج پر چلا گیا اور زربخت دو ماہ کی رخصت پر گھر آ گیا۔ حسان حج اور مدینہ منورہ کی زیارت کے بعد واپس کوفہ پہنچا تو قیس

ایرانی فوج کے اجتماع کی خبریں مشہور ہو رہی تھیں اور پھر چند ہفتوں کے بعد یہ تینوں اس فوج کے ہراول میں شامل ہو چکے تھے جو ایرانیوں کی پیش قدمی روکنے کے لئے نہاوند کا رُخ کر رہی تھی۔



فیروزان کی قیادت میں ایران کی ڈیڑھ لاکھ فوج نے ہمدان کے راستے پیشقدمی کی اور کوہ الوند کے جنوب میں نہاوند کے سامنے ڈیرے ڈال دیئے اور پھر چند دن بعد یہ عظیم لشکر ان صحرا نشینوں کا سامنا کر رہا تھا جن کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ نہ تھی۔

اسلام اور مجوسیت کا ایک اور معرکہ شروع ہوا اور نعمان بن مقرن نے ابتدائی دو دن شدید حملوں کے بعد ایرانیوں کو اپنے بیرونی مورچوں سے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد کئی دن حملوں اور جوابی حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ایرانی شہر کے گرد خندقوں اور مورچوں سے نکل کر حملہ کرتے تھے۔ اور جب مسلمانوں کی طرف سے جوابی کارروائی شروع ہوتی تو وہ پسپا ہو کر کئی راستوں سے اپنے دفاعی حصار کے پیچھے پہنچ جاتے۔

یہ پہاڑی علاقہ عراق کے ان ہموار میدانوں سے مختلف تھا۔ جہاں بویب اور قادسیہ کی عظیم جنگیں لڑی گئی تھیں اور جس کی نرم مٹی میں عربوں کے گھوڑوں کی تیز رفتاری ایک فیصلہ کن عنصر کی حیثیت رکھتی تھی۔ یہاں شہر پر یلغار کرنے سے پہلے مورچوں اور خندقوں کے درمیانی راستوں پر قبضہ کرنا ضروری تھا جن کی حفاظت کے لئے لاتعداد تیر انداز موجود تھے۔ پھر ان مورچوں اور خندقوں سے آگے شہر کی مضبوط فصیل کھڑی تھی۔

ایرانی لشکر کو قلعہ بندیوں سے آگے نکل کر حملہ کرنے اور بوقتِ ضرورت پیچھے ہٹنے کی پوری آزادی تھی اور لشکر کی تعداد اور وسائل کی برتری کے باعث اُن کے لئے جنگ کو طول دینا مشکل نہ تھا۔ اور یہ طوالت مسلمانوں کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔

نعمان بن مقرن نے اس صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے لشکر کے آزمودہ کار سالاروں سے مشورہ کیا اور طلیحہ کے مشورے سے یہ فیصلہ کیا کہ علی الصباح قعقاع بن عمرو کی قیادت میں لشکر کا ایک

حصہ ایرانیوں کے مورچوں پر حملہ کرے اور جب گھمسان کی لڑائی شروع ہو جائے تو وہ پسپائی اختیار کر کے پہاڑ کے دامن میں پہنچ جائے اور باقی فوج طلوعِ سحر سے پہلے چند میل دُور ٹیلوں کے عقب میں رُوپوش ہو کر امیرِ لشکر کے حکم کا انتظار کرے۔

یہ جمعہ کا دن تھا۔ قعقاع نے طلوعِ سحر کے ساتھ حملہ کیا اور دشمن کی بیرونی قلعہ بندیوں پر تباہی مچادی۔ ایرانیوں نے افراتفری کی حالت میں اپنی صفیں درست کیں اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی کچھ دیر بعد قعقاع کا لشکر طلیحہ بن خویلد کے جنگی پلان کے مطابق پیچھے ہٹ رہا تھا اور ایرانی پورے جوش و خروش کے ساتھ حملے کر رہے تھے۔ جنگ کے ابتدائی نقصان نے اُنہیں اس حد تک مشتعل کر دیا تھا کہ شہر کے اندر اور باہر فیروزان کا سارا لشکر ایک فیصلہ کُن حملے کے لئے میدان میں آچکا تھا۔

وہ اپنے مورچوں اور خندق سے باہر نکل چکے تھے اور مسلمانوں کے پیچھے ان بلندیوں کا رُخ کر رہے تھے جہاں دروں اور گھاٹیوں میں نعمان بن مقرن باقی فوج کے ساتھ اُن کا منتظر تھا۔

قعقاع بن عمر پلٹ پلٹ کر حملے کرتے اور پھر اُن کی پسپائی کی رفتار تیز ہو جاتی۔ ایرانیوں کی یلغار تھوڑی دیر کے لئے رُک جاتی اور پھر وہ پورے جوش و خروش سے مسلمانوں کا تعاقب شروع کر دیتے وہ اِن دروں اور گھاٹیوں سے گزر رہے تھے جو آس پاس کے ٹیلوں اور پہاڑیوں میں چھپے ہوئے تیراندازوں کی زد میں تھے اور اُنہیں یقین تھا کہ اُن کا ہر قدم فتح کی طرف اُٹھ رہا ہے۔

پھر جب سورج نصف النہار سے آگے نکل چکا تھا تو یہ ٹڈی دل فوج ایک تنگ وادی میں عبرتناک تباہی کا سامنا کر رہی تھی۔ قعقاع کے دستے اچانک دو حصوں میں تقسیم ہو کر وادی کے دائیں بائیں پھیل گئے اور تعاقب کرنے والوں کو اپنے سامنے ان سواروں کی صفیں دکھائی دیں تو حملے کے لئے سپہ سالار کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ نعمانؓ بن مقرن نے تین تکبیریں کہیں۔ اس کے سواروں نے حملہ کیا اور اس کے ساتھ ہی آس پاس کے ٹیلوں اور پہاڑیوں سے ایرانیوں پر تیروں کی بارش ہونے لگی۔ مسلمان سواروں کے پہلے حملے کے ساتھ ہی دشمن کے لشکر میں افراتفری مچ گئی۔ اُنہوں نے پلٹ کر وادی سے نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن عقب کی گھاٹیوں میں تیروں کی بے پناہ بارش نے اُنہیں دوبارہ

وادی کی طرف سمٹنے پر مجبور کر دیا۔ ایک پہر گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی اور سنگلاخ زمین پر خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ نعمان بن مقرن کبھی سامنے اور کبھی دائیں یا بائیں حملہ کرتے اور دُشمن کی صفیں درہم برہم ہو جاتیں۔ اچانک خون آلود پتھروں پر سے اُن کا گھوڑا پھسلا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک ایرانی کے نیزے سے گھائل ہو کر گر پڑے۔ پھر اُن کے بھائی نعیم بن مقرن نے لشکر کا پرچم اُٹھالیا اور گھمسان کی لڑائی میں لشکر کو اس بات کا احساس نہ ہُوا کہ اُن کا سپہ سالار زخمی ہو چکا ہے۔ ایک مجاہد نے گھوڑے سے کُود کر اپنے جری راہنما کو سہارا دینے کی کوشش کی لیکن اُنہوں نے ڈانٹ کر کہا۔ میرے بھائی! تم اپنے فرض سے کوتاہی کر رہے ہو۔ تمہیں میرے احکام معلوم ہیں؟

نوجوان ایک لمحہ تاخیر کے بغیر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

ایرانی اب فتح کی بجائے اپنی جانیں بچانے کے لئے لڑ رہے تھے۔ شام کے قریب اُن کی لاتعداد لاشیں وادی میں بکھری ہوئی تھیں۔ اُنہوں نے مُسلمانوں کا گھیرا توڑ کر قریب ہی ایک پہاڑی پر قدم جمانے کی کوشش کی لیکن مسلمانوں نے یہاں بھی اُن کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آس پاس کی چوٹیوں سے ان پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور آگے پیچھے پسپائی کے تمام راستے اُن کے لئے بند ہو چکے تھے۔

فیروزان کی رہی سہی فوج رات کی تاریکی سے فائدہ اُٹھا کر بھاگی۔ ایک حصّے کا رُخ نہاوند کی طرف تھا اور دوسرا دشوار گزار پہاڑوں سے ہمدان کا رُخ کر رہا تھا اور مسلمان دونوں طرف اُن کا پیچھا کر رہے تھے۔ نعمان بن مقرن جنہیں نزع کے عالم میں فتح کی خوش خبری کا انتظار تھا اسی وادی میں سپُردِ خاک کئے گئے۔ ان کے جانشین حذیفہ بن الیمان نے نہاوند کا رُخ کیا اور شہر پر فتح کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ نعیم بن مقرن اور قعقاع بن عمر نے پہاڑوں میں فیروزان کا پیچھا کیا۔ ہمدان کی سرحد کے قریب ایک تنگ گھاٹی پر شہد سے لدے ہوئے گدھوں اور خچروں نے فیروزان کا راستہ مسدُود کر دیا۔ اُس نے گھوڑے سے کُود کر پہاڑ میں چھپنے کی کوشش کی۔ لیکن نعیم بن مقرن نے اُس کا پیچھا کیا اور پکڑ کر قتل کر دیا۔

قعقاع بن عمر نے ہمدان کی دیواروں تک باقی لشکر کا تعاقب جاری رکھا اور شہر کے حاکم نے

فیروزان کے انجام سے باخبر ہوتے ہی صلح کی درخواست کی اور تصفاع سے اہلِ ہمدان کی جان و مال کی حفاظت کا وعدہ لینے کے بعد شہر کے دروازے کھول دئیے۔ نہاوند کے معرکے میں ایک لاکھ سے زیادہ ایرانی کام آچکے تھے۔ اور اس عظیم فتح نے لشکرِ اسلام کے لئے کسریٰ کی سلطنت کی آخری حدود تک پیش قدمی کے راستے صاف کر دئیے تھے۔



یزدگرد کوہ البرز کے دامن میں رَے کے مقام پر پڑاؤ ڈال کر نہاوند کی جنگ کے نتائج کا انتظار کر رہا تھا اور شمال کے جنگجو قبائل اس اُمید پر اس کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے کہ نہاوند میں فیروزان کی فتح کے بعد وہ مسلمانوں کے خلاف آخری یلغار میں حصہ لے سکیں گے۔ پھر اُسے یکے بعد دیگرے نہاوند کے میدان میں اپنے لشکر کی عبرتناک شکست اور ہمدان پر مسلمانوں کی یلغار کی خبریں ملیں تو اس نے سراسیمہ ہو کر اصفہان کا رُخ کیا۔ لیکن ایران کا کوئی صوبہ یا شہر ایسا نہ تھا، جسے وہ اپنے لئے محفوظ سمجھتا۔ وہ جس جگہ جاتا وہاں کے باشندے ایک تازہ جوش و خروش کے ساتھ اُس کی حمایت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے اور اُس کے ساتھ ہی مفتوحہ علاقوں کے رئیس بھی بغاوت کے لئے آمادہ ہو جاتے۔ لیکن جب مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاع ملتی تو وہ بھاگ نکلتا۔ ایک عظیم سلطنت کی لامحدود وسعتوں میں وہ برسوں تک یہ کھیل جاری رکھ سکتا تھا۔ اور ایسے عناصر جو کسریٰ کی زمین پر شہنشاہیت کے خاتمے کو اپنے اقتدار کی موت سمجھتے تھے ہر جگہ موجود تھے۔ اُنہیں صرف اس بات کا انتظار تھا کہ کسی دن کسی نئے محاذ پر مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب رُک جائے اور پھر شمال کے برفانی علاقوں سے لے کر خلیج فارس اور بحرین تک وہ آگ بھڑک اُٹھے جس کے شعلے صرف ربع صدی قبل قسطنطنیہ کی دیواروں کو چھو رہے تھے۔

امیر المومنین عمرؓ بن خطاب کی نگاہوں سے حال اور مستقبل کا یہ خطرہ پوشیدہ نہ تھا اور دربارِ خلافت میں اُن دُور اندیش مشیروں کی کمی نہ تھی جو ایران کو امن اور سلامتی کی راہ دکھانے کے لئے ان حوصلوں اور اُمیدوں کا مکمل خاتمہ ضروری سمجھتے تھے جو یزدگرد کی ذات سے قائم تھیں چنانچہ

امیر المومنین کو ایران پر عام لشکر کشی کا فیصلہ کرنا پڑا۔ اور پھر لشکرِ اسلام چھ حصوں میں تقسیم ہو کر اُن دُور افتادہ پہاڑوں، میدانوں اور صحراؤں کا رُخ کر رہا تھا جن کے اَن گنت شہر اور قلعے یزدگرد کی ڈوبتی ہوئی اُمیدوں کا آخری سہارا تھے۔

فاروقِ اعظمؓ کی خلافت کے آخری دو برس کا کوئی دن ایسا نہ تھا جب عجم کی کسی گزرگاہ پر قافلہ حجاز کی نئی منازل متعین نہیں ہوتی تھیں۔ کوئی ہفتہ ایسا نہ تھا جب دُور دُور کے محاذوں سے آنے والے قاصد اہلِ مدینہ کے لئے کسی نئی فتح کی خبر نہیں لاتے تھے۔ راہِ حق کے وہ مسافر جو مثنیٰ بن حارثہ کے جھنڈے تلے عراق کی طرف گامزن ہوئے اب ایران کی حدود عبور کر رہے تھے اصفہان فتح ہو چکا تھا۔ فارس کی زمین میں اللہ اکبر کی اذانیں سنائی دے رہی تھیں۔ آذربائیجان کے آتشکدے ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ طبرستان، آرمینیہ، فارس، سیستان، کرمان، خراسان اور مکران کی وسعتیں سمٹ رہی تھیں اور مشرق و مغرب کے ظلمت کدوں میں انسانی عظمتوں کے لئے نئے چراغ روشن ہو رہے تھے۔

یزدگرد نے پے در پے ناکامیوں کے بعد کرمان میں قدم جمانے کی کوشش کی۔ وہاں سے مایوسی ہوئی تو خراسان کی طرف بھاگ نکلا اور مرو شاہجہان میں ڈیرے ڈال دئیے۔ ۲۲ھ میں امیر المومنین کے حکم سے لشکر کے ایک اولوالعزم سالار احنف بن قیس نے خراسان پر چڑھائی کی اور طبسین اور ہرات فتح کرنے کے بعد مرو شاہجہان کی طرف بڑھے۔ یزدگرد احنف کی پیشقدمی کی اطلاع ملتے ہی مرو شاہجہان چھوڑ کر مرو رود چلا گیا۔ احنف بن قیس نے مرو شاہجہان پر قبضہ کر کے کسریٰ کے تعاقب میں مرو رود پر چڑھائی کر دی لیکن شکست خوردہ شہنشاہ جو مسلمانوں سے ہمیشہ چند میل دُور رہنا پسند کرتا تھا بلخ جا پہنچا۔ اس عرصہ میں احنف کی اعانت کے لئے کوفہ سے ایک نئی فوج پہنچ گئی اور اُس نے بلخ پر حملہ کر کے ایرانی لشکر کو تتر بتر کر دیا۔ یزدگرد شمال کی طرف بھاگا اور دریائے جیحوں عبور کر کے ترکوں کے خاقان کی پناہ میں چلا گیا۔ احنف نے نیشاپور سے لے کر طخارستان تک

خراسان کی شمالی سرحد کے تمام علاقے فتح کر لئے اور مرو رود کو صدر مقام بنالیا۔ خاقان نے یزدگرد کی اعانت کے لئے ایک عظیم فوج تیار کی اور خراسان پر چڑھائی کر دی۔

ترکوں کے ساتھ ایک بڑی جنگ کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے احنف کی بیشتر فوج بلخ اور دوسرے مقامات سے مرورود کی طرف سمٹ آئی۔ خاقان دریا عبور کرنے کے بعد بلخ سے ہوتا ہوا مرورود کی طرف بڑھا اور اس کے ساتھ ہی یزدگرد نے مروشاہجہان پر چڑھائی کر دی۔

احنف بن قیس مرورود کے آس پاس کھلے میدان میں ترکوں کے لاتعداد لشکر کا مقابلہ کرنے کی بجائے اپنی فوج کو پہاڑوں کی طرف ایک ایسے مقام پر لے گیا جہاں اس کے عقب میں بلند چٹانیں تھیں اور سامنے ایک ندی تھی۔

خاقان لڑنے کی بجائے صرف قوت کے مظاہرے سے فتح کے متعلق پُر اُمید تھا۔ چنانچہ اُس نے ندی کے پار پڑاؤ ڈال دیا۔ پھر کئی دن یہ حالت رہی کہ ترک سوار صبح کے وقت ندی کے پار صفیں درست کرتے، مسلمانوں کو للکارتے، اِکّا دُکّا تیر برساتے اور غروب آفتاب کے وقت پڑاؤ میں چلے جاتے۔ ایک دن خاقان کی فوج کے تین نامور اپنے لشکر کی صفوں سے نکلے۔ اور اُنہوں نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی۔

احنف بن قیس کسی اور مجاہد کو آگے کرنے کی بجائے بذاتِ خود میدان میں آگئے اور اُنہوں نے یکے بعد دیگرے ان تینوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور اس کے بعد کسی اور کو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ خاقان نے ایک مسلمان کے ہاتھوں اپنے تین نامور بہادروں کی ہلاکت کو بدشگونی خیال کیا اور اگلے دن اس کی افواج پڑاؤ خالی کر رہی تھیں۔

یزدگرد نے مروشاہجہان کا محاصرہ کرنے کے بعد شہر پر چند حملے کئے لیکن اُسے کامیابی نہ ہوئی۔ تاہم اُس نے اِس اُمید پر محاصرہ جاری رکھا کہ جب خاقان کا لشکر احنف بن قیس کو شکست دے کر اس طرف پیشقدمی کرے گا تو شہر کے مٹھی بھر محافظ لڑے بغیر ہتھیار ڈال دیں گے۔ لیکن جب اُسے اچانک خاقان کی پسپائی کی اطلاع ملی تو اُس نے بھی مروشاہجہان فتح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور

شمال کی طرف بھاگ نکلا۔ جیحوں کے کنارے اپنے آخری مستقر پر پناہ لینے کے بعد اس کی آخری خواہش یہ تھی کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر دریا کے پار پہنچ جائے۔ لیکن لشکر کے بیشتر سردار جو خاقان کی اعانت کے بھروسے پر ابھی تک اُس کا ساتھ دے رہے تھے، دیارِ غیر میں اُس کی رفاقت پر آمادہ نہ ہوئے۔ جب یزدگرد نے اُنہیں دبانے کی کوشش کی تو انہوں نے اعلانیہ بغاوت کر دی اور اُس کا خزانہ اور ساز و سامان چھین لیا۔ سامانی خاندان کے آخری چشم و چراغ نے اپنے کنبے اور ذاتی خدام کے علاوہ محافظ فوج کے چند دستوں کے ساتھ دریا عبور کر کے فرغانہ کی راہ لی۔ خراسانی دستوں نے منتشر ہو کر اپنے گھروں کا رُخ کیا۔ لیکن بیشتر فوج جو جنوبی ایران کے باشندوں پر مشتمل تھی کئی دن اپنے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔ ان میں سے کئی ایسے تھے جن کے بال بچے اُن کے ساتھ تھے اور وہ منتشر ہو کر اپنے گھروں کا رُخ کرنے میں راستے کی چوکیوں کے مسلمان سپاہیوں کی نظروں سے بچ سکتے تھے۔ لیکن اُنہیں یہ اطمینان نہ تھا کہ وہ خراسان سے گزرتے ہوئے اپنے ہموطنوں کی لُوٹ مار سے بھی محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ایک منظم لشکر کی صورت میں سفر کرنے کے لئے انہیں قدم قدم پر مسلمانوں کے تعاون کی ضرورت تھی۔ اپنے حال کے متعلق اُن کے اضطراب اور مستقبل کے متعلق اُن کی مایوسیوں کا یہ عالم تھا کہ ایک سپاہی دوسرے سپاہی اور ایک سردار دوسرے سردار سے صرف یہ سوال کر سکتا "کیا ہم اپنے وطن کی زمین دوبارہ دیکھ سکیں گے؟ کیا مسلمان ہمیں کسی رحم کا مستحق خیال کریں گے اور ہمیں غلام نہیں بنائیں گے اور کیا ہم نے یزدگرد کا ساتھ چھوڑ کر میں غلطی نہیں کی، اب کیا ہو گا؟"

سردیوں کا موسم شروع ہو چکا تھا اور دُور اُفتادہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہلی برف باری کے نشان دکھائی دے رہے تھے۔ جیحوں کے کنارے کھلے میدان میں شمال کی تند و تیز ہواؤں سے بچنے کے لئے اُنہوں نے چند کوس دُور ایک تنگ وادی میں خیمے نصب کر دئے۔

ترکوں کے لشکر کی پسپائی کے بعد احنف نے یزدگرد کا پیچھا کرنے کی بجائے ان قلعوں اور شہروں پر دوبارہ قابض ہونا ضروری خیال کیا جو مسلمانوں نے خاقان کی پیشقدمی کے وقت خالی

کردئے تھے۔ امیرالمومنین کی ابتداسے یہ ہدایت تھی کہ اسلامی لشکر کو سب سے پہلے مفتوحہ علاقوں کے نظم ونسق کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اور ایسی صورتِ حالات پیدا نہیں ہونی چاہیئے کہ مسلمانوں کو اچانک دریائے جیحوں سے آگے بڑھنے کی ضرورت پیش آجائے۔

احنف کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ یزدگرد اپنی بیشتر فوج پیچھے چھوڑ کر دریا عبور کر چکا ہے لیکن اُسے یہ اطمینان نہ تھا کہ جب وہ اس لشکر پر حملہ کرے گا تو خاقان اس کی مدد کے لئے نہیں آئے گا۔

باب ۳۸

حسان جسے بلخ اور مرو رود کے درمیان چند اہم چوکیوں کی حفاظت سونپی گئی تھی۔ ایک قدیم قلعے میں مقیم تھا۔ دو ہزار سپاہی جو اُس کی کمان میں تھے ان چوکیوں کی حفاظت کے علاوہ جیحوں کے ساحل تک شمال کے راستوں کی نگرانی کرتے تھے۔ خاقان کی واپسی کے بعد بظاہر ترکوں کی طرف سے کسی نئی کارروائی کا خطرہ نہ تھا۔ تاہم امیر لشکر شمالی سرحد کے تمام سالاروں کو یہ احکام بھیج چکے تھے کہ جب تک ایران کی رہی سہی فوج دریا کے اس کنارے موجود ہے وہ آر پار ترکوں کی نقل وحرکت کے متعلق چوکس رہیں۔

ایک دن تیسرے پہر حسان اس قلعے کے ایک کشادہ کمرے کے دریچے میں کھڑا برفباری کا منظر دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں سُوکھی گھاس بچھی ہوئی تھی۔ ایک طرف انگیٹھی میں آگ جل رہی تھی اور اُس کے قریب دو کمبل اور ایک پوستین پڑی ہوئی تھی۔

زر بخت کمرے میں نمودار ہوا اور برف سے اَٹی ہوئی پوستین اُتار کر جھاڑنے کے بعد کمرے میں داخل ہوا۔

حسان نے دریچہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "تمہیں اس موسم میں زیادہ دُور جانے کی ضرورت نہ تھی۔"

زر بخت نے اپنی پوستین ایک طرف پھینک کر آگ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔ "میں اگلی چوکی پر سہیل کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ علی الصباح پچاس سواروں کے ساتھ گشت پر نکلا تھا اور ابھی تک واپس نہیں آیا۔ اب میں وہاں یہ کہہ کر آیا ہوں کہ جب وہ آئے تو ہمیں فوراً اطلاع دی جائے۔"

حسان نے انگیٹھی کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "وہ برفباری کی وجہ سے کسی بستی میں رُک گیا ہوگا۔ بیٹھ جاؤ۔"

زدبخت نے اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آج ہماری تیسری چوکی کے سپاہی اس چرواہے کو پکڑ کر میرے پاس لے آئے تھے۔ وہ مُصر تھا کہ اُس نے پرسوں غروب آفتاب کے بعد چھ یا سات کشتیاں دریا عبور کرتے دیکھی ہیں اور اُن پر مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچّے بھی تھے اور دریا کے اس کنارے چند آدمی اُن کا انتظار کر رہے تھے۔ کشتیاں اُنہیں اُتار کر واپس چلی گئی تھیں اور کشتیوں سے اُترنے والے مغرب کی سمت روانہ ہو گئے تھے۔ اُن کی تعداد ڈیڑھ یا دو سو سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ یقیناً ایرانی فوج کے پڑاؤ میں گئے ہوں گے۔ چرواہا یہ بھی کہتا تھا کہ اگر وہ ترکی میں باتیں کرتے تو میں سمجھ لیتا لیکن وہ شاید فارسی میں باتیں کرتے تھے۔"

"چرواہا فارسی نہیں جانتا؟"

"نہیں۔"

"پھر وہ ترک نہیں ہو سکتے۔"

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ یزدگرد واپس آگیا ہو؟"

"نہیں، یزدگرد صرف ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ واپس نہیں آ سکتا۔ یہ صرف وہ لوگ ہو سکتے ہیں جنہوں نے دریا عبور کرنے کے بعد یہ محسوس کیا ہو کہ اب یزدگرد کا ساتھ دینا سُود مند نہیں۔"

زربخت نے کہا۔ "اگر ہمیں اُن کے پڑاؤ پر حملہ کرنے کی اجازت مل جاتی تو اب تک یہ معاملہ ختم ہو چکا ہوتا۔"

حسان بولا۔ "امیر لشکر کو اس بات کا یقین ہے کہ ہمیں اُن کے پڑاؤ پر حملہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ وہ اُنہیں سوچنے کا موقع دینا چاہتے ہیں۔"

"اگر اتنے دن وہ ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ نہیں کر سکے تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ ابھی تک ترکوں کی اعانت کے متعلق پُر اُمید ہیں۔"

"اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انہیں ہم سے کسی نیک سلوک کی اُمید نہ ہو۔ بہرحال اس مہم میں اُنہیں بہت جلد فیصلہ کرنا پڑے گا۔ اور اگر وہ کسریٰ کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں تو اُن کے لئے ہماری

پناہ میں آنے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ سپہ سالار کو اس بات کا یقین ہے کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ دو ہفتے اور انتظار کرنا پڑے گا۔"

زربخت نے کہا۔ "اگر ہمیں خاقان کا تعاقب کرنے کی اجازت مل جاتی تو ہم اس کے لشکر کو بآسانی تباہ کر سکتے تھے۔"

"ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ خاقان کے لشکر کو جیحوں کے پار پہنچا دیا جائے اور یہ مقصد لڑائی کے بغیر پُورا ہو چکا ہے۔ اور ہم نے خاقان کو اس بات کا احساس دلا دیا ہے کہ اس کے لشکر کی تعداد ہمیں مرعوب نہیں کر سکتی۔ مجھے یقین ہے کہ اب وہ کافی عرصہ جیحوں کے اس پار قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

"لیکن مجھے ڈر ہے کہ یزدگرد اسے چین سے نہیں بیٹھنے دے گا اور یہ بھی بعید از قیاس نہیں کہ کسی دن اس کی کوششوں سے ترکوں کے علاوہ ان کے چینی اور تاتاری ہمسائے بھی ہمارے خلاف متحد ہو جائیں۔"

حسان نے اطمینان سے جواب دیا۔ "ایسی صورت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہماری اوّلین ضرورت یہ ہے کہ مفتوحہ علاقوں سے صدیوں کی شہنشاہیت کے اثرات ختم کر کے اسلامی سلطنت کی نظریاتی بنیادیں مستحکم کی جائیں۔ اگر ہم ایران، شام اور مصر میں اپنی ذمہ داریوں کو پُورا کر سکے تو عرب کی طرح عجم میں بھی اسلام کی قوت اور توانائی کے چشمے پھوٹیں گے۔ قبائل اور عوام ایک ملّت کے وجود میں جذب ہو جائیں گے اور راہِ حق کے نئے مسافر اپنے پہاڑوں، صحراؤں اور میدانوں سے آگے نئی منازل دیکھ سکیں گے۔ ہمارا نصب العین غلاموں اور شہنشاہوں کی دنیا میں عربوں کی شوکت اور دبدبے کا مظاہرہ نہیں بلکہ اللہ کی زمین پر اللہ کی نصرت کا پرچم لہرانا ہے۔ آج سے چند سال قبل یہ کون کہہ سکتا تھا کہ کسریٰ کی عظیم افواج قادسیہ، جلولا اور نہاوند کے میدانوں میں روندی جائیں گی اور پھر اُس کے جانثار فارس، آرمینیا اور خراسان کی رزم گاہوں میں ہمارے ہمرکاب ہوں گے۔ اور آج یہ کون کہہ سکتا ہے کہ چند سال بعد ترکوں کے ساتھ تصادم کی صورت میں پورا ایران ہماری پشت پر نہیں ہوگا۔ اگر امیر المومنین کے سامنے صرف مشرق و مغرب کے ممالک پر چڑھ دوڑنے کا مسئلہ ہوتا تو آج ہماری اگلی چوکیاں فرغانہ اور سمرقند کے قریب ہوتیں۔ لیکن وہ نظم و نسق کے مسائل کو سرحدوں کی توسیع سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں وہ

یہ محسوس کرتے ہیں کہ مفتوحہ ممالک میں شہنشاہیت کے فتنے دب گئے ہیں، ختم نہیں ہوئے۔ عجم کو ماضی کی تاریکیوں سے نکالنے کے لئے ہمیں وقت کی ضرورت ہے۔"

زربخت نے کہا: "مجھے یقین ہے کہ عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں کوئی فتنہ سر نہیں اٹھا سکتا۔ اور میں جس قدر انسانیت کے ماضی حال اور مستقبل کے متعلق سوچتا ہوں اسی قدر زیادہ مجھے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ اس دنیا کو ان کی ضرورت ہے۔ پہاڑ کا بوجھ صرف پہاڑ ہی اٹھا سکتا ہے حسان! اگر ایک انسان دوسرے انسان کو اپنی عمر دے سکتا اور کوئی مجھے یہ یقین دلا سکتا کہ میں ایک سو یا ایک ہزار برس زندہ رہوں گا تو بھی میری سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی کہ میری ساری عمر عمرؓ بن خطاب کو مل جائے۔"

حسان نے جواب دیا: "میرے دوست! اس دنیا کو ہمیشہ ان کی ضرورت رہے گی اور وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ موت انہی کے لئے ہے نہیں جن کی زندگی کا ہر سانس اللہ کی رضا کا طلبگار ہوتا ہے اور جن کے ماضی کی یاد میں مستقبل کی سعادتیں جنم لیتی ہیں۔ ہر انسان کی زندگی میں وہ لمحہ ضرور آتا ہے جب وہ اپنے کندھوں کا بوجھ دوسروں کے لئے چھوڑ جاتا ہے اور فاروقِ اعظمؓ بھی قدرت کے اس قانون سے مستثنیٰ نہیں ہیں لیکن کاروانِ حیات کے لئے ان کے قدموں کے نشان روشنی کے مینار بن جائیں گے اور انسانیت کے ماضی کی تاریخ کے اوراق سے ایک بندۂ مومن کی عزم و یقین ایک اولوالعزم فاتح کی رواداری اور نیکی ایک عظیم حکمران کے عدل و انصاف سادگی اور انکساری اور ایک بے مثال انسان کی لامحدود عظمتوں کی روح پرور داستانیں تلاش کرنے والوں کو یہ مبارک دور ہمیشہ یاد رہے گا۔



عصر کی نماز سے تھوڑی دیر بعد سہیل مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور حسان نے قدرے برہم ہو کر کہا: "تم برفباری کا منظر اپنی چوکی سے قریب رہ کر بھی دیکھ سکتے تھے۔ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ تم نے دشمن کے پڑاؤ پر حملہ کر دیا ہے۔"

سہیل نے اطمینان سے جواب دیا: "اب ہمیں دشمن کے پڑاؤ پر حملہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ یزدگرد کے ساتھی ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور دس سرداروں کا وفد سپہ سالار سے صلح کی گفتگو کے لئے آرہا ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ یہ وفد یہاں آرہا ہے؟"

"جی ہاں! میں وفد کے راہنما کو اپنے ساتھ لے آیا ہوں اور اس کے ساتھیوں کو اپنی چوکی پہ چھوڑ آیا ہوں۔ سردی اور تھکاوٹ کے باعث ان کا برا حال تھا۔ وہ مجھے چوکی سے پانچ کوس دور مل گئے تھے۔ برفباری کے باعث ہمیں کچھ دیر ایک بستی میں رکنا پڑا۔ لیکن جب موسم میں تبدیلی کے کوئی آثار نظر نہ آئے تو میں انہیں اپنی چوکی میں لے گیا۔ ان کا خیال تھا کہ ہمارے سپہ سالار مرو میں ہوں گے لیکن جب میں نے انہیں یہ بتایا کہ وہ مشرقی چوکیوں کا معائنہ کر رہے ہیں اور بلخ سے واپسی پر اس راستے سے گزریں گے تو وہ میرے ساتھ آنے پر آمادہ ہو گئے۔"

حسان نے پوچھا: "ان کا راہنما کہاں ہے؟"

"وہ قلعے کی ڈیوڑھی میں کھڑا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔"

زربخت نے سوال کیا: "تم نے اس کا نام پوچھا ہے؟"

"مجھے اس کا نام پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔ میں نے دیکھتے ہی اسے پہچان لیا تھا۔ وہ آپ کا دوست آدمان ہے۔"

"آدمان؟" اس نے مضطرب ہو کر اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں لیکن میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ آپ یہاں ہیں۔"

"میں اسے لاتا ہوں۔" زربخت یہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا اور حسان نے سہیل سے مخاطب ہو کر کہا: "اگر وہ صلح کا ایلچی بن کر آیا ہے تو اسے ڈیوڑھی میں روکنے کی ضرورت نہ تھی۔ اب تم اپنے موزے اتار دو اور آرام سے آگ کے سامنے بیٹھ جاؤ! زربخت نے مجھے اطلاع دی تھی کہ تم صبح سے غائب ہو اور میں یہ خطرہ محسوس کر رہا تھا کہ تم کوئی حماقت نہ کر بیٹھو۔ لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر تم

ان کا پڑاؤ فتح کرکے آتے تو بھی مجھے اس قدر خوشی نہ ہوتی۔"

سہیل نے جواب دیا: "یہ محض اتفاق تھا کہ میں نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ ورنہ اُن کا رخ مرو کی طرف تھا۔"

"اُنہیں چوکی میں کوئی تکلیف تو نہ ہوگی؟"

"نہیں! میں وہاں تاکید کر آیا ہوں کہ اُن کے ساتھ مہمانوں کا سا سلوک کیا جائے۔"

سہیل اپنے موزے اُتار کر انگیٹھی کے سامنے بیٹھ گیا اور حسان نے اُٹھ کر کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے رُک کر سہیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ابھی میں زربخت سے کہہ رہا تھا کہ ان لوگوں کو فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ ہم صبح ہوتے ہی اُنہیں یہاں بُلا لیں گے۔"

زربخت آدمان کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کا نحیف و لاغر چہرہ ماضی کے آلام و مصائب کا آئینہ دار تھا۔ اُس نے حسان کی طرف دیکھ کر گردن جھکا لی۔ لیکن حسان نے آگے بڑھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "تم میرے لئے اجنبی نہیں ہو۔ تمہارے متعلق میں زربخت کی زبان سے اتنا کچھ سُن چکا ہوں کہ اب مزید تعارف کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اگر تمہارے دوسرے ساتھی بھی یہاں پہنچ جاتے تو اس قلعے میں اُن کے آرام کا بہتر انتظام ہو سکتا تھا۔"

آدمان نے کہا: "ہمارے گھوڑے جواب دے چکے تھے۔ لیکن اگر یہ معلوم ہوتا کہ زربخت یہاں ہے تو میرے ساتھی راستے میں ٹھہرنا پسند نہ کرتے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ آپ کے ساتھیوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ ورنہ ہم سیدھے مرو کا رُخ کر رہے تھے۔"

"تمہیں مرو جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ہمارے سپہ سالار بلخ کی طرف جا چکے ہیں وہاں سے واپسی پر وہ اس علاقے کی چوکیوں کا معائنہ کریں گے۔ اگر موسم زیادہ خراب نہ ہو گیا تو عام حالات میں اُنہیں آٹھ دس دن تک یہاں پہنچ جانا چاہیئے۔ لیکن میں ان کی خدمت میں اپنا ایلچی بھیج رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری آمد کی اطلاع پا کر راستے میں رُکنا پسند نہیں کریں گے۔ اب تم اس اطمینان کے ساتھ بات کر سکتے ہو کہ سپہ سالار کی آمد تک تم ہمارے مہمان ہو۔ تشریف رکھو۔ انشاءاللہ صبح

ہوتے ہی تمہارے ساتھیوں کو یہاں بُلا لیا جائے گا۔"

آدمان آگ کے سامنے بیٹھ گیا اور حسان نے سہیل کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "میں یہ چاہتا ہوں کہ ایلچی کو اس وقت روانہ کر دیا جائے۔ تم کسی موزوں آدمی کو بُلا لاؤ اور چار سواروں کو اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار کرو۔"

سہیل نے جواب دیا: "اگر آپ اجازت دیں تو یہ خدمت میں اپنے ذمہ لینا چاہتا ہوں۔"

"نہیں تم تھکے ہوئے ہو۔"

سہیل نے اپنے موزے پہنتے ہوئے کہا: "میں اگلی چوکی پر چند گھنٹے آرام کر لوں گا اور صبح ہوتے ہی آگے روانہ ہو جاؤں گا۔"

زربخت نے کہا: "نہیں سہیل! تم ٹھہرو۔ امیر لشکر کے پاس میں جاؤں گا۔"

حسان نے کہا: "تمہیں اپنے دوست کی میزبانی کے لئے یہاں ٹھہرنا چاہیئے۔ صبح اُن کے ساتھی بھی یہاں آ رہے ہیں۔"

سہیل نے ملتجی ہو کر کہا: "بھائی جان! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے قطعاً تھکاوٹ محسوس نہیں ہوگی۔ مجھے اجازت دیجئے۔"

"اچھا جاؤ!"

سہیل مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا اور حسان اور زربخت آدمان کے قریب بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کمرے میں خاموشی طاری رہی۔ زربخت نے تھوڑی دیر قبل اپنے دوست کے چہرے پر جو اطمینان دیکھا تھا اب اس پر شکست کا احساس غالب آ رہا تھا۔

"آدمان!" اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا: "اگر تم تھکاوٹ محسوس کر رہے ہو تو آرام سے لیٹ جاؤ!"

"نہیں مجھے تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی۔ گزشتہ حالات نے مجھے بہت سخت جان بنا دیا ہے۔"

حسان نے کہا: "تم صلح کا پیغام لے کر آئے ہو اور اگر میری کسی بات سے تمہارے دل کا بوجھ ہلکا ہو سکے تو میں اپنے سپہ سالار، اپنے امیر اور تمام مسلمانوں کی طرف سے یہ اعلان کر سکتا ہوں کہ ہم تمہارے جان و مال اور عزت کی حفاظت کے ضامن ہیں۔"

آدمان نے کہا: "میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے اس قسم کی باتیں سہیل اور زربخت کے منہ سے سن چکا ہوں، لیکن فرات سے لے کر جیحوں تک مسلمانوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لینے کے بعد مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں ہو سکتی کہ ہماری کم از کم سزا کیا ہو سکتی ہے۔ مرو کی طرف روانہ ہوتے وقت ہمیں یقین تھا کہ آپ کے لشکر کی پہلی چوکی میں داخل ہوتے ہی ہمیں بیڑیاں پہنا دی جائیں گی۔ اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کے جان و مال اور عزت کی حفاظت کی ذمہ داری لینے کے لئے کہاں تک با اختیار ہیں جنہیں پے در پے شکستوں اور مایوسیوں نے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا ہے؟"

"ہمارا ایک ادنیٰ سپاہی بھی ہتھیار ڈالنے والوں کو پناہ دینے کا حق رکھتا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ ہمارے ساتھ قیدیوں یا غلاموں کا سلوک نہیں کیا جائے گا؟"

"نہیں ہمارا مقصد تمہیں غلام بنانا نہیں بلکہ آزادی کی نعمتوں سے بہرہ ور کرنا ہے۔"

"اگر ہم اسلام قبول نہ کریں تو؟"

"تو بھی آپ پُرامن رہنے کا وعدہ کر کے اپنے گھروں کو جا سکیں گے۔"

"اور ہمارے بال بچے؟"

"اُن کی حفاظت بھی ہماری ذمہ داری ہوگی۔"

"اگر ہم یزدگرد کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے آتے تو؟"

"تو ہمیں صرف یہ اطمینان کرنا پڑتا کہ وہ کوئی نیا فتنہ پیدا نہیں کرے گا۔"

"آپ کو یقین ہے کہ ایران ہمیشہ کے لئے مغلوب ہو چکا ہے؟"

"نہیں، بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اہلِ ایران کسریٰ کی غلامی سے نجات حاصل کر چکے ہیں اور

اگر اُس نے ترکوں کے خاقان یا چین کے شہنشاہ کی اعانت سے دوبارہ اُن پر مسلط ہونے کی کوشش کی تو وہ ایرانی جو صدیوں کے بعد آزادی کی راحتوں سے آشنا ہوئے ہیں اسلام کے پرچم کو اپنا پرچم سمجھیں گے۔ اس قلعے میں کئی ایرانی رضاکار موجود ہیں اور تم ان سے یہ پوچھ سکتے ہو کہ اللہ کے دین کے متعلق اُن کے جذبات کیا ہیں۔"

آدمان نے زربخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "زربخت کو اس جگہ دیکھنے کے بعد مجھے کسی دوسرے ایرانی سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔"

زربخت نے کہا: "آدمان یہنے حالات دیکھنے کے بعد تمہارے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں ہوگا کہ صدیوں کی تاریکی کے بعد جس صبح کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں وہ کتنی حسین اور دلفریب ہے۔ میں نے چند برس قبل یہ محسوس کر لیا تھا کہ ہم سمٹتی ہوئی تاریکیوں کے ساتھ بھاگ رہے ہیں، لیکن تم ایک مدت بھٹکنے کے بعد واپس آئے ہو۔"

آدمان نے مغموم لہجے میں جواب دیا: "ہمارے لئے واپس آنے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔ ہماری اُمیدوں اور حوصلوں کا سفینہ جیحوں میں ڈوب چکا ہے۔ ہمارے ساتھیوں کا ایک گروہ فرغانہ کے راستے میں یزدگرد کا ساتھ چھوڑ کر واپس آگیا ہے اور اُن کی باتیں سن کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ باقی لوگ بھی زیادہ عرصہ اس کا ساتھ نہیں دیں گے۔"



نمازِ مغرب کے بعد آدمان اپنے میزبانوں کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ چونکہ چند اور آدمی بھی کھانے پر موجود تھے، اس لئے اُسے زربخت کے ساتھ کھل کر بات کرنے کا موقع نہ ملا۔ قلعے میں یہ خبر مشہور ہو چکی تھی کہ یزدگرد کے لشکر کے چند اور سردار جو آدمان کی رفاقت میں امیرِ لشکر کے ساتھ امن کی گفتگو کے لئے آئے ہیں پچھلی چوکی میں رُک گئے ہیں۔ آدمان کے لئے مسلمانوں کے چہروں سے اُن کی مسرت کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا۔ تاہم اُن کے طرزِ عمل نے یہ محسوس نہ ہونے دیا کہ اس خوشی میں فتح کا غرور بھی شامل ہے۔ اُن کی نگاہیں برتری کے احساس کی بجائے جذبۂ تشکر

کی ترجمانی کررہی تھیں۔ اور آدمان کا اضطراب حیرت میں تبدیل ہوچکا تھا۔

جب یہ محفل عشاء کی نماز کے لئے برخاست ہوئی تو حسان نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اب آپ آرام سے سو جائیں۔" وہ سب باہر نکل گئے۔ آدمان نے ایک کمبل اُٹھایا اور اپنے اُوپر ڈال کر ٹانگیں پھیلا دیں۔

کچھ دیر بعد جب وہ کروٹ بدل کر انگیٹھی میں سُلگتے ہوئے انگاروں کی طرف دیکھ رہا تھا تو زربخت دبے پاؤں کمرے میں داخل ہُوا۔ آدمان نے اچانک مُڑ کر اُس کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

زربخت نے اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ تم سو گئے ہو گے۔"

"میں تمہارا انتظار کررہا تھا۔ وہ نہیں آئیں گے؟"

"کون؟ حسان! نہیں وہ دوسرے کمرے میں چلے گئے ہیں۔"

آدمان نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "میں تم سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ اگر تم نہ آتے تو مجھے ساری رات نیند نہ آتی۔ مدائن سے کسریٰ کے ساتھ فرار ہوتے وقت مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ میں تمہاری خبر نہ لے سکا۔ لیکن حالات ایسے تھے کہ میں جان پر کھیل کر بھی تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا تھا۔"

زربخت نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔ شاید تمہاری جگہ میں بھی یہی کرتا۔"

آدمان نے کہا۔ "ایک سوال بار بار میری زبان پر آتا ہے لیکن مجھے بولنے کی ہمت نہیں پڑتی۔"

"تم میری بہن کے متعلق پُوچھنا چاہتے ہو؟"

"ہاں اگر تمہیں دیکھ کر مجھ پر ندامت کا احساس غالب نہ آجاتا تو میرا پہلا سوال اس کے متعلق ہونا چاہیئے تھا۔ میرا خیال تھا کہ تم خود اس کا ذکر چھیڑ دو گے اور مجھے پُوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ پھر جب تم مجھے اس کمرے میں لے آئے تو یہاں تمہارا سالار موجود تھا اور مجھے اُس کے

سامنے تمہاری بہن کا نام لینے کی جرأت نہ ہوئی۔ میرے لئے بہرحال وہ ایک اجنبی تھا۔"

زربخت مسکرایا۔ "آدمان! وہ اجنبی ماہ بانو کا شوہر ہے۔ اب تمہارے دل پر کوئی بوجھ نہیں رہنا چاہیئے۔"

"اپنی گفتگو سے وہ ایرانی معلوم ہوتا ہے۔"

"نہیں، وہ عراق کے ایک عرب خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور کسریٰ کے سپاہی کی حیثیت سے رومیوں کے خلاف گزشتہ جنگ میں حصہ لے چکا ہے۔ وہ میرے بڑے بھائی جاماداد کے ساتھ رومیوں کی قید میں بھی رہ چکا ہے لیکن وہ سلطنت جس کی حفاظت کے لئے اُس نے جان کی بازی لگائی تھی اُسے مظلومیت کے احساس اور بے بسی کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہ دے سکی۔ جب ظلم و وحشت کی تاریکیوں نے اُسے بحرین کی طرف دھکیل دیا تھا تو وہ تنہا تھا اور جب وہ واپس آیا تھا تو اُس کے ساتھ ان حق پرستوں کا قافلہ تھا جس کی گزرگاہوں پر انسانی عظمتوں کے چراغ روشن ہو رہے تھے۔ آدمان! تم حسان کی سرگزشت سننے کے بعد اس انقلاب کی اہمیت کا صحیح اندازہ کرسکو گے جس نے غلاموں اور آقاؤں کی دنیا میں انسانیت کے پرچم بلند کئے ہیں۔"

آدمان نے جواب دیا۔ "میرے لئے اس شخص کی سرگزشت دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی، جس نے تمہاری زندگی کا راستہ بدل دیا ہے۔ لیکن تم نے مجھے یاسمین کے متعلق نہیں بتایا؟"

"یاسمین میری رفیقۂ حیات بن چکی ہے۔ معاف کیجئے میں تمہارے گھر کا حال نہیں پوچھ سکا۔"

"ہم کسریٰ کے ساتھ حلوان چلے گئے تھے۔ پھر مجھے اپنی دو کمسن بہنوں اور ایک بھائی کو اپنے ماموں کے پاس چھوڑ کر جلولا جانا پڑا۔ وہاں لڑائی میں زخمی ہو کر نکلا تو حلوان کے راستے کی ایک بستی میں پناہ لی۔ چار دن ایک کسان کی جھونپڑی میں چھپا رہا۔ اس عرصے میں مسلمان حلوان پر قابض ہو چکے تھے۔ اس لئے میں وہاں نہ جا سکا۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ جس لڑکی کے ساتھ میری شادی ہونے والی تھی اُس کے والدین نے مدائن چھوڑنے سے انکار کردیا تھا میں نے اپنی تمام اُمیدیں شہنشاہ کی فتح کے ساتھ وابستہ کردی تھیں۔ لیکن اب ایران میں ساسانیوں

کا پرچم شاید ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہوگیا ہے۔"

زربخت نے کہا: "میں تمہیں اس بات کا یقین دلا سکتا ہوں کہ تمہارے عزیز و اقارب اگر حلوان یا مدائن میں ہیں تو وہ تمہیں بہت جلد مل جائیں گے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم کسریٰ کے ساتھ ہو تو شاید آج وہ اس قلعے میں تمہارے استقبال کے لئے موجود ہوتے۔"

آدمان نے پُرامید ہو کر سوال کیا: "کیا تمہیں یقین ہے کہ اُنہیں لونڈیاں اور غلام نہیں بنایا گیا؟"

"نہیں مفتوحہ شہروں کے باشندوں کی جان و مال اور عزّت کی حفاظت ہماری اولین فرض ہے۔"

"تمہیں یہ بھی یقین ہے کہ مجھے حلوان اور مدائن جانے کی اجازت مل جائے گی؟"

"ہاں"

"کب؟"

"تم جب چاہو جا سکتے ہو۔ ایران تمہارا وطن ہے اور جب تم اس بدلتی ہوئی دنیا کو میری اور حسان کی نگاہوں سے دیکھو گے تو تم یہ محسوس کرو گے کہ ایران کی طرح شام اور مصر بھی تمہارے وطن ہیں۔ اسلام نے اس دنیا میں صرف آقاؤں اور غلاموں کا امتیاز ہی ختم نہیں کیا بلکہ قبیلوں اور نسلوں کے درمیان نفرت کی دیواریں بھی توڑ دی ہیں۔ آدمان! مجھے ہر نئی منزل پر تمہارا انتظار تھا۔ کاش اُس دن تم مدائن میں رُک جاتے اور میں تمہیں بھی مٹتی ہوئی تاریکیوں کے ساتھ بھاگنے اور گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دینے سے روک سکتا۔ اب سو جاؤ۔ ہم کل سارا دن باتیں کریں گے۔"

"نہیں اب مجھے نیند نہیں آئے گی۔ میں تمہاری سرگزشت سننا چاہتا ہوں۔ میں وہ تمام واقعات سننا چاہتا ہوں جن کے باعث ہماری زندگی کے راستے جُدا ہو گئے تھے۔ میں حسان کی سرگزشت بھی سننا چاہتا ہوں اور میں یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کونسا معجزہ تھا جس نے عرب کے صحرانشینوں میں روم اور ایران کی سلطنتوں سے ٹکر لینے کا حوصلہ پیدا کر دیا تھا؟ اگر تم آقاؤں اور غلاموں کا امتیاز پسند نہیں کرتے اور تمہارا مقصد مفتوحہ ممالک کے باشندوں کے جان و مال اور آزادی کی حفاظت کرنا ہے تو جنگ کے میدانوں میں اپنا خون بہانے سے تمہیں کیا لذت

حاصل ہوتی ہے؟"

زربخت نے جواب دیا: "میری اور حسان کی داستان اُن ہزاروں انسانوں کی داستان ہے جنہوں نے وحشت ناک تاریکیوں میں بھٹکنے کے بعد روشنی دیکھی ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم اس داستان میں اپنے ہر سوال کا جواب تلاش کر سکو گے۔"

آدمان ہمہ تن گوش ہو کر زربخت کی طرف دیکھنے لگا اور اُس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اپنی سرگزشت شروع کر دی۔



اگلے روز صبح آدمان کی آنکھ کھلی تو زربخت کا بستر خالی تھا۔ وہ کچھ دیر بے حس و حرکت لیٹا رہا۔ پھر دروازے کی طرف قدموں کی آہٹ سُنائی دی اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ حسان کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے دریچہ کھولنے کے بعد اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا: "دیکھئے آسمان صاف ہو چکا ہے اور دُھوپ بھی نکل آئی ہے۔"

آدمان نے کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ میں بہت دیر سویا ہوں۔"

"میں صبح آیا تھا لیکن آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ زربخت کہتا تھا کہ رات آپ نے بہت دیر تک باتیں کی ہیں۔"

"مجھے صبح ہوتے ہی اپنے ساتھیوں کا پتا لگانا چاہیئے تھا۔ وہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

حسان نے جواب دیا: "آپ کو اُن کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ زربخت اُن کے پاس جا چکا ہے اور وہ اُنہیں بہت جلد یہاں لے آئے گا۔"

وہ کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر آدمان نے کہا: "یہ عجیب بات ہے کہ کل تک آپ میرے لئے اجنبی تھے اور آج میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میں برسوں سے آپ کو جانتا ہوں۔ زربخت کی باتوں نے میری نگاہوں کے سارے حجاب دُور کر دئیے

ہیں۔ تاہم ایک سوال بار بار میرے ذہن میں آتا ہے۔ گزشتہ رات جب زرنجت عرب اور ایران کے عظیم معرکوں کے متعلق اپنے تاثرات بیان کر رہا تھا تو میری آنکھوں کے سامنے اس حکمران کی خیالی تصویریں گھوم رہی تھیں جس کی راہنمائی میں صحرانشینوں نے زمانے کی تاریخ کے دھارے بدل دیئے ہیں۔ میں عمر بن الخطاب کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا لیکن زرنجت کو باتیں کرتے کرتے نیند آگئی۔"

حسان نے جواب دیا "ہم انہیں امیرالمومنین کہتے ہیں لیکن اُنہیں ایک ایسا حکمران سمجھ لینا صحیح نہیں ہے جسے اپنی رعایا پر قیصر و کسریٰ کے سے اختیار حاصل ہوں۔ عجم کے بادشاہوں کا ہر حکم اُن کی رعایا کے لئے ایک قانون کا درجہ رکھتا ہے لیکن عمر فاروقؓ اسلام کی حدود سے باہر ہمیں کوئی حکم نہیں دے سکتے۔"

"کیا ان کے سامنے کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ آپ کا فلاں حکم اسلام کے آئین کے مطابق اور فلاں اس کے خلاف ہے؟"

"کسی مسلمان کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں آ سکتا کہ عمر فاروقؓ کا کوئی حکم اسلام کے آئین کے خلاف ہو سکتا ہے لیکن اگر خدانخواستہ وہ کوئی ایسا حکم دیں تو ایک بدوی بھی اُن پر نکتہ چینی کا حق رکھتا ہے۔ میں اُنہیں دیکھ چکا ہوں اور مدینے کے اُن لوگوں سے بھی مل چکا ہوں جنہوں نے انہیں برسرِعام لوگوں کے اعتراضات کے جواب دیتے اور اُنہیں مطمئن کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

آدمان نے کہا "میں یہ سمجھ سکتا ہوں کہ اُنہوں نے قیصر و کسریٰ کا غرور خاک میں ملا دیا ہے میں اُن کی قوت اور عظمت کا اندازہ لگا سکتا ہوں۔ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ اس دنیا کا کوئی فاتح اُن سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی کہ کوئی عرب اور بالخصوص کوئی مسلمان ان کی طرف دیکھنے یا اُن کے ساتھ ہمکلام ہونے کی جرأت کر سکتا ہے۔"

حسان مسکرایا "جب تم صرف ایک ایرانی کی حیثیت سے سوچو گے تو عمر بن خطابؓ کی کئی باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکیں گی۔ تم نے کسریٰ کے محل اور قلعے دیکھے ہیں تم نے انسانوں پر خدائی کا دعویٰ کرنے والوں کے تخت اور تاج دیکھے ہیں تم نے بادشاہوں کو ہمیشہ جواہرات سے مرصع

قباؤں میں ملبوس دیکھا ہے۔ لیکن اگر تمہیں کسی دن مدینے جانے کی سعادت نصیب ہو تو تم ایک ایسے فرمانروا کو دیکھو گے جس کے کھردرے لباس میں پیوند لگے ہوئے ہیں۔ جسے سوکھی روٹی کا ایک نوالہ اُٹھاتے ہوئے بھی یہ خیال مضطرب کر دیتا ہے کہ آج اُس کی رعایا کا کوئی فرد بھوکا نہ رہ گیا ہو۔ جو مسلح پہریداروں کے بغیر گھر سے نکلتا ہے اور شہر سے باہر کسی جھاڑی کی چھاؤں میں سو سکتا ہے جس نے اپنے آرام کے لئے کوئی محل اور اپنی حفاظت کے لئے کوئی قلعہ تعمیر نہیں کیا۔ جسے اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے جاسوسوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور جسے دیکھ کر مدینے کا غریب سے غریب آدمی یہ فخر کر سکتا ہے کہ وہ ہم میں سے ایک ہے۔

شاہانِ عجم کو ریاست اور مذہب کے تمام قوانین اور ضوابط پر بالادستی حاصل تھی اور ان کے لامحدود اختیارات خلقِ خدا کے حقوق کی نفی کرتے تھے۔ لیکن اسلام کا مقصد اللہ کے بندوں پر اللہ کے دین کی بالادستی قائم کرنا ہے۔ امیرالمومنین کوئی ایسا حکم صادر نہیں کر سکتے جو دین کے احکام کے منافی ہو۔ دین کے احکام ہمیں کسی شہنشاہ کی غلامی کی زنجیریں نہیں پہناتے بلکہ ہمارے انسانی حقوق کی حفاظت کرتے ہیں۔ امیرالمومنین اس گھر کے محافظ ہیں جہاں دنیا کا ہر مظلوم پناہ لے سکتا ہے۔ وہ اس عظیم سلطنت کے معمار ہیں جس کی بنیادیں اخوت اور مساوات پر رکھی گئی ہیں۔ مستقبل کے مورخ اُنہیں یرموک، اجنادین اور قادسیہ اور نہاوند کی عظیم فتوحات پر خراجِ تحسین پیش کریں گے۔ لیکن میرے نزدیک عمر فاروقؓ کی سب سے بڑی فتح وہ ہے جو اُنہوں نے اپنی بے پناہ قوت پر حاصل کی ہے۔ وہ اس غرور کو شکست دے چکے ہیں جو ہمیشہ طاقت کے احساس کے ساتھ جنم لیتا ہے۔ تم ان بازوؤں کی بے پناہ قوت کا اندازہ کرو جو اسکندریہ سے بلخ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان نگاہوں کا تصور کرو جس کے ایک اشارے پر مشرق و مغرب کے نقشے بدل جاتے ہیں۔ پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ فتح جو اس مردِ حق آگاہ نے اپنی ذات پر حاصل کی ہے کتنی عظیم ہے۔

دینِ اسلام کا معجزہ یہی نہیں کہ عرب کے صحرانشین مشرق و مغرب کے شہنشاہوں کی قبائیں نوچ رہے ہیں بلکہ یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ عمر فاروقؓ کو وہ فتوحات وہ کامرانیاں متاثر نہیں کر سکیں جو

بندوں کو خدائی کا دعویدار بنا دیتی ہیں۔ اُنہوں نے وہ دیواریں توڑ دی ہیں جو صدیوں سے راعی اور رعایا کے درمیان کھڑی تھیں اور مقہور اور مجبور انسانوں کو اللہ کے خوف کے سوا ہر خوف سے آزاد کر دیا ہے۔"

آدمان کچھ دیر خاموشی سے حسان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے سوال کیا "آپ ایران کی آخری حدود پر اپنے پرچم نصب کرنے کے بعد مطمئن ہو جائیں گے یا یزدگرد کا تعاقب جاری رکھیں گے؟"

"امیرالمومنین ایک مفرور بادشاہ کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے اور اگر خاقان نے امن پسندی کا ثبوت دیا تو وہ ہمیں جیحوں سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اسلامی سلطنت کی حدود جس رفتار سے پھیل رہی ہیں اسی قدر مستعدی سے اس کی تعمیر اور استحکام کے لئے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ جب ایران سے صدیوں کی بادشاہت کے اثرات ختم ہو جائیں گے تو عرب کی طرح یہاں کے حالات بھی اسلام کے حق میں سازگار ہو جائیں گے۔ اگر ان کے سامنے اہل عجم پر عرب کے مسلمانوں کو مسلط کر دینے کا مسئلہ ہوتا تو یہ کام کوئی مشکل نہ تھا۔ عجم کے حکمرانوں کی طرح وہ بھی بندوں اور آقاؤں کے درمیان آہنی دیواریں کھڑی کر سکتے تھے۔ اُن کے پاس وہ قوت موجود ہے جس کے بل بوتے پر کسریٰ اور قیصر مشرق و مغرب کے ممالک پر چڑھ دوڑتے تھے اور پھر اُن کی تلوار مغلوب ہونے والوں کو صدیوں تک سر اُٹھانے کی اجازت نہ دیتی تھی لیکن امیرالمومنین اس نظام حیات کے داعی ہیں جس کا اوّلین مقصد اس دُنیا سے بندہ و آقا کا امتیاز مٹانا ہے اور یہ نظام ایک جبری تعاون کی بجائے رضاکارانہ تعاون کا طلبگار ہے۔ جب عرب کے ظلمت کدے میں اسلام کی روشنی نمودار ہوئی تھی تو اس کا پہلا تصادم ان عناصر کے ساتھ تھا جو اپنے اقتدار کے لئے قبائلی منافرتوں کا سہارا لیا کرتے تھے اور اپنی انفرادیت کو اللہ کے دین کی وحدت میں گم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ لیکن وہ اسلام کی اخلاقی اور رُوحانی قوتوں کے سامنے مغلوب ہو کر رہ گئے۔ آج یہی لوگ اس دین کے علم بردار کہلانے پر فخر کرتے ہیں۔ لیکن عرب کی حدود سے آگے دینِ حق کا تصادم منتشر اور متحارب قبائل کے ساتھ نہیں تھا بلکہ مشرق و

مغرب کی ان دو عظیم سلطنتوں کے ساتھ تھا جس کے پیچھے ایک ہزار سال کی تاریخ موجود ہے۔ ہم قیصر اور کسریٰ کو شکست دے چکے ہیں لیکن صدیوں کے مقہور اور مجبور انسانوں کے ذہن بدلنے اور اُنہیں اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم عرب کی طرح عجم میں بھی اسلام کے نظام حیات کو اُس کی مثالی صورت میں پیش کر سکیں۔

امیرالمومنین جس قدر مسلمانوں کی فتوحات پر خوش ہیں اُسی قدر اُنہیں یہ خدشہ رہتا ہے کہ اگر اسلام کے علمبرداروں نے ظلم اور جہالت کے گرتے ہوئے ایوانوں کی جگہ اسلام کے حصار کے لئے مضبوط بنیادیں فراہم نہ کیں تو کسی دن عجم کی آندھیاں ہماری زندگی اور توانائی کے صاف اور شفاف چشموں کو بھی گرد آلود کر دیں گی۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ جب عرب کی طرح ایران بھی اسلامی تہذیب و اخلاق کا گہوارہ بن جائے گا تو یہاں بھی وہی ناقابلِ تسخیر قوتیں جنم لیں گی جن کے سامنے قیصر و کسریٰ کی سطوت کے پرچم سرنگوں ہو چکے ہیں۔ پھر نئے قافلوں کے سالار خالدؓ اور مثنیٰؓ کی نگاہوں سے ایران شام اور مصر کی حدود سے آگے نئی منازل دیکھ سکیں گے۔ اگر تم زربخت کی سرگزشت سُن چکے ہو تو تمہارے لئے میری گفتگو معمّا نہیں ہو گی۔ وہ کسریٰ پر اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار تھا۔ لیکن میرا دل گواہی دیتا تھا کہ یہ نوجوان زیادہ عرصہ اسلام سے دُور نہیں رہ سکے گا۔ اور آج تمہارے متعلق بھی میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم ساری عمر تاریکی میں بھٹکنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ میں اس روشنی کے لئے تمہاری نگاہوں کی پیاس دیکھ سکتا ہوں جو چند سال قبل زربخت نے دیکھی تھی۔"

حسان یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔ آدمان کچھ دیر اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا۔ "زربخت کہتا تھا کہ میں جب چاہوں اپنے گھر جا سکتا ہوں۔ لیکن میں اس سلسلہ میں آپ کی شرائط معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

حسان نے جواب دیا "تم ہماری پناہ میں آ چکے ہو۔ اور ہمارے لئے یہ جان لینا کافی ہو گا کہ تم ایک ذمی کی حیثیت قبول کرنے پر آمادہ ہو اور اگر تم اپنی زندگی کا راستہ تبدیل کرنا چاہو تو تمہارے لئے اسلام کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔"

"اور میرے ساتھی بھی واپس جا سکیں گے؟"

"ہاں"

"میں زرنجت کا دوست ہوں اور اُسے مجھ پر اعتبار آ سکتا ہے لیکن کیا آپ اُن لوگوں پر بھی اعتماد کر سکیں گے جو اپنے متعلق کوئی ضمانت پیش نہیں کر سکتے؟"

"ہاں ہم اُنہیں اس بات کا موقع دیں گے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اپنے وطن کی نئی بہاریں دیکھیں اور پھر پوری آزادی کے ساتھ اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں۔ تمہارے ساتھی ہم سے دُور رہ کر کسی خطرے کا باعث ہو سکتے تھے لیکن جب وہ اپنے گھروں کو لوٹیں گے تو وہ ذمی جنہوں نے اسلامی عدل و انصاف اور وہ نومسلم جنہوں نے اسلامی اخوت کے عملی مظاہرے دیکھے ہیں، اُن کی راہنمائی کے لئے موجود ہوں گے۔ پھر اگر اُن میں سے کسی نے کوئی فتنہ بپا کرنے کی کوشش کی تو اُسے راہِ راست پر لانے کے لئے ہمیں اُس کے اپنے عزیزوں اور دوستوں کا تعاون حاصل ہو گا۔ ہمارے لشکر کو مدت سے تمہارا انتظار تھا۔ ان مجاہدوں میں سے کئی ایسے ہیں جن کے گھر سینکڑوں کوس دُور ہیں اور تمہاری آمد پر ان کی مسرت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب اس محاذ پر کسی نئی جنگ کے خطرات باقی نہیں رہیں گے تو انہیں بھی اپنے گھر جانے کے لئے رخصت مل جائے گی۔"

آدمان نے کہا: "اب میں کسی جھجک کے بغیر آپ کے سامنے اس حقیقت کا اعتراف کر سکتا ہوں کہ ہمارے لئے ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ گزشتہ چند ہفتوں سے ہمارا لشکر رسد کی کمی کے باعث بھوکوں مر رہا ہے۔ بیشتر سپاہیوں کو ہم اس سردی میں بھی پورا لباس نہیں دے سکتے۔ پہلے یہ حالت تھی کہ مقامی لوگ ہر جگہ ہمارا خیر مقدم کرتے تھے اور ہمیں رسد حاصل کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی تھی اور تنگی کے ایام میں ترکوں کا خاقان بھی دل کھول کر ہماری مدد کرتا تھا لیکن یزدگرد کی پے در پے ناکامیوں کے بعد مقامی لوگ مایوس ہو چکے ہیں اور خاقان کی طرف سے بھی اب ہمیں اعانت کی توقع سے زیادہ حملے کا خطرہ ہے۔ بیماری اور فاقوں نے ہمارے

آدمیوں کا یہ حال کر دیا ہے کہ اُن میں سے اکثر سفر کے قابل نہیں۔ بالخصوص عورتوں اور بچوں کی حالت انتہائی قابلِ رحم ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ ہم برفباری سے چند دن قبل آپ کی پناہ لینے کا فیصلہ نہ کر سکے۔"

"تم نے زرنجت کو یہ نہیں بتایا؟"

"نہیں، مجھے یہ ہدایت کی گئی تھی کہ میں سپہ سالار سے پورا اطمینان حاصل کئے بغیر اپنی کوئی کمزوری ظاہر نہ کروں۔ سردارانِ لشکر کو یہ ڈر تھا کہ مسلمان ہمارے مستقر کے حالات سے باخبر ہوتے ہی حملہ کر دیں گے۔"

"کم از کم تمہیں اپنے دوست پر اعتماد کرنا چاہیئے تھا۔"

"مجھے زرنجت پر یہ اعتماد ہو سکتا تھا کہ وہ ہمیں ہلاکت سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا لیکن میرے لئے یہ سمجھنا مشکل تھا کہ وہ کس قدر بااختیار ہے۔ مجھے ایک دوست کو آزمائش میں ڈالنا پسند نہ تھا۔ اُس کی گفتگو سے مجھے اس بات کا یقین تو آ گیا تھا کہ آپ لوگ گرے ہوئے دشمن پر تلوار نہیں اُٹھائیں گے لیکن یہ اُمید نہیں ہو سکتی تھی کہ دشمن کی بھوک بھی آپ کو پریشان کر سکتی ہے۔"

"ہم مسلمان ہیں۔" حسان یہ کہہ کر اُٹھا اور دروازے کے قریب جا کر آوازیں دینے لگا۔ "یوسف، یوسف، اِدھر آؤ۔"

ایک نوجوان جس کی عمر بمشکل بیس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

حسان نے کہا: "یوسف، ہمارے پاس جتنے خچر ہیں اُن پر آٹا لاد دو۔ چند آدمیوں کو اُس پار کی بستیوں سے بھیڑ بکریاں خریدنے کے لئے روانہ کر دو۔ یہ رسد ناکافی ہو رہی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے عقب کی چوکیوں کو پیغام بھیج دو۔ بھیڑوں اور بکریوں کی تعداد سو سے کم نہیں ہونی چاہیئے اور مقامی چرواہوں میں چند جفاکش آدمیوں کو بھی بُلا لو۔ تیس چالیس آدمی سامانِ رسد کے ساتھ جائیں گے اور اُنہیں معقول معاوضہ دیا جائے گا۔"

نوجوان نے جھجکتے ہوئے سوال کیا "یہ رسد کہاں جائے گی؟"

حسان نے برہم ہو کر کہا "ہمارے سامنے انسانوں کی جانیں بچانے کا مسئلہ ہے اور تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ میں دوپہر تک یہ سننا چاہتا ہوں کہ رسد لے جانے والوں کا قافلہ تیار ہو چکا ہے۔"

نوجوان باہر نکل گیا اور حسان نے مڑ کر آدمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اگر تم کل یہاں پہنچتے ہی مجھے یہ حالت بتا دیتے تو اب تک یہ کام ہو چکا ہوتا۔"

آدمان نے کہا "میں بعید شرمسار ہوں لیکن آپ کو یہ یقین ہے کہ سپہ سالار کی اجازت کے بغیر اتنا بڑا قدم اٹھانے کے بعد آپ سے کوئی بازپرس نہیں کی جائے گی؟"

"نہیں، ہمارا سپہ سالار بھی ایک مسلمان ہے اور مجھے اُن کو یہ سمجھانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کہ بھوک کیا ہوتی ہے۔ اب تمہیں قافلے کے ساتھ جانا پڑے گا اور تمہارے لشکر کو ہمارے سپہ سالار کے سامنے حاضر ہونے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے مستقر کے حالات سننے کے بعد وہ بذاتِ خود وہاں پہنچ جائیں گے۔"

آدمان خوشی سے حسان کی طرف دیکھ رہا تھا اور اُس کی آنکھیں تشکر کے آنسوؤں سے لبریز ہو رہی تھیں۔

حسان نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "آدمان! اگر تمہارے دل میں کوئی اُلجھن ہے تو میں دُور کر سکتا ہوں۔"

"نہیں۔" اُس نے گھٹی ہوئی آواز میں جواب دیا "اب میری تمام اُلجھنیں دُور ہو چکی ہیں ہم نے جو راستہ اختیار کیا تھا اُس کی آخری منزل یہی ہو سکتی تھی۔"

"نہیں میرے دوست! یہ تمہارے نئے راستے کی پہلی منزل ہے۔ تم ماضی کے ظلمت کدوں سے نکل کر حال کے اجالوں میں آ گئے ہو۔"

○

پانچ دن بعد ایرانی لشکر کے سردار اپنے پڑاؤ سے باہر مسلمانوں کے سپہ سالار کا خیر مقدم

کر رہے تھے۔ احنف بن قیس، حسان، سہیل اور فوج کے چار سالار اُن کے قریب پہنچ کر گھوڑوں سے اُتر پڑے اور پچاس سوار اُن کے پیچھے قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ زربخت جو دو دن قبل آدمان اور اُس کے ساتھیوں کے ہمراہ رسد کا سامان لے کر پہنچا تھا ایرانی سرداروں کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر آدمان جسے یہ لوگ مسلمانوں کے سپہ سالار کے سامنے اپنی ترجمانی کا فرض سونپ چکے تھے آگے بڑھا اور اپنی تلوار اُتار کر احنف بن قیس کو پیش کر دی۔ احنف نے مڑ کر حسان کی طرف دیکھا۔ اور اُسے اپنی ترجمانی کا حکم دینے کے بعد آدمان سے مخاطب ہوا "اگر تم اپنے لشکر کو پُرامن رکھنے کی ذمہ داری لے سکتے ہو تو ہم تمہیں غیر مسلح نہیں کریں گے۔ یزدگرد کے ساتھ ہماری جنگ ختم ہو چکی ہے لیکن ایران میں امن اور سلامتی کے لئے تمہارے حصے کا کام باقی ہے۔ میں تمہارے حالات سُن چکا ہوں اور مجھے تمہارے مصائب کا علم ہے۔ تمہاری حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔"

آدمان نے کہا "مجھے اپنے ساتھیوں کی طرف سے یہ کہنے کا پُورا اختیار ہے کہ ہم ایران کے امن اور سلامتی کے لئے آپ کی توقعات پُورا کریں گے۔"

"اور میں مسلمانوں کی طرف سے اِس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ تمہیں بحفاظت اپنے اپنے گھر پہنچا دیا جائے گا۔ میں نے سُنا ہے کہ تم میں سے بعض سفر کرنے کے قابل نہیں لیکن سردیوں کے موسم میں یہ جگہ اُن کے لئے موزوں نہیں۔ انہیں مرو رود پہنچ کر زیادہ آرام مل سکے گا۔ جو لوگ انتہائی معذور ہیں اُنہیں مرو کے راستے میں اس سے بہتر جائے پناہ مل جائے گی۔ اگر دوبارہ برفباری شروع ہو گئی تو تمہیں بہت زیادہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کل ہی روانہ ہو جاؤ۔ میں مرو پہنچ کر تمہارا انتظار کروں گا۔"

آدمان مڑ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس کی نگاہیں جذبۂ تشکر سے لبریز تھیں ایک بوڑھے سردار نے آگے بڑھ کر کہا "آپ ہماری دعوت قبول فرمائیں۔ پڑاؤ میں ہمارے ساتھی آپ کے منتظر ہیں۔"

"نہیں میں فوراً مرو رود پہنچنا چاہتا ہوں۔ اب آپ کے ساتھیوں سے وہیں ملاقات ہو گی۔" احنف یہ کہہ کر حسان کی طرف متوجہ ہوا۔ "حسان! اب انہیں مرو پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے۔"

میں راستے کی تمام چوکیوں کو یہ حکم بھیج دوں گا کہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ تمہارے ساتھ چالیس آدمی کافی ہوں گے اور اللہ بخت اور سہیل بھی تمہارے ساتھ جائیں گے۔ تمہاری غیر حاضری میں قلعے کی حفاظت یوسف کی ذمہ داری ہوگی۔"

ایک اور سردار نے آگے بڑھ کر کہا۔ "جناب میں آپ کو ایک اہم خبر دے سکتا ہوں میں اُن لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے یزدگرد کے ساتھ فرغانہ کے راستے کی چند منازل طے کرنے کے بعد آپ کی پناہ لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ میں اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ اب دریا کے اُس پار آپ کی کسی چوکی کو ترکوں کے حملہ کا خطرہ باقی نہیں رہا۔ دریا عبور کرنے کے بعد راستے کی تمام چوکیوں کے محافظوں کے طرزِ عمل سے ہمیں یہ محسوس ہوا تھا کہ خاقان ہماری حمایت میں آپ کے خلاف تلوار اُٹھانے پر پشیمان ہے اور جب یزدگرد فرغانہ پہنچے گا تو اُس کی حیثیت ایک بن بُلائے مہمان یا ایک قیدی سے مختلف نہیں ہوگی۔"

"میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ موجودہ حالات میں خاقان کیا سوچ سکتا ہے۔" احنف نے مسکراتے ہوئے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑلی اور پھر قدرے توقف کے بعد آدمان سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم کچھ اور کہنا چاہتے ہو؟"

"میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اس دنیا میں ایک نیکی دوسری نیکی کو جنم دے سکتی ہے تو ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔ جنگ کے میدان میں آپ ہمارے لئے ایک معمہ تھے لیکن اب ہماری نگاہوں کا حجاب اُٹھ چکا ہے۔"

"اللہ تمہیں حق کا راستہ پہچاننے کی ہمت دے۔" احنف یہ کہہ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور چند سوار اُس کے پیچھے ہو لئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے تو آدمان اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ "میرے دوستو! ہمیں رات کے اندھیروں اور صبح کے اُجالوں میں امتیاز کرنے کے لئے فرات سے جیحوں تک بھٹکنے کی ضرورت نہ تھی۔"

دو ماہ بعد حسان، زربخت اور سہیل کو گھر جانے کی رخصت ملی۔ راستے کی منازل میں اُن کے علاقے کے آٹھ مجاہد اُن کے ساتھ شامل ہو گئے۔

ایک شام جب سورج کی سُرخ پیشانی مغرب کے اُفق کو چھو رہی تھی۔ یہ قافلہ گندم کے لہلہاتے کھیت عبور کرنے کے بعد دریائے فرات کے کنارے کھڑا تھا۔ سامنے دریا کے پار دو کشتیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ لیکن وہاں ملاح موجود نہ تھے۔

ایک نوجوان نے زربخت سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ملاح اس وقت گاؤں میں چلے گئے ہوں گے۔ میں اُنہیں بھیجتا ہوں۔"

نوجوان نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور اُس کے ساتھیوں نے اپنے گھوڑے جھاڑیوں سے باندھ دئیے۔ تھوڑی دیر بعد اُنہوں نے مغرب کی نماز ادا کی اور دریا کے کنارے سرسبز گھاس پر بیٹھ گئے۔

یہ بہار کا موسم تھا اور خراسان کی سردیوں کے بعد اُنہیں شام کے جھونکے انتہائی خوشگوار محسوس ہوتے تھے۔ خاموش فضا میں بارھویں رات کا چاند نور کے خزانے بکھیر رہا تھا۔ حسان اچانک اُٹھا اور دریا کے کنارے ٹہلتا ہوا اپنے ساتھیوں سے چند قدم دُور نرم ریت پر بیٹھ گیا۔ کئی مہینے اپنی رفیقہ حیات سے جُدائی اور ایک طویل اور صبر آزما سفر کے بعد وہ ان لمحوں کا تصور کر رہا تھا جو رات کے پار اُس کی راہ دیکھ رہی تھیں۔

کبھی اُس کی نگاہوں کے سامنے حال اور مستقبل کی روشنی پھیل جاتی اور کبھی اُس کی روح ان ویرانوں کا طواف کرنے لگتی جہاں زندگی کے بے نشان راستے ماضی کی بھیانک تاریکیوں میں گم ہو کر رہ جاتے تھے۔ ان اندھیروں اور اُجالوں کے درمیان راہِ حق کے ان مسافروں کے قدموں کے نشان کہکشاں کی طرح چمکتے تھے جن کی رفاقت میں اُس نے بحرین سے لے کر خراسان تک سفر کیا تھا۔ وہ جنگ کے میدانوں میں مجاہدوں کے نعرے، گھوڑوں کی ٹاپ، تیروں کی سنسناہٹ اور تلواروں کی جھنکار سُن رہا تھا۔ وہ ان نامور سالاروں کو دیکھ رہا تھا جن کی تلوار

کی نوک سے دنیا کے نقشے پر نئی لکیریں کھینچی گئی تھیں اور جن کے نام عزم و یقین، جرأت اور شجاعت کی ان گنت داستانوں کے عنوان بن گئے تھے۔ اور وہ ان بچھڑے ہوئے ساتھیوں کو آوازیں دے رہا تھا جن کے خون شہادت سے ظلمت کدوں میں توحید کے چراغ روشن ہوئے تھے۔ اور پھر جب اُس کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو رہے تھے تو اُس کے کانوں میں قافلۂ حیات کے ایک جیالے نقیب اور ایک اُولوالعزم راہنما کے یہ الفاظ گونج رہے تھے: "مجھے معلوم نہیں کہ اللہ کی زمین کی سرحدیں کہاں ختم ہوتی ہیں اور جب اللہ کے سپاہیوں کا لشکر اس طرف آئے گا تو میں کہاں تک اُس کا ساتھ دے سکوں گا۔ ممکن ہے کہ میں اُفق کی پہلی لکیر سے بھی آگے نہ جا سکوں لیکن جب تک قافلۂ حجاز کا سفر جاری رہے گا اور جب تک اللہ کی زمین کی حدود ختم نہیں ہوں گی میری رُوح ان ابدی مسرتوں سے ہمکنار رہے گی جو اللہ کی راہ میں قدم اُٹھانے والوں کا مقدر ہیں۔ قیامت تک اسلام کے غازیوں کی فتوحات ہوں گی۔ میں صرف یہ اطمینان چاہتا ہوں کہ بدر و حنین کا قافلہ مدائن کے راستے پر گامزن ہو چکا ہے۔ اور اس راستے کی ابتدائی منازل کے چراغ میرے خون سے روشن ہوئے ہیں"۔

اور حسان کے آنسو اُسے یہ جواب دے رہے تھے: "میرے قائد! میرے دوست! میرے محسن! بدر و حنین کا قافلہ مدائن سے بہت آگے جا چکا ہے۔ تُو نے جو پرچم اُٹھایا تھا اُس کا سایہ الوند اور البرز کی چوٹیوں سے آگے جا چکا ہے۔ تُو نے جس قافلے کو آوازیں دی تھیں، اُس کے مُسافر کئی صحرا، کئی دریا اور کئی پہاڑ عبور کر چکے ہیں"۔

اچانک عقب سے سہیل کی آواز سنائی دی: "اُٹھیے بھائی جان!"

"کشتیاں آگئیں؟" اُس نے چونک کر سوال کیا۔

"ہاں بھائی جان ادھر دیکھیے ایک چھوٹا سا ملاح آپ کو گھر لے جانے کے لئے بیقرار ہے"۔

حسان نے مُڑ کر دیکھا سہیل اُس کے کمسن بیٹے کو اُنگلی سے لگائے ہوئے تھا۔ اُس

نے دونوں ہاتھ پھیلا دئے۔

سلمان جھجکتا، شرماتا آگے بڑھا، رُکا اور پھر بھاگ کر اُس سے لپٹ گیا۔

سہیل مسکرایا: "بھائی جان! ایک چھوٹا سا ملاح اور بھی ہے لیکن اُسے نیند آ رہی ہے۔"

حسان اُٹھ کر گھاٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ چند قدم دُور زر بخت اور کاؤس کے ساتھ ماہ بانو اور یاسمین کھڑی تھیں۔ زر بخت نے اپنے بیٹے سعد کو گلے لگا رکھا تھا اور ماہ بانو اپنے دوسرے فرزند کو سینے سے چمٹائے ہوئے تھی۔ حسان بھاگ کر آگے بڑھا اور اُس نے کہا: "ماہ بانو! تمہیں اس وقت یہاں آنے کی ضرورت نہ تھی"۔

ماہ بانو کی نگاہیں جن میں محبت اور اطاعت کے دریا موجزن تھے جُھک گئیں اور اُس نے جواب دینے کی بجائے سوئے ہوئے بچے کو آگے بڑھا دیا۔ حسان نے اُسے اُٹھا کر چُوما، پھر چاند کی روشنی میں اس کے حسین چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔ بچہ اچانک بلبلا اُٹھا اور سلمان نے شکایت کے لہجے میں کہا: "ابا جان! آپ نعمان کو کیوں مارتے ہیں؟"

حسان نے بچہ کاؤس کو تھما دیا۔ پھر زر بخت کے بیٹے کو اُٹھا کر پیار کرتے ہوئے یاسمین سے مخاطب ہوا: "اور میری بہن کیسی ہے؟"

وہ بولی: "ننھی بہن کو اپنے بڑے بھائی سے شکایت ہے کہ وہ اپنی خیریت کی اطلاع نہیں دیتے"۔

حسان مسکرایا: "اب ننھی بہن کو یہ شکایت نہیں رہے گی۔ میں اپنی رخصت ختم ہونے کے بعد کوفہ میں منتقل ہو جاؤں گا اور وہاں سے ہر ہفتے تمہیں میری خیریت کی اطلاع ملتی رہے گی اور تمہیں زر بخت کے متعلق بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ امیر لشکر نے یہ وعدہ کیا ہے کہ اُسے رخصت ختم ہونے سے پہلے اصفہان میں تبدیلی کے احکام مل جائیں گے۔ وہ اصفہان کے عامل کو لکھ چکے ہیں۔ اب تم خوش ہو نا؟"

یاسمین نے کہا: "میں اس شرط پر خوش ہو سکتی ہوں کہ آپ گرمیوں میں وہاں آیا کریں گے"۔

"اصفہان بہت دُور ہے یاسمین! بہر حال ہمیں جب چھٹی ملا کرے گی ہم اصفہان کے سوا کہیں اور نہیں جائیں گے۔"

سلمان نے کہا۔ "میں بھی وہاں جاؤں گا۔"

"ہاں بیٹا! تم بھی جاؤ گے۔"

"اور امی بھی جائیں گی۔ ہم سب جائیں گے۔"

ماہ بانو نے سہیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ "سہیل! تم نے اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا؟"

سہیل نے جواب دیا۔ "مجھے خراسان کی آب و ہوا پسند آگئی ہے۔"

حسان نے کہا۔ "اگر خراسان کے محاذ پر امن رہا تو اگلے سال سہیل کو وہاں عراق کے کسی مستقر پر تبدیل کر دیا جائے گا۔ اب چلو، لیکن کشتیاں کہاں ہیں؟"

زر بخت نے جواب دیا۔ "صرف ایک کشتی آئی تھی اور وہ ہمارے ساتھیوں اور گھوڑوں کو دریا کے پار چھوڑ کر ابھی واپس آجائے گی۔"

"وہ جا چکے ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ کشتی کب آئی تھی۔"

"اس وقت آپ شاید کسی اور دُنیا میں تھے۔"

سہیل نے سوال کیا۔ "آپ کیا سوچ رہے تھے بھائی جان! ہم سمجھ رہے تھے کہ آپ سو رہے ہیں۔"

حسان نے جواب دیا۔ "میں جاگ رہا تھا لیکن بہت دُور چلا گیا تھا۔ جب تم نے آواز دی تھی تو میں مثنیٰ بن حارثہ سے باتیں کر رہا تھا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ کشتی میں سوار ہو چکے تھے اور حسان کے خیالات پھر اس حسین ماضی کی طرف دوڑ رہے تھے جب فرات کی لہریں اچھل اچھل کر مثنیٰ بن حارثہ، خالدؓ بن ولید، سعدؓ بن ابی وقاص کا خیر مقدم کیا کرتی تھیں اور اُس کا دل اُن جاودانی مسرتوں سے لبریز تھا جو صرف اللہ کے دین کا پرچم اُٹھانے والوں کا انعام ہوتی ہیں۔

نسیم حجازی

ایبٹ آباد۔ ۲۴ مئی ۱۹۶۸ء